اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم
مقاماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم
مصنف:-
صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی
مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے۔ فیصل آباد۔

نام کتاب ———————— مقامات صحابہ

نام مصنف ———————— صاحبزادہ سید افتخار الحسن

طابع ———————— سید حمایت رسول قادری

مطبع ———————— گنج شکر پرنٹرز لاہور

ناشر ———————— مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

۶۰/=

واحد تقسیم کار

مکتبہ نوریہ رضویہ

۱۱۔ گنج بخش روڈ — لاہور

عنوانات

عرضِ ناشر

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد ! یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو سابقہ تمام امتوں میں فضیلت وبرتری عطا فرمائی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (پ ۴ - ع ۲) "تم بہتر امت ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں"

حضورِ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کے طفیل آپؐ کی اُمت خیر الامم قرار پائی۔ آپؐ کا کلمہ پڑھنے والا ہر انسان صاحبِ عظمت ہے، مگر قربان جاؤں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان پر کہ جنہیں کلمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ کلمے والے کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا، جنہیں لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے اللہ کو دیکھنے والے کی معیت ورفاقت حاصل ہوئی، جنہیں نگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان نے جہاں بھر کے مسلمانوں سے ممتاز کر دیا۔

جنہیں براہ راست معلم کائنات محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان جانثاروں اور وفاداروں کو تمغہ رضا عطا فرما کر قرآن میں اعلان کر دیا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایسا نوازا کہ دونوں جہانوں میں

صاحب تاج فرمایا۔

اکرموا اصحابی فانھم خیارکم میرے صحابہ کی عزت کرو وہ تم میں سے بہترین ہیں۔

اور پھر فرمایا۔ "اے میرے غلامو! میرا کلمہ پڑھنے والو اگر تم ہدایت کے طلبگار ہو تو ہدایت کے ستاروں کے متبع بن جاؤ"۔

مزید فرمایا۔

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم فاھتدیتم مشکوٰۃ ص ۵۵۴ "میرے تمام صحابہ ستاروں کی مثل ہیں تم جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت کا ہر فرد ہمارے لئے رہبر و راہنما ہے۔ ان کی ذات اتباع قرآن و سنت کا مظہر ہے۔ ان کی تابعداری راہ جنت ہے۔ ان کی تکریم سے اللہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے، ان کے ذکر خیر سے دل کے چمن میں بہار آجاتی ہے۔ ہماری خوش بختی ہے کہ ہمیں "مقاماتِ صحابہؓ" کی طباعت کی توفیق نصیب ہوئی۔ ہم ملک کے نامور ادیب اور خطیب، افتخار ملت صاحبزادہ محمد افتخار الحسن صاحب مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنی تصنیف "مقاماتِ صحابہؓ" کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ بوسیلہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری اس سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

حکیم حافظ عبدالحفیظ احمد قادری

انتساب

رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے

ستاروں کی روشنی سے اپنے

دِلوں کو نُورِ ایمان سے مُنوّر

کرنے والوں کے نام !

سیّد افتخار الحسن

○

بے مُنکر جیہڑے دِل دے اندر نہیں عشق صدیقؓ ولی دا

اوہ بھی جان ایمان توں خالی جیہڑا دشمن عمرؓ جری دا

جنت کدی نہ جاسی جِس نوں نہیں پیار عثمانؓ غنی دا

اعظم اوہ بھی وڈا کافر، جیہڑا نہیں حُب دار علیؓ دا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ!

ہم جب کسی کی زبان سے صحابہ کرام کا لفظ سنتے ہیں یا خود بولتے ہیں تو فوراً ہی ہمارے سامنے شہرِ محبوب کی مسجدِ نبوی کا وہ حسین منظر آجاتا ہے جہاں ہم اس ماہتابِ رسالت کے گرداگرد چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند حضرتِ صدیقِ اکبرؓ۔ حضرتِ عمرِ فاروقؓ۔ حضرتِ عثمانِ غنیؓ اور حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے علاوہ اور بھی لاکھوں شمعِ نبوّت کے پروانوں کو حلقہ باندھے مؤدّب و دو زانو بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں۔

اور ہمارا ذہن فوراً اس عہدِ نبوّت کی طرف لوٹ جاتا ہے جس مقدس عہد میں حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کی ہدایت و صداقت کی شمعِ روشن ہوئی! حضرتِ عمرِ فاروقؓ کی جلالت و عدالت کا ڈنکا بجا! حضرتِ عثمانِ غنی کی ریاضت و عبادت کا چشمہ پھوٹا اور حضرت علی المرتضیٰ کی سخاوت و شجاعت کا سورج طلوع ہوا۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے دربارِ حبیب کے ان دلکش و ایمان افروز نظاروں کی تصویر آجاتی ہے جس میں ہم اسلام کی عظمت دین کی سربلندی! شریعتِ مصطفےٰ علیہ السلام کی توقیر اور سنّتِ رسول کی آبرو پر اپنی جانیں قربان کرنے والوں میں باہمی اتحاد و یگانگت، محبت و پیار اور سلوک و اتفاق کے غیر فانی نقوش اُبھرتے ہوئے دیکھ کر اپنے لئے دین و ایمان اور حق و ہدایت کی راہ تلاش کرتے ہیں! اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان

چار یاروں کے علاوہ ہمارے تصوّرات کی دُنیا میں حضرت بلال حبشیؓ کی وہ زندہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے جس میں ہم اس شمعِ حُسنِ محمدیؐ کے پروانے کو تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر اور سینے پر گرم گرم پتھر رکھ کر اور جلاد کے کوڑے کھا کر عشقِ رسول کا امتحان دیتا دیکھتے ہیں اور پھر کامیاب ہونے کے بعد مسجدِ نبوی میں اس خطّۂ ارضی پر اس کی پہلی اذان کی آواز فرش و عرش اور کون و مکان کی فضاؤں میں گونجتی سُنتے ہیں!

یہی وہ مقدس لوگ تھے جنہوں نے کسی دُنیاوی طمع و لالچ یا دولت اکٹھی کرنے کے ارادے یا کسی نفسانی خواہشات کی بنا پر نہیں بلکہ محض خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنی بخشش و نجات کے لئے سب سے پہلے اللہ و رسول اور توحید و رسالت پر ایمان لائے اور پھر اپنی ساری زندگیاں اپنے آقا و مولا سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رفاقت صحبت میں گزار دیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر اور اپنے خویش و اقارب سے جُدا ہو کر دامنِ مصطفےٰ علیہ السّلام کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ کفّارِ مکّہ کے ظلم و ستم اور مشرکینِ عرب کے جبر و تشدد بھی ان کے ہاتھوں سے اس دامنِ رحمت کو نہ چھڑا سکے! جب یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ صحابہ کرام نے کسی طمع و لالچ یا خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کی خاطر نہیں بلکہ محض لوجہ اللہ اور بخشش و نجات کے لئے دینِ اسلام کو قبول کیا تو پھر اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک شخص اگر کسی دنیاوی لالچ یا دولت اکٹھی کرنے کے ارادے سے کسی کو مانتا ہے اور اس کی شان میں قصیدے پڑھتا ہے تو کسی دُوسرے انسان سے زیادہ رقم اور دولت

ملنے پر یہ لالچی انسان پہلے شخص کو چھوڑ دے گا مگر جو محض خلوص ایثار۔ محبّت و پیار اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنی بخشش و نجات کی خاطر کسی کے دامن کو پکڑتا ہے اور اس سے پیار کرتا ہے تو اس مخلص انسان کا اس شخص کو چھوڑ دینا غیر ممکن اور محال ہے۔

اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی کسی طمع و لالچ اور خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ و رسول کی خوشنودی اور اپنی نجات و بخشش کی خاطر ایمان لائے تھے اس لئے بعد میں ان کا اپنے دین سے پھر جانا بھی محال ہے۔

ایک انسان کو راہِ راست سے ہٹاتے! اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے اور اس کے دین و ایمان کو برباد کرنے کے لئے خوف و ہراس۔ بھوک و پیاس! قتلِ اولاد اور اپنی جان جانے کے خطرے کے ساتھ ساتھ مال و دولت کا لالچ اور جاگیر و عہدہ کا فریب اس دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام لانے والوں اور مصطفےٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے والوں پر کفارِ مکہ اور مشرکینِ عرب نے ہر قسم کا ظلم و ستم کیا؟ ان کی راہ میں کانٹے بچھائے! ان پر پتھروں کی بارش کی! ان کے سامنے ان کے بچوں کو قتل کیا۔ ان کا وطنِ مالوف چھڑا دیا! میدانِ اُحد میں پرے جمائے اور بدر و حنین میں ان کو مٹانے کے لئے لشکر لے کر آئے اور یہ تمام چیزیں ایک ایک کر کے ان کے سامنے آتی رہیں۔ مگر ان کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آسکی اور نہ ہی راہِ راست سے ان کے قدم ڈگمگائے اور نہ ہی انہوں نے دین و ایمان کی رسّی کو توڑا اور نہ ہی دامنِ مصطفےٰ کو چھوڑا!

بلالِ حبشی تپتی ہوئی ریت پر جلاد کے کوڑے کھانے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ اور محمدؐ سچا نبی ہے ——— اور

محمدؐ پہ دل میں فدا کر چکا ہوں
جو فرضِ خدا کا ادا کر چکا ہوں

——— اور ———

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزہ ہی نہیں

اور حضرتِ خبیب پھانسی کے تختے پر چڑھ کر اور رسّہ گلے میں ڈالنے کے بعد بھی ابوسفیان کے ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں ———

کہ ——— ظالمو! تم تو میرے بدلے میرے محبوب کو پھانسی پر لٹکانا چاہتے ہو مگر میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے سامنے میرے محبوب کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے! ———

اور پکار اٹھتے ہیں کہ ———

تمہاری دار سے ڈر کر میں عظمتِ قرآں نہیں دوں گا
میں اپنی جان دے دوں گا مگر ایماں نہیں دوں گا

اور حضرتِ عمار بن یاسر کے سامنے ان کے دونوں بچوں کو قتل کرنے کے بعد جب کفارِ مکہ اُن سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا اب بھی محمدؐ کے کلمے کو چھوڑے گا یا نہیں؟

تو حضرت عمارؓ جواب دیتے ہیں ——— کہ

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

غرضیکہ ـــــ یارانِ نبی اور اصحابہ رسول پر کفارِ مکہ نے طرح طرح کے مظالم ڈھائے مگر ان کے قدم پھر بھی حق و صداقت کی راہ سے نہ ڈگمگائے تو پھر ایک انصاف پسند اور غیر متعصب انسان آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کی خاطر اُنہوں نے اپنی جانوں پر سب کچھ برداشت کیا مگر دین و ایمان کی دولت نہ جانے دی اور دامنِ مصطفےٰ نہ چھوڑا ـــــ!

وہ چیز صرف اللہ و رسول کی محبّت! دین و ایمان کی اُلفت۔ مصطفےٰ علیہ السّلام سے عشق اور اپنی بخشش و نجات کی اُمید تھی!

اور وہ لوگ جنہوں نے براہِ راست امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کی ہو اور مشعلِ نبوّت سے اپنے دلوں کو دینِ ایمان کے نُور سے منوّر کیا ہو اور چشمۂ رسالت سے اپنے دلوں کی کشتِ زار کو حق و ہدایت کے آبِ حیات سے سیراب کیا ہو اور برسوں اس محبوبِ خدا کی رفاقت و صُحبت میں رہے ہوں اور فیضِ نبوّت سے فیضیاب ہوتے رہے ہوں اور اپنی آنکھوں سے اس سیّدالمرسلین کے معجزات اور جبریلؑ کا آنا اور وحی کا لانا دیکھتے رہے ہوں ایسے پاک لوگوں کے متعلق یہ گمان کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ایمان میں کامل نہیں تھے اور وہ وصالِ مصطفےٰ علیہ السّلام کے بعد دین سے پھر گئے تھے کُفر نہیں تو اور کیا ہے؟ ـــــ

اور یہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ حضرات نہ صرف یہ کہ یارانِ نبی اور اصحابِ رسول علیہ السّلام کی توہین و گستاخی کرتے ہیں۔ بلکہ دامنِ پیغمبر کو بھی داغدار کرتے ہیں! ـــــ

اس لئے کہ اگر کسی اُستاد کے سینکڑوں شاگرد! کسی پیر کے ہزاروں مُرید اور کسی نبی کے لاکھوں اُمتی اپنے اُستاد کی موت۔ پیر کی وفات اور نبی کے وصال کے بعد وہ سینکڑوں شاگرد ہزاروں مُرید اور لاکھوں اُمتی کافر و مُرتد اور فاسق و فاجر ہو جائیں تو اس طرح اس اُستاد کا نالائق ہونا اس پیر کا غیر کامل ہونا اور اس نبی کا بے اثر ہونا ثابت ہوگا اور لوگ ایسے اُستاد! ایسے پیر اور ایسے نبی پر ہزاروں قسم کے اعتراضات کر کے اُن کے مقدس دامن کو داغدار کرتے رہتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اب سوال یہ ہے کہ ان تمام روشن حقائق کے ہوتے ہُوئے بھی اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ یارانِ نبی نے سچے دل سے ایمان لانے کے بعد دین و اسلام کی سربلندی کے لئے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں اور انہوں نے بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی اپنے نبی کا ساتھ نہیں چھوڑا پھر یہ شیعہ حضرات اصحابِؓ کرام کے متعلق یہ عقیدہ کیوں رکھتے ہیں؟ کہ وہ نعوذ باللہ ایمان میں کامل نہیں تھے اور بعد میں دین سے پھر گئے تھے! اور جن یارانِ نبی کے ایمان کی گواہی خدا تعالیٰ بھی قرآنِ پاک میں بار بار دیتا ہے اور امام الانبیا علیہ السلام نے ان کے مکمل ایمان کی ہر بار تصدیق فرمائی۔ ان پر یہ لوگ طعن و تشنیع کیوں کرتے رہتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی سوال کرے کہ خداوندِ تعالیٰ نے توحید کے مقابلہ میں شرک! اسلام کے مقابلہ میں کفر! حق کے مقابلہ میں باطل! نیکی کے مقابلہ میں بدی! ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت! مسلمانوں کے مقابلہ میں کافر! بہار کے مقابلہ میں خزاں! دن کے مقابلہ

ہیں رات صبح کے مقابلہ میں شام اور پھولوں کے مقابلہ میں کانٹے کیوں بنائے ہیں تو جو جواب اس کا ہوگا وہی جواب شیعوں کا صحابہ کرام کی مخالفت کرنے اور عداوت رکھنے کا ہے۔

اس کلیہ کے پیش نظر کہ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا کہ ہر شئے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اس ابن سبائی ٹولے کا ہونا بھی ضروری تھا! اس لیئے کہ اگر شرک نہ ہوتا تو توحید کی پہچان مشکل تھی! اگر کفر نہ ہوتا تو اسلام کی شان نہ بڑھتی! اگر باطل نہ ہوتا تو حق بلند نہ ہوتا! اگر ضلالت نہ ہوتی تو ہدایت کی قدر نہ ہوتی! اگر کافر نہ ہوتے تو مسلمانوں کی عظمت کا ڈنکا نہ بجتا! اگر بدی نہ ہوتی تو نیکی کی عزت نہ ہوتی! اگر خزاں نہ ہوتی تو بہار کا لطف نہ آتا! اگر رات نہ ہوتی تو دن کی قدر نہ ہوتی! اگر شام نہ ہوتی تو صبح بے کیف ہوتی اور اگر کانٹے نہ ہوتے تو پھول گلے کا ہار نہ بنتے اور اگر یہ شیعہ نہ ہوتے تو صحابہ کرام کی عظمت کے ستارے نہ چمکتے اور یاران نبی کی عزت و آبرو کے پھول نہ مہکتے!

تندی بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اس لیئے کہ اگر صحابہ کرام کے دشمن و گستاخ نہ ہوتے تو آج سُنّی علمائے کرام صحابہ کی عزت و آبرو کی حفاظت اور یاران نبی کی حرمت و ناموس کی رکھوالی کے لئے اُن کی صفائی کے گواہ بن کر دنیا کے گوشے گوشے میں اُن کی عظمت کے جھنڈے بلند نہ کرتے! اور پھر اس دنیا میں کوئی بزرگ! کوئی امام اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا اور کسی مذہب کا مذہبی پیشوا اور کسی قوم کا راہنما ایسا نہیں ہوا جس کے مخالفوں نے

اُن کی مخالفت میں اپنے من گھڑت اور بے بنیاد الزامات و اعتراضات کرکے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کی ہو اور ان مذہبی و قومی راہنماؤں کو ماننے والوں کے سامنے ان پر طعن و تشنیع کرکے ان سے دُور ہٹانے کی سعی نہ کی ہو۔

یہودیوں کو دیکھو کہ وہ کس دریدہ دہنی سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی پیدائش پر کیسے کیسے واہیات الزام لگاتے ہیں اور ان کے معجزات کو سحر و جادُو سے تعبیر کرکے اور ان کے حواریوں کو مکّار! عیّار اور جاہل! دغا باز کہہ کر حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے دامنِ نبوّت کو داغدار کرتے رہتے ہیں۔

عیسائیوں کے تبلیغی مشن پر غور کرو وہ سیّد المرسلین۔ رحمۃ اللعالمین اور خاتم النّبیین صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی شانِ اقدس میں کیسی کیسی فحش باتیں منسوب کرتے رہتے ہیں! اور آئے دن آپ کی عظمتِ رسالت کی نُورانی چادر پر نعوذ باللّٰہ دُنیا کا لالچی! بداخلاق اور ظالم کہہ کر سیاہ دھبے لگاتے رہتے ہیں!

قرآنِ پاک یہود و نصارٰی کی نبیٔ کریم علیہ السّلام سے مخالفت و عداوت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ!

کہ یہ لوگ میدانِ جنگ میں اپنے دُشمن پر فتح پانے کے لئے میرے محبوب پاک علیہ السّلام کو وسیلہ بنا کر دُعا کیا کرتے تھے اور میں ان کو اپنے نبی کے وسیلے کا لحاظ کرتے ہوئے فتح عطا کر دیا کرتا تھا مگر جب وہ میرا محبوبِ علیہ السّلام تشریف لے آیا تو اب یہ لوگ اس کو پہچانتے بھی نہیں ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ یہودی کملی والے علیہ السّلام کو اس طرح

پہچانتے ہیں کہ جس طرح اپنے بیٹوں کو۔ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔

اور یہ عیسائی اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانِ پاک سے امام الانبیا حضرتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خوشخبری و بشارت سننے کے بعد بھی انکار کرتے ہیں اور عداوت و دشمنی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ کہ اے میری قوم میرے بعد ایک نبی آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔

اور جب سیّد المرسلین علیہ السلام دونوں جہان کی رحمت بن کر گنہ گاروں کا شفیع اور غریبوں اور مسکینوں کا سہارا و آسرا بن کر آگیا تو اب یہ عیسائی اپنے نبی کی دی ہوئی بشارت و خوشخبری کی ہزاروں غلط تاویلیں کر کے اور انجیل مقدس کی ان آیات کو جن میں نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبریں ہیں، صاف جھٹلا کر اس رحمتِ دو عالم علیہ السلام کی شانِ اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتے رہتے ہیں اور آپ کی ذاتِ انور پر بازاری حملے کر کے اپنے آپ کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا رہے ہیں۔

اسی طرح خارجیوں کے طرزِ عمل کو دیکھو کہ وہ اہلِ بیتِ اطہار کے متعلق یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرتِ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا اور حضرتِ امام حسنؓ و حسینؓ اور شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰؓ امام الانبیا علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور یہ حضرات کملی والے محبوب ہیں۔ نورِ نظر ہیں اور راحتِ جان ہیں اور ان کے حق میں آیتِ تطہیر نازل ہوئی اور ان کی دشمنی نبی سے دشمنی ہے ان سے بغض رکھنا نبی سے بغض رکھنا ہے اور ان سے عداوت رکھنی نبی سے عداوت رکھنی ہے اور ان کو ناراض کرنا نبی کو ناراض کرنا ہے مگر یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی خارجیوں کا گستاخ ٹولہ اہلِ بیتِ اطہار کو گالیاں دیتا ہے اور ان کی عزت و آبرو پر رکیک حملے کرتا رہتا ہے۔

اسی طرح یہ تشیعوں کا بے ادب گروہ بھی محبّت اہلِ بیت کے پردے میں یہ جاننے کے باوجود بھی کہ یارانِ نبی کامل مومن تھے اور انہوں نے آخری وقت تک دین و ایمان کی ہر مشکل حفاظت کی اور ہر مشکل وقت میں اپنے آقا کا پوری جانثاری سے ساتھ دیا اور اسلام کی عظمت، دین کی سربلندی اور قرآن کی آبرو کے لئے وہ ہر میدان میں سروں پر کفن باندھ کر لڑے! اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کامل ایمان کی گواہی خداوند تعالیٰ قرآنِ پاک میں بار بار دیتا ہے اور نبی کریم علیہ السّلام نے ان کی حق پرستی اور ان کے دین و ایمان پر مضبوطی سے قائم رہنے کے انعام میں جنّت کی خوشخبری دے دی ہے مگر یہ سب کچھ جانتے اور سمجھنے کے باوجود بھی یہ گستاخ لوگ یارانِ نبی کریم علیہ السّلام پر طعن و تشنیع کر کے اور ان کے دین و ایمان میں نعوذ باللہ شک کر کے اپنے لئے جہنّم کی آگ خرید رہے ہیں۔

بھلا وہ یارانِ نبی جو امن و جنگ میں! سفر و حضر میں رنج و راحت میں اور غار و مزار میں وفادار ساتھیوں! سرفروش غلاموں اور جانثار سپاہیوں کی طرح اپنے آقا و مولا کے ساتھ رہے ہوں اور اب بھی اور قیامت تک جانباز پہرہ داروں کی مانند روضۂ مصطفےٰ علیہ السّلام کے دائیں بائیں لیٹے ہوئے ہوں اُن کے ایمان میں شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

سیّد افتخار الحسن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
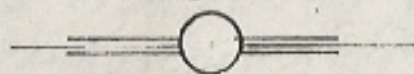
قرآنِ پاک میں شانِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پ۱۱ سورۃ التوبہ - آیت ۱۱۲ - اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

توبہ کرنے والے! بندگی کرنے والے! شکر کرنے والے! دُنیا سے بے تعلق رہنے والے! رکوع کرنے والے! سجدہ کرنے والے! نیکی کا حکم کرنے والے! اور بُری باتوں سے روکنے والے! اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے! اور اے میرے محبوب پاک علیہ السلام ایمان والوں کو جنّت کی خوشخبری دے دو!

اس آیتِ پاک پر اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اُتار کر اور اپنے دل دماغ سے بُغض و عناد کے غبار کو جھاڑ کر اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت پُوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خداوندِ تعالےٰ نے اس آیت میں نہ صرف یہ کہ یارانِ نبی کی شانِ پاک کو بیان کرتے ہوئے اصحابہ کرام کی صفاتِ حسنہ کی وضاحت فرمائی ہے بلکہ ان کے کامل مومن ہونے کی تصدیق بھی کر دی ہے!

ایک آیت میں یارانِ مصطفےٰ علیہ السلام کی گیارہ صفات کو واضح کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوندِ تعالیٰ کا دل نہیں چاہتا کہ میں اپنے محبوب کے

وفادار ساتھیوں کی تعریف جلدی ختم کردوں!

اب شیعہ حضرات سے پوچھا جائے کہ کیا یہ آیت قرآن مجید کی ہے یا نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کرو!

اور اگر ہے تو پھر بتاؤ کہ یہ آیت پاک اصحابہ کرام کی شان میں ہے کہ نہیں؟

اگر نہیں تو پھر بتاؤ کہ یارانِ نبی کریم علیہ السّلام کے علاوہ وہ کون لوگ تھے جن کی اتنی شان بیان کی گئی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ حضرتِ عثمان غنیؓ حضرت علی المرتضیٰؓ اور دوسرے ہزاروں اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بجائے خداوندِ تعالیٰ نے یہ گیارہ صفات اور کن کے بارے میں فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ توبہ کرنے والے! بندگی کرنے والے! شکر کرنے والے! رکوع و سجود کرنے والے اور لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے والے اور برائیوں سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے اور کون تھے! اور ان کے ماسوا وہ کون مومنین تھے جن کو خداوندِ تعالیٰ جنّت کی خوشخبری دے رہا ہے۔

اگر صحابہ کرام کے علاوہ کوئی اور لوگ بھی تھے تو ثابت کرو؟

اور اگر یہی تھے تو پھر ان کی شان میں گستاخیاں کرکے اور انکو گالیاں دے کر اور ان کے ایمان میں شک کرکے اپنے آپ کو جہنّم کی آگ کا ایندھن نہ بناؤ!

یارانِ رسول اکرم علیہ السّلام کی شان و تعریف کسی کے ماننے یا نہ ماننے اور کسی کے بیان کرنے یا نہ کرنے کی محتاج نہیں ہے اس لئے کہ جب قرآن مجید میں خود خداوندِ تعالیٰ ہی اصحابہ کرام کی مدح و ثنا کرتے نہیں تھکتا تو پھر وہ کسی کے محتاج کیوں رہیں!

اور اگر یہ شیعہ حضرات نعوذ باللہ ان کو مومن و مسلمان نہیں مانتے تو نہ سہی، جن کے کامل مومن و مسلمان ہونے کی خدا نے خود تصدیق کر دی ہے، پھر ان کے ایمان کا انکار کر کے دردناک عذاب کے گہرے گڑھے ہیں گرتا نہیں تو اور کیا ہے!

اور اگر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جانثار ساتھی کامل مومن نہیں تھے تو پھر خداوندِ تعالیٰ نے ان کو وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ کہہ کر جنّت کی خوشخبری کیوں دی؟ کیا خدا نے نعوذ باللہ جھوٹ بول کر ان کو یُونہی مومن فرما دیا ہے؟

نہیں ہرگز نہیں تو پھر ان کے ایمان میں شک کرنے والے یہ نام نہاد شیعانِ علیؓ بتائیں کہ کیا غیر مومن کے لئے بھی جنّت کی خوشخبری ہے؟

اور کیا کسی غیر مومن میں بھی یہ گیارہ صفاتِ حسنہ پائی جاتی ہیں جن کا ذکر ربِّ دو جہاں نے اس آیت میں فرمایا ہے؟

جب ان تمام سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر یارانِ مصطفےٰ علیہ السلام کو مومن و مسلمان ماننے میں تأمل کیوں؟

یہ کتنے دکھ کی بات ہے۔ کہ آج سُنّی علمائے کرام کو ان اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مومن و مسلمان ثابت کرنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے جن کی بدولت اس خطۂ ارضی پر دین و ایمان کے چشمے پھوٹے اور جن کے صدقے حق و ہدایت کی قندیلیں روشن ہوئیں اور جن کی معرفت دُنیا میں اسلام پھیلا اور جن کی تبلیغِ حق سے باطل پرستی کے قلعے مسمار ہوئے اور ہرا!

جو ہاتھوں میں توحید و رسالت کا عَلَم اور حق و اسلام کا جھنڈا

اور سینوں میں قرآنِ پاک لے کر مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں سے نکلے اور مسجد نبوی کے پاک مصلّٰی سے اُٹھے تو پھر مصر و عراق۔ روم و شام اور یمن و ایران کی سرحدوں تک اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔ اور جنہوں نے کبھی قیصر و کسریٰ کے شاہی محلات پر دین کی عظمت کا پرچم لہرایا اور کبھی ایران کے بتکدوں کو پچھاڑ کر توحید و رسالت کا علم گاڑ دیا اور جن کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بڑے بڑے تاجداروں کے دل ہل گئے! قیصر و کسریٰ کے سونے کے محلات میں زلزلہ آ گیا! ایران کا آتشکدہ ٹھنڈا ہو گیا اور پھر ان کی طہارت و نفاست! اُن کی صداقت و ہدایت! اُن کے دین و ایمان! ان کے عشقِ مصطفٰے اور ان کی شان و عظمت کو دیکھ کر خدا بھی پکار اُٹھا:۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ!

پ۲۶ سورۃ الفتح۔ آیت ع۱۸۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ

اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان ایمان والوں سے جب بیعت کی اُنہوں نے تجھ سے اس درخت کے نیچے پس اللہ نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پھر اُتارا ان پر اپنا اطمینان و سکون اور ایک فتح قریب کا انعام دیا۔

یہ آیت پاک بھی گستاخانِ اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے اپنے عقائد بد سے توبہ کرنے اور اپنے دلوں سے بغض و عداوت نکال کر یارانِ نبی علیہ السلام سے محبت رکھنے اور ان کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈالنے کے لئے کافی ہے!

اس لئے کہ اس آیتِ پاک میں خدا تعالیٰ نے واضح طور پر حضرت ابوبکر

صدیقؓ! حضرتِ عمر فاروقؓ اور حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے
میں نہ صرف یہ کہ اُن کے کامل ایمان کی تصدیق فرما دی ہے بلکہ ان کو راضی
ہونے کا تمغہ بھی عطا کر دیا ہے!

تو جن پر خدا راضی ہو گیا ہے اگر کوئی بدبخت انسان بغض و تعصب کی
بنا پر ان یارانِ نبی پر ناراض ہے تو سوائے اس کے کہ وہ اپنی عاقبت خراب
کرے گا ان اصحابہ کرام کا کیا بگاڑے گا۔

اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے حج عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا اور گرد و نواح کے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کے
لئے پیغامات بھیج دئے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کو اندیشہ تھا کہ ہو سکتا ہے۔ کہ
کفارِ مکہ لڑائی کریں اور مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیں!

ایمان والوں کی یہ مقدس جماعت اپنے آقا و مولا علیہ السلام کی قیادت
میں مکہ معظمہ کے قریب پہنچی تو قریشِ مکہ نے اجازت نہ دی۔ تب حضور علیہ
السلام نے حضرتِ خراش کو قریش کے پاس قاصد بنا کر بھیجا مگر وہ لوگ قاصدِ
رسول علیہ السلام کو قتل کرنے کا پروگرام بنانے لگے!

جناب خراش واپس آگئے۔

پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو بھیجا۔ کفارِ مکہ نے ان کو بھی قید کر لیا اور ان کے قتل کی خبر مشہور کر دی! تب
نبی کریم علیہ السلام اپنے جانثار غلاموں کو اکٹھا کیا اور ایک درخت کے
نیچے بیٹھ کر ان سے قریشِ مکہ کے ساتھ لڑنے کی بیعت لی!

تمام اصحابہ کرامؓ اور یارانِ نبی صلی اللہ علیہ السلام نے بخوشی بیعت
کی جن میں حضرتِ ابوبکر صدیقؓ! اور حضرتِ عمر فاروقؓ اور حضرتِ علی المرتضیٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیش پیش تھے!

چونکہ اس سفر میں اور اس بیعت سے منافقوں کا نفاق! مخلصوں کا اخلاص اور اصحابہ کرامؓ کے کامل مومن ہونے کا حال کھل گیا تھا اس لئے اس بیعت کا نام **بیعتِ رضوان** رکھا گیا۔

اور یہ بیعت کرنے والوں کی شانِ اقدس میں خداوندِ تعالیٰ نے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا۔

قیدبن قیس نے جو منافق تھا بیعت نہیں کی تھی۔

تفسیرِ رُوح البیان جلد ۴ صفحہ ۲۳-۲۴۔

آں ساعت کہ دستِ عہد بیعت گرفتند با رسول علیہ السلام فرمان آمد از حق تعالیٰ تا درہائے آسمان بکشادند و فرشتگاں اندرِ فلک نظارہ کردند! واز حق فرمان آمد بطریق مباہات کہ اے مقربانِ افلاک نظر کنید باں گروہ کہ از بہرِ اعزازِ دینِ اسلام و اعلائے کلمۂ حق بگوشتند جانُ دل فداء و در وقتِ قتال ای تجروئے نشانۂ نیزہ کردہ و سینہ سپر ساختند! وگواہ باشید اے مقربان کہ من از ایشاں خوشنودم و در قیامت ہر یکے از ایشاں در اُمتِ محمد علیہ السلام چناں شفاعت دہم کہ از من خوشنود کردند! واز یں عہد نا آتہ دورا ہر مومن کہ آں بیعت بشود و بدل با مر ایشاں در قبولِ آں بیعت موافق بُود من آں مومن را ہماں خلعت دہم کہ ایں مومناز دادم!

اس وقت کہ جب سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلام اپنے آقا و مولا کے دستِ اقدس پر قریش مکہ سے لڑنے کی بیعت کر رہے تھے، تو خداوندِ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آسمانوں کے دروازے کھول دو،

اور فرشتے اس حسین و دلکش منظر کا نظارہ کریں۔

اور خدا تعالیٰ نے فرمایا اے میرے مقرب فرشتوں دیکھو یہ میرے محبوبِ پاک علیہ السلام کے جانثار ساتھی اسلام کی عزت و آبرو کی خاطر اور کلمۂ حق منانے کے لئے اپنے جان و دل قربان کر دینے کا عہد کر رہے ہیں اور میدانِ جنگ میں اپنے چہروں کو تیروں کو نشانہ اور اپنے سینوں کو ڈھال بنانے کی خواہش رکھتے ہیں!

اور اے میرے فرشتو! تم گواہ رہنا کہ میں ان مسلمانوں اور ایمان والوں پر راضی ہوں!

اور قیامت کے دن میں ان پر اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول دوں گا کہ یہ ایمان والے مجھ سے راضی ہو جائیں گے! اور میرا یہ وعدہ آخرت تک کے لئے ہے!

قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ!

اپنے غلاموں سے بیعت لینے کے بعد نبیٔ کریم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ آج سے تم لوگ تمام اہلِ زمین سے بہتر اور افضل ہو!

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ!

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا!

بیعتِ رضوان کے ان روشن حقائق کو دیکھو اور صحابۂ کرامؓ پر خدا کی طرف سے عطا کردہ انعامات پر غور کرو اور کملی والے کے وفادار یاروں

سے کئے رحمت و بخشش کے وعدوں پر نظر کرو اور پھر نبیِّ کریم علیہ السّلام کی طرف سے اپنے جانثار ساتھیوں کو جنّت کی خوشخبری دینے پر غور کرو!

اور آے اصحابہ کرام کی شانِ پاک میں بے ادبی کرنے والو اپنی آنکھوں سے حسد و بغض کی پٹی اُتار کر دیکھو اور اپنے دلوں سے تعصّب و عناد کے غبار کو جھاڑ کر غور کرو اور اپنی نگاہوں سے نفرت و عداوت کے پردے ہٹا کر دیکھو اور اپنے دل و دماغ سے کینہ و مخالفت کی سیاہی مٹا کر سوچو!

اور قرآنِ پاک کی اس آیت کے ایک ایک حرف پر غور کرو! اور اصحابہؓ کرامؓ کی جو عظمت بیان کی گئی ہے اور اللہ و رسول کی طرف سے بیعتِ رضوان کرنے والے محمّد مصطفٰے علیہ السّلام کے جانثار غلاموں پر جو رحمت و بخشش کے وعدے اور جنّت و نجات کی جو خوشخبری دی گئی ہے اسکی طرف دھیان کرو!

اور پھر بتاؤ۔

کہ کیا یہ آیت قرآنِ پاک کی ہے کہ نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر ہے تو پھر بتاؤ کہ کیا اس بیعتِ رضوان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرتِ عمر فاروقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما شامل تھے یا نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر شامل تھے تو پھر بتاؤ کہ کیا ان کی شان و عظمت میں خدا و مصطفٰے نے جو کچھ فرمایا ہے اور ان پر راضی ہونے کا جو اعلان کیا گیا ہے اس میں یہ حضرات داخل ہیں کہ نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر داخل ہیں تو پھر بتاؤ کہ جن پر اللہ و رسول راضی ہوں ان پر ناراض رہنا اور اُن کی شان میں گستاخیاں کرنا اور اُن کو گالیاں دینا قرآن کا انکار اور کفر ہے کہ نہیں؟

اور اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر کفر ہے تو پھر توبہ کر کے اصحابہ کرام کے غلام بن جاؤ اور اُن کے نیاز مندوں کے دفتر میں اپنا نام بھی لکھوا لو اور ان کی محبت و عقیدت کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈال لو!

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ پر اگر انصاف پسند نگاہوں سے دیکھا جائے۔ اور حق شناس دل سے سوچا جائے تو یہ حقیقت اور بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اصحاب رسول علیہ السلام کے دلوں میں نعوذ باللہ کفر و نفاق اور بغض و عناد کا شائبہ تک بھی نہیں تھا بلکہ ان کے دلوں میں دین و ایمان کا ایک سمندر موجزن تھا اور ان کے سینوں میں عشق مصطفٰے علیہ السلام کا ایک طوفان برپا تھا اور ان کی نگاہوں میں حسن یار کے جلوے تھے اور وہ دین و اسلام کی عظمت کے لئے اور شریعت و سنت کی آبرو کی خاطر اور قرآن و ایمان کی عزت و حرمت کے لئے ہر وقت شمشیر بکف اور کفن بدوش رہتے تھے!

اس لئے ـــــــ کہ اگر نعوذ باللہ ان کے دلوں میں ذرہ بھر نفاق کی کوئی علامت ہوتی تو خداوندِ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا اور جب میں نے ان کے دلوں میں کسی قسم کی بدنیتی نہ پائی تو پھر میں نے ان کو رضی اللہ کا ہلالِ خدمت

اور تمغۂ حُسنِ کارکردگی عطا کر دیا!

پھر عِلّم ماضی ہے ——— جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بیعتِ رضوان کے وقت ہی دیکھا تھا اور ان کے دلوں کی ہر چیز اور ہر نیّت کو جانا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول علیہ السّلام اور کملی والے کے جاں نثار غلاموں کے دلوں کی نیّتوں کو اور طہارت و نفاست محبّت و عقیدت درد و سوز نیکی و صفائی اور اخلاق اخلاص کو پہلے ہی سے جان لیا ہُوا تھا!

ایک ممتحن جب امتحانی پرچہ مُرتّب کرتا ہے تو پرچے پر لکھے ہوئے سوالات کے صحیح یا غلط جوابات کے نمبر دینے کا حق بھی اسی کو ہوتا ہے اور وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کس نے کون کون سے سوال کا جواب صحیح یا غلط دیا ہے اور یہ کتنے کتنے نمبروں کے حقدار ہیں!

مشرکین مکّہ سے لڑنے کے لئے بیعتِ رضوان کا ایک پرچہ مُرتّب کیا گیا اور اس پرچے میں اپنی جانیں قربان کرنے کا سوال تھا جسے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صحیح طور پر حل کیا اور اس کا جواب ممتحن کے جواب کے عین مطابق دیا اور پھر جب وہ حضرات اس امتحان میں کامیاب نکلے تو امتحان لینے والے نے بڑی فراخدلی سے نمبر دیتے ہُوئے رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ کی جماعت میں داخل کر کے فَاَنْزَلَ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃَ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا کا سُنہری تاج بھی ان کے سروں پر رکھ دیا۔

اور اگر نعوذ باللہ امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وفادار غلام گمراہ و منافق ہوتے تو پھر اُن کے حق میں لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ کی بجائے لَقَدْ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ آتا!

اس لئے کہ گمراہ و منافق کے لئے خدا تعالیٰ کا قہر و غضب ہوتا ہے نہ کہ رضائے الٰہی اور رحمت و بخشش! اور پھر جن کے دلوں کی نیتوں کو جان کر خداوندِ تعالیٰ ان کے لئے کوئی انعام مقرر کر دے اور اپنی رضا و خوشنودی کی دولت ان کی جھولیوں میں ڈال دے تو پھر ایسے مقدس انسانوں کا کسی وقت بھی دین و ایمان سے پھر جانا غیر ممکن ہے!

اس لئے کہ اس طرح نہ صرف یہ کہ قرآنِ پاک کی غلط بیانی ثابت ہوگی بلکہ خداوندِ تعالیٰ کے علم پر بھی حرف آئے گا۔

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ مِّنَ الصِّدْقِ وَ الْاِخْلَاصِ!

یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کے جاں نثار ساتھیوں کے دلوں کے صدق و خلوص کو جان کر ان کو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ کا انعام عطا کیا!

تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۳ - وَقَالَ الْمِقْدَادُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَقُوْلُ لَکَ کَمَا قَالَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ لِمُوْسٰی اِذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا ھٰھُنَا قَاعِدُوْنَ وَلٰکِنْ اِذْھَبْ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَکُمَا مُقَاتِلُوْنَ کہ جب سیدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قریشِ مکہ کے ساتھ لڑنے کے لئے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہٗ نے عرض کی یارسول اللہ علیہ السّلام ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ کو یہ نہیں کہتے کہ اے موسیٰ علیہ السّلام تُو اور تیرا ربّ جاکر لڑو ہم تو یہاں آرام سے بیٹھے ہیں مگر ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا ربّ جاؤ اور لڑو اور ہم بھی آپ کے ہمراہ پوری جوانمردی سے لڑیں گے!

شیعہ حضرات! چونکہ نہ قرآنِ پاک کو صحیح مانتے ہیں اور نہ ہی حدیث رسول اکرم علیہ السّلام کو اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس آیات

پاک کی تفسیر کرتے ہوئے جو کچھ اُن کے علماء و مجتہدین نے لکھا ہے۔ اس کی وضاحت کر دوں تاکہ شاید یہ حضرات اپنے کسی عالم و مجتہد کی بات کو مان کر ہی اپنے عقاید باطلہ سے توبہ کر کے حق و صداقت کا صحیح راستہ اختیار کریں!

شیعہ مفسر فتح اللہ علامہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصۃ المنہج جلد ۵ صفحہ ۳۱۶ و ۳۱۷ میں لکھتے ہیں ——— کہ

آنحضرت فرمودند بدوزخ نرود یک کس آں مومناں کہ در زیر شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالےٰ در حق ایشاں فرمودہ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ!

یعنی نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جن مسلمانوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا اور اس بیعت کا نام بیعتِ رضوان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان بیعت کرنے والوں کی شان میں فرمایا ہے کہ اللہ ان مسلمانوں پر راضی ہوا جنہوں نے درخت کے نیچے نبی سے بیعت کی ہے!

غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانِ غنیؓ کتنے خوش نصیب ہیں کہ وہ کعبہ شریف کا طواف کریں گے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان کی عقیدت و محبت کو جانتا ہوں وہ میرے بغیر طواف نہیں کرے گا!

چنانچہ ایسا ہی ہوا ——— کہ قریشِ مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہم مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے تم اکیلے اگر طواف کرنا چاہتے ہو تو کر لو۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۴ ۔ قَالُوْا لَهٗ اِنْ شِئْتَ فَطُفْ بِالْبَيْتِ ـــــ اگر تم چاہتے ہو تو طواف کر لو ۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا :-

لَا كُنْتُ لَا اَفْعَلُ حَتّٰى يَطُوْفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ـــــ کہ جب تک امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں گے ۔ میں اکیلا طواف نہیں کروں گا ۔

حضرتِ عثمانِ غنیؓ کی محبتِ رسول علیہ السلام کو دیکھو اور ان کے عشقِ مصطفٰے علیہ السلام پر غور کرو اور ان کی عقیدت و نیازمندی اور ان کے صدق و خلوص پر دھیان کرو کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے بغیر کعبہ شریف کا طواف بھی نہیں کرتے !

محبوب نہیں تو کعبہ کیا ۔ یار نہیں تو طواف کیوں ! آقا نہیں تو حج کیسا ! کملی والا نہیں تو عمرہ کس لئے !

بقولِ مولانا ظفر علی مرحوم

نماز اچھی زکوٰۃ اچھی روزہ اچھا و حج اچھا
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

شیعہ حضرات کے ایک مشہور مجتہد ملا باذل ایرانی اپنی کتاب حملہ حیدری کے صفحہ ۲۰۷ میں اس واقعہ کو یوں نظم کرتا ہے ـــــ کہ

خوشا حال عثمانؓ با احترام — کہ شد تشنش حج بیت الحرام
رسولِ خدا چوں شنید ایں سخن — بپاسخ چنیں گفت با انجمن
بہ عثمانؓ نداریم ما ایں گماں — کہ تنہا کند طوف آں آستاں

تو جب نبی کریم علیہ السلام سے یہ عرض کی گئی کہ حضرت عثمان غنی
کتنے خوش قسمت ہیں کہ وہ تنہا حج عمرہ کا طواف کعبہ کریں گے تو رسول کریم
علیہ السلام نے یہ سُن کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ میں حضرت عثمان غنی
کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتا کہ وہ تنہا طواف کر لیں گے۔

اور پھر جب قریش مکہ نے حضرت عثمان غنیؓ سے یہ کہا سہ

ولیکن محالست آں بے گزاف

کہ آید محمدؐ برائے طواف

کہ یہ محال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم طواف کو آئیں تو حضرت عثمان
غنیؓ نے جو جواب دیا یہ تھا سہ

کہ طوف حرم بے رسولِ خدا

نباشد بر پیرِ دانش روا

کہ رسولِ خدا علیہ السلام کے بغیر مجھ جیسے ایک بوڑھے دانشمند
عاشقِ رسول اور صاحبِ عقل کے لئے طواف کعبہ جائز نہیں ہے!
بھلا وہ عثمان غنیؓ جو عشقِ مصطفٰے علیہ السلام میں اپنے محبوبِ حقیقی کے
بغیر کعبہ شریف کا طواف نہ کریں اور جلوہ گاہِ حسنِ یار سے دُور رہ کر حج
کے ثواب کی دولت کو ٹھکرا دیں اور فراقِ مصطفٰے علیہ السلام میں زیارتِ
کعبہ کی سعادت کی پرواہ نہ کریں۔ پھر ایسے پیکرِ دین و ایمان کے ایمان میں
شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

فَنَادٰى مُنَادِيْهِ اَيُّهَا النَّاسُ اَلْبَيْعَةُ اَلْبَيْعَةُ —— پھر ندا کرنے
والے نے ندا دی کہ اے لوگو بیعت کی طرف دوڑو۔ اور سب سے پہلے
سنان بن سنان نے بیعت کی۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۱

حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بیعتِ رضوان کی گئی تو حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم علیہ السلام نے قاصد بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا ہوا تھا!

اور جب بیعت ہو چکی تو امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ اور اس کے رسول کے ایک اہم فریضہ ادا کرتے گئے ہوئے ہیں۔

فَضَرَبَ بِاِحْدَی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی۔

پھر نبیٔ کریم علیہ السلام نے اپنے بائیں ہاتھ کو نیچے رکھا اور دائیں ہاتھ کو اوپر رکھ کر فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمان رضی کا ہے روضۂ کلینی۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۶۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِمَّنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔

حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

اب اسی حدیثِ مصطفےٰ علیہ السلام پر غور کر کے حق شناس دل شانِ عثمانِ غنی رضی کو دیکھیے کہ دستِ عثمانی دستِ مصطفےٰ ہوا اور دستِ مصطفےٰ علیہ السلام مجازی طور پر دستِ خدا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ـــــــ کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام جن لوگوں نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی انہوں نے اللہ سے بیعت کی اور ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ تھا۔

اور اسی طرح حضرتِ عثمانِ غنی رضی کا دستِ مبارک دوسروں کے ہاتھوں

سے افضل ہو گیا۔

تو جس عثمانِ غنیؓ کا ہاتھ دستِ مصطفےٰ ہو گیا اور پھر دستِ مصطفےٰ دستِ خدا ہے تو پھر ایسے برگزیدہ و مقدس مسلمان کی شان میں گستاخی بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟

ممکن ہے کہ کوئی متعصب شیعہ یہ کہے کہ بیعتِ رضوان میں سوائے تین مومنین کے اور کوئی بھی شریک نہ تھا یعنی حضرتِ علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرتِ سلمانِ فارسی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتبِ تاریخ اور خود شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں سے بھی باختلافِ تعداد یہ ثابت ہے کہ بیعتِ رضوان میں ایک ہزار سے دو ہزار تک مسلمان شریک ہوئے۔

اگر کوئی کہے کہ ان تینوں کے علاوہ باقی سب نعوذ باللہ منافق تھے تو اس کا جواب بھی اسی روایت میں ہے کہ جو صحیح معنوں میں واقعی منافق تھا اس نے بیعت نہیں کی تھی یعنی قید بن قیس نے اور اگر نعوذ باللہ یہ حضرات بھی منافق ہوتے تو بیعت نہ کرتے۔

اصل میں اس بیعتِ رضوان کے ذریعے منافقوں کا نفاق اور مومنوں کا ایمان پرکھنا تھا اور یہ بیعتِ رضوان ان کے لئے ایک کسوٹی تھی جس سے پتہ چل گیا کہ منافق کون ہے اور پکے و سچے مومن کون ہیں؟

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۲۴ و ۴۲۵ - یہ شیعہ حضرات کی ایک معتبر کتاب ہے جس میں ملا باقر مجلسی بیعتِ رضوان کی ایمان افروز حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ و شیخ طبرسی گفتہ است چوں مشرکاں عثمان را حبس کردند و خبر بحضرت رسید کہ او را کشتند حضرت فرمود از ایں جا

حرکت نمی کنم تا با آنہا قتال کنم و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمائیم و برخاست و لپشت مبارک بدرخت داد و تکیہ نمود و صحابہ با آنحضرت بیعت کردند کہ با مشرکاں جہاد کنند!

و بروایت کلینی حضرت یک دست خود را بر دست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت۔

پس مسلماناں گفتند خوشحال عثمان کہ طواف کعبہ کرد و سعی میان صفا و مروہ کرد۔ حضرت فرمود! نخواہد کرد۔ چوں عثمان آمد حضرت پرسید طواف کردی؟ گفت چوں تو طواف نکردہ بُودی من نکردم۔

ترجمہ:۔ شیخ طبرسی کہتا ہے کہ جب مشرکوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کر لیا اور جب نبیؐ کریم علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی کہ مشرکین مکہ نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے تو نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یہاں سے ہرگز حرکت نہیں کروں گا۔ جب تک کہ میں مشرکین مکہ سے جہاد نہ کروں۔ پھر نبیؐ کریم علیہ السلام نے مسلمانوں کو بیعت کے لئے بلایا اور پھر ایک درخت سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور اصحابؓ کرام سے بیعت لی۔ کہ مشرکین مکہ سے جہاد کیا جائے۔

کلینی کی روایت میں ہے کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے اپنے ایک دستِ مبارک پر دُوسرا ہاتھ مبارک رکھا اور حضرتِ عثمانؓ کے لئے بیعت کی۔

پس مسلمانوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ خوش قسمت ہیں کہ کعبہ کا طواف بھی کر لیں گے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی۔

نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ عثمانؓ ہرگز ہرگز طواف نہیں کریگا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو نبیؐ کریم علیہ السلام

نے پُوچھا کہ کیا تُو نے طواف کیا؟ ـــــــ

عرض کی یا رسول اللہ آپ کے بغیر میں طواف کیسے کرتا ـــــــ

یہ ہے بیعتِ رضوان کا ایک سنہری واقعہ جسے شیعہ حضرات نے بھی اپنی کتابوں میں پُوری دیانت اور بڑی فراخدلی سے لکھ کر اپنی منصف مزاجی کا ثبوت دیا ہے ـــــــ

اور اس ایمان افروز واقعہ سے نہ صرف یہ کہ اصحابہؓ کرامؓ کی شان و عظمت اور دین و ایمان کا آفتاب چمکتا ہُوا نظر آتا ہے، بلکہ خداوندِ کریم کی طرف سے اپنی رضا و خوشنودی کا تمغہ بھی عطا ہوتا ہُوا دکھائی دیتا ہے اور خصوصاً حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں تو یہ واقعہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے ـــــــ

نبیؐ کریم علیہ السّلام کا اپنے ایک دستِ مبارک پر دُوسرا دستِ مبارک رکھ کر فرمانا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے ـــــــ

اور امام الانبیا علیہ السّلام کا فرمانا کہ عثمانؓ میرے بغیر طوافِ کعبہ نہیں کریں گے اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام حضرت عثمان غنیؓ کے عشق و محبت اور دین و ایمان کو اچھی طرح جانتے تھے ـــــــ

پھر ایسا ہی ہُوا۔ کہ حضرت عثمان غنیؓ نے نبیؐ کریم علیہ السّلام کے بغیر طوافِ کعبہ نہیں کیا ـــــــ

فروعِ کافی جلد سوم کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۰۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے:۔

وَحُبِسَ عُثْمَانُ فِي عَسْكَرِ الْمُشْرِكِينَ وَبَايَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ وَضَرَبَ بِاَحَدِ يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى

لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحَلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ ——

ترجمہ: ۔کہ جب حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ مشرکینِ مکہ کے لشکر میں قید ہو گئے اور نبیٔ کریم علیہ السّلام نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنا ایک دستِ مبارک اپنے دوسرے دستِ مبارک پر مار کر فرمایا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے ——

اور مسلمانوں نے کہا کہ عثمان کتنے خوش نصیب ہیں کہ وہ کعبہ کا طواف صفا و مروہ کی سعی بھی کریں گے اور قربانی بھی دیں گے۔ تو نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ میرے بغیر ہرگز کچھ بھی نہیں کریں گے ——

حیات القلوب جلد ۲ ۔ صفحہ ۴۳۵ ۔ عروہ بن مسعود کفارِ مکہ کی طرف سے جب لشکرِ اسلام کا حال معلوم کرنے کے لئے مسلمانوں کے قریب آئے۔ تو اس نے غلامانِ مصطفٰے علیہ السّلام کی محبّت و عقیدت اور اُن کے دین و ایمان کا یہ ایمان افروز منظر دیکھا کہ وہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کے وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ دوڑ دوڑ کر اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر اپنے چہروں پر مل لیتے ہیں ۔ اور نبیٔ کریم علیہ السّلام کے سامنے سر جھکائے باادب بیٹھے ہیں اور بلند آواز سے نہیں بولتے ——

عروہ بن مسعود جب واپس گئے تو مشرکینِ مکہ سے کہا: ۔

من بنزدِ بادشاہان بسیار رفتہ ام مانندِ بادشاہانِ عجم و رُوم و حبشہ او بخدا سوگند ندیدم کہ ہیچک از آنہا اطاعت پادشاہ خود و تعظیم وکنند مثل آنکہ اصحاب محمد علیہ السّلام تعظیم و اطاعت او میکنند ——

ترجمہ:۔ کہ میں عجم و رُوم اور حبشہ کے بڑے بڑے درباروں میں گیا ہُوں اور اُن کے درباریوں کو بھی دیکھا ہے مگر خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا دربار عجیب دربار ہے اور اس کے درباری بھی عجیب ہیں۔ میں نے کسی کو ایسی تعظیم و اطاعت کرتے نہیں دیکھا۔ تم لوگ ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو۔ اس لئے کہ وہ قوم جو اپنے بادشاہ کے وضو کے باقی کو زمین پر نہیں گرنے دیتی وہ اس کا خُون کب گرنے دے گی۔

حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۲۸۔ عامہ وخاصہ روایت کردہ اند از براء بن عازب کہ او میگفت شما گمان میکنند کہ فتح بزرگ فتح مکّہ است و ما فتح بزرگ بیعتِ رضوان و جنگِ حدیبیہ را می دانم۔

ترجمہ:۔ ہر عام و خاص نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ بڑی فتح فتح مکّہ ہے اور میں بیعتِ رضوان کو سب سے بڑی فتح سمجھتا ہوں۔

علّامہ کاشانی! جو کہ شیعہ حضرات کے مفسّرِ اعظم ہیں لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤمنین کی تفسیر کرتے ہُوئے لکھتے ہیں:۔

آنحضرت فرمود بدوزخ نرود کس از آں مومناں کہ در زیر شجرہ بیعت کردند و ایں را بیعت رضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشاں فرمود لقد رضی اللّٰہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔

ترجمہ:۔ کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا ان لوگوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ اور اس بیعت کا نام بیعتِ رضوان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

نے بیعت کرنے والوں کے حق میں فرمایا ہے کہ اللہ ان مومنوں پر راضی ہو گیا جنہوں نے تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی۔

قرآن و حدیث۔ تفسیر و تاریخ اور شیعہ حضرات کی معتبر و مستند کتابوں سے بیعتِ رضوان کے ایمان افروز حقائق حسین و دلکش مناظر اور جان و دل کو ایمان کی تازگی بخشنے والے واقعات کی روشنی میں صحابۂ کرامؓ کے دین و ایمان۔ یارانِ نبی کی عظمت و توقیر اور غلامانِ مصطفٰے علیہ السّلام کی عزّت و آبرو روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جانے کے بعد اب اس زندہ حقیقت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ حضرتِ ابوبکرؓ۔ حضرتِ عمر فاروقؓ۔ حضرتِ عثمانِ غنیؓ۔ حضرتِ علی المرتضیٰؓ اور دُوسرے حلقہ بگوشانِ اسلام اور جانثارانِ مصطفٰے علیہ السّلام نہ صرف یہ کہ خداوندِ کریم اور رسولِ اکرم علیہ السّلام نے ان کے دین و ایمان اور خلوص و ایثار کی ہر قدم پر، ہر لحظہ اور ہر آن تصدیق فرمائی ہو بلکہ یہ ایک غیر فانی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اصحابِ رسول آسمانِ رشد و ہدایت کے چمکتے ہُوئے ستارے بھی تھے جن کی روشنی نے ضلالت و گمراہی کی تاریک راتوں میں اُجالا کر کے نسلِ انسانی کو سیدھی راہ بتائی اور جنہوں نے اپنے دین و ایمان کے آفتاب کی سُنہری کرنوں سے نُورِ عرفان پھیلا کر کُفر و الحاد کی ظلمتوں میں گھِرے ہُوئے بندگانِ خُدا کو نشانِ منزل عطا کیا! اور باطل پرستی کے اندھیروں میں حق و صداقت کے چراغ جلا کر انسانیت کے سیاہ چہرے کو ضیا بخشی!
اور جنہوں نے اپنے حسنِ اخلاق اور تقدّس و اتقا کی بدولت اس خطۂ ارضی پر پھیلے ہُوئے ظلم و ستم کو مٹا کر عدل و انصاف اور رحم و کرم کی بنیاد رکھی! اور اپنے ہی ہاتھوں سے پتھروں کے تراشیدہ خداؤں کے آگے جھکنے

والوں کے دلوں میں نقشِ توحید پیدا کر کے ایک خدا کی پرستش کے آداب سکھلائے! اور جنھوں نے پھر توحید و رسالت کی عظمت۔ دین و اسلام کی سربلندی اور حق و صداقت کا پرچم لہرانے کے لئے اپنی جبینوں پر سجدوں کے نشان اور ہاتھوں میں ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر کبھی رُوم و شام کے شاہی محلات پر اسلام کا علَم لہرایا اور کبھی قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج میں پاؤں کی ٹھوکروں سے لرزہ پیدا کیا۔ کبھی یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں دیں اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں توحید و رسالت کے ڈنکے بجائے۔

صدیق اکبرؓ کی صداقت۔ عمر فاروقؓ کی عدالت۔ عثمان غنیؓ کی عبادت اور علی المرتضیٰؓ کی شجاعت نسلِ انسانی کیلئے رشد و ہدایت کا سرمایہ بندگانِ خدا کے لئے دین و ایمان کی دولت۔ مخلوقِ خدا کے لئے حق و صداقت کا خزانہ اور ایمان والوں کے لئے حق و اسلام کا مرکز ہے۔

غرضیکہ بیعتِ رضوان سے مندرجہ ذیل حقایق و نتائج پوری طرح واضح ہوتے ہیں۔ کہ

۱۔ نبی کریم کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والے پکے و سچے مسلمان و کامل مومن تھے!

۲۔ ان کے دین و ایمان۔ خلوص و ایثار اور جرأت و بہادری کو دیکھ کر خدا تعالےٰ ان پر راضی ہو گیا۔

۳۔ وہ دُنیا کے تمام انسانوں سے بہتر و افضل ہیں۔

۴۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

۵۔ ان کے دل ہر قسم کے نفاق سے پاک و صاف تھے۔

۶۔ انہوں نے مجازی طور پر دستِ خدا پر بیعت کی تھی۔

۷۔ حضرتِ عثمانِ غنیؓ کا ہاتھ مُبارک دستِ مصطفےٰ ہے۔

پھر خدا جانے پاکستان کے شیعہ حضرات کے دلوں میں بغض وعناد کے کیسے پہاڑ پیدا ہو چکے ہیں کہ جو نہ تو قرآن و حدیث کے کلہاڑوں سے ہی ٹوٹتے ہیں اور نہ ہی تفسیر و تاریخ کے تیشوں سے!

اور نہ ہی خدا و رسول کے ارشادات سے ہی پگھلتے ہیں اور نہ ہی ان کے اپنے علاموں کی کتابوں کے حوالوں سے نرم ہوتے ہیں۔

جن پر خدا اور رسول راضی ان پر یہ لوگ ناراض!

جن کے دین و ایمان کی گواہی اللہ و نبی دیں یہ ان پر کفر و نفاق کا الزام لگائیں۔

قرآن و حدیث جن کو جنّت کی خوشخبری دیں یہ ان کو دوزخی کہیں۔

جن کو نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے پیدا کیا ہو یہ لوگ ان کو گمراہ سمجھیں۔

تو پھر شیعہ حضرات کی لڑائی صرف اصحابہ کرامؓ سے ہی نہیں۔ بلکہ ان کی یہ جنگ خدا و رسول سے بھی ہے۔

اور یہی کُفر ہے!

بیعتِ رضوان کے ایمان افروز حقائق اور اصحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی شان و عظمت کے روشن دلائل کے باوجود بھی شیعہ حضرات اپنی جہالت اور یارانِ نبی سے دشمنی کی بنا پر قرآنِ پاک کے اس سنہری واقعہ پر چند اعتراضات کر کے اُس کے حسن و جمال کو مٹا کر اصحابہؓ عظام کی عزت و آبرو پر رکیک حملے کرتے رہتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ جن نفوسِ قدسیہ پر ان کی نیک نیتی۔ ان کے خلوص و ایثار اور ان کی جانثاری و وفاداری کی بنا پر خدا و رسول راضی ہو جائیں ان کے دین و ایمان

کی شمع فروزاں کسی کی پھونکوں سے نہیں بجھ سکتی۔

ان کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس واقعہ میں حضرت عمر فاروق رضی کی توہین کا پہلو نمایاں ہوتا ہے جبکہ نبی کریم علیہ السلام نے پہلے انہیں فرمایا کہ تم مکہ جا کر مشرکین مکہ کو سمجھاؤ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ قریش کی عداوت میرے ساتھ کس درجہ کی ہے اور اگر میں ان کے ہاتھ آگیا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہاں اگر آپ حضرت عثمان رضی کو بھیج دیں تو اچھا ہو گا۔ اپنے اس اعتراض کے ثبوت میں یہ لوگ جناب شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مدارج النبوت کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

جواب ۱: یہ روایت صحاح کی نہیں اور پھر پتہ نہیں کہ اس کے راوی کون کون ہیں اور کیسے ہیں۔

۲: اس روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ حضرت عمر رضی نے حضور علیہ السلام کے حکم سے انکار کیا محض ایک افترا ہے اس لئے کہ ان کا انکار نہیں تھا بلکہ حضرت عثمان رضی کے بارے میں مشورہ تھا۔ اور بحضور رسالت مشورہ دینا کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسا مشورہ تو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت علی رضی نے بھی دیا تھا جبکہ کفار نے مطالبہ کیا تھا۔ کہ محمد رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی سے فرمایا کہ یہ الفاظ مٹا دو تو حضرت علی رضی نے رسول کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا تھا ــــــ غور کیا جائے تو حضرت علی رضی کا یہ انکار نہ تھا بلکہ عشق و محبت کا اظہار تھا کہ میرا قلم رسول اللہ کے لفظ کو کیسے مٹا سکتا ہے ــــــ تو جس طرح حضرت علی رضی نے خلوص و

عقیدت سے ایسا کیا اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں مشورہ دیا۔ پھر اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے!

۳ :- امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلّم کا پہلے حضرت عمرؓ کو فرمانا کہ تم جاؤ اور پھر حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ محبوبِ خدا کو اپنے ان دونوں ساتھیوں کی وفا و فرمانبرداری اور اطاعت جانثاری پر پُورا پُورا اعتماد اور کامل یقین تھا۔ اور سفارت کا منصب کسی معمولی انسان کے سُپرد نہیں کیا جاتا بلکہ یہ عظیم عہدہ کسی ایسے انسان کو ہی دیا جاتا ہے جو حکومتِ وقت کا پُورا پُورا وفادار ہو اور حکومتِ وقت کی ہر ادا کو سمجھتا ہو۔ ہر روش کو جانتا ہو۔ ہر چال کو پہچانتا ہو اور ہر راز سے واقف ہو۔ اور اگر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ایمان میں کامل۔ دین میں پکّے اور اسلام و مصطفٰے کے سچّے عاشق و وفادار ساتھی نہ ہوتے تو رسولِ اکرم علیہ السّلام ان دونوں کو قریشِ مکہ کے پاس اپنا سفیر بنا کر نہ بھیجتے۔

اور پھر حضرت عثمانؓ کی شان و عظمت دیکھو کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرت عثمانؓ شہید نہیں کئے گئے پھر بھی ان کے لئے صحابۂ کرام سے کفارِ مکہ کے ساتھ جنگ کرنے کی بیعت لے رہے ہیں۔ بتاؤ کہ کیا اللہ کا رسول ایسے شخص کی حمایت کے لئے بھی صحابہ عظام کو بیعت کی طرف بُلا سکتا ہے جس کے ایمان اور خلوص پر اس کو پُورا پُورا بھروسہ۔ یقین اور کامل اعتماد نہ ہو۔

رہا یہ سوال کہ جب حضور علیہ السّلام کو علم تھا کہ حضرت عثمانؓ قتل نہیں ہوئے تو پھر بیعت کیوں لی گئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

نبی پاک علیہ السلام آئندہ آنے والے واقعات کو روشن کرتے ہوئے قصاص خونِ عثمانؓ کے مطالبہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

اعتراض ۲ :۔ کہ بیعتِ رضوان موجب اجر ضرور ہے مگر وفائے عہد کے ساتھ۔ اور اگر وفائے عہد کی بجائے عہد شکنی پائی جائے تو وہ عذاب الیم کا باعث بن جاتی ہے۔ ثبوت میں آیت رضوان کا یہ حصہ پیش کرتے ہیں فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ۔

جواب :۔ آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ بیعت کو پورا کرنا ثواب ہے۔ اور اس کا توڑنا گناہ ہے۔ یہ بات بالکل حق ہے اس سے کس کو انکار ہے۔

اعتراض تو تب درست ہوتا جب شیعہ حضرات کہیں سے یہ ثابت کرتے کہ حضرتِ ابوبکرؓ و عمرؓ نے بیعت کی اور پھر توڑ دی۔ مگر آیتِ پاک میں اس کا تو کہیں نام ونشان تک نہیں اور نہ ہی یہ لوگ کہیں سے دکھا سکتے ہیں۔ جب یہ کہیں بھی نہیں ہے تو پھر اعتراض کیسا؟

اور پھر فَمَنْ نَّکَثَ بطورِ شرط و جزا کے ہے اور وہ وقوع بلکہ امکانِ وقوع کو بھی مستلزم نہیں ہے۔ یعنی آیت صرف یہ بتلا رہی ہے کہ جو بیعت توڑے گا سزا کا مستحق ہوگا لیکن اس میں یہ کہاں ہے کہ حضراتِ ثلاثہؓ نے بیعت توڑ دی یا وہ بیعت توڑ دیں گے۔ ایسا کہنا تو قرآن پاک پر افترا ہے۔ جیسے کہ قرآن پاک میں بظاہر حضور علیہ السلام کو خطاب ہے۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ یعنی اگر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تو نقصان والوں میں سے ہو جائے گا۔

کیا کوئی بدبخت اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ضرور شرک کریں گے۔ نعوذ باللہ۔

(پارہ عـــ۳ آیت عـــ۸۱) یا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ والی آیت میں ہے فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o کہ جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہ لوگ فاسق ہیں تو کیا کوئی شیعہ کہہ سکتا ہے کہ بعض انبیا علیہم السلام اس عہد کو توڑیں گے۔ معلوم ہوا کہ جملہ شرطیہ میں جزا کا وقوع ضروری نہیں ہوتا۔ جس طرح انبیا کا عہد کر کے پھر توڑنا ناممکن ہے اسی طرح اصحابِ کرامؓ کا بیعت کر کے توڑنا بھی غیر ممکن ہے۔

اعتراض عـــ۳:۔ آیت میں لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ہے عَنِ المبایعین نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ رضائے خدا صرف بیعت پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ ایفائے بیعت پر موقوف ہے کیونکہ لفظ مومنین ہے مبایعین نہیں۔

جواب:۔ اللہ ان مومنین پر راضی ہو گیا جنہوں نے بیعت کی۔ آیت پاک میں عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ کے بعد یبایعونک کا لفظ بھی آیا ہے۔ جو صاف بتلا رہا ہے کہ جن لوگوں نے بیعت کی اللہ ان سے راضی ہے۔

میں نے تو قرآن و حدیث اور روایاتِ معتبرہ کی روشنی میں اور کتب شیعہ سے ثابت کر دیا ہے کہ اصحابِ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے خلوصِ دل سے بیعت کی اور پھر ان کی یہ بیعت بارگاہِ خداوندی اتنی مقبول و منظور ہوئی کہ اللہ کریم نے انہیں اپنی رضامندی کا پروانہ بھی عطا کر دیا اب شیعہ سے میرا مطالبہ ہے کہ اس آیت کے مقابلہ میں کوئی ایسی آیت پیش کریں جس سے ان کا بھاگنا۔ فرار ہونا، بیعت کو توڑنا اور خدا تعالیٰ کا

ان پر ناراض ہونا ثابت ہو۔ ان کے اچھے۔ نیک اور پاک کام کرنے پر خدا نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اور نعوذ باللہ ان کے کسی برے کام پر اللہ نے کسی کو خبر تک نہ دی حالانکہ قرآن پاک نازل ہوتا رہا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ابھی آنا جانا بند نہیں ہوا تھا۔

اعتراض ع۳ :- بیعت کرنے والے تمام مومن ہی نہیں تھے۔ بلکہ ان میں منافق بھی تھے۔

جواب :- جب قرآن و حدیث اور کتبِ شیعہ سے بھی یہ ثابت ہے۔ کہ وہ بیعت کرنے والوں میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ تو ان حضرات کے متعلق یہ گمان کرنا نعوذ باللہ وہ منافق تھے گمراہی نہیں تو اور کیا ہے اس لئے کہ قرآنِ پاک کا فیصلہ تو منافقین کے متعلق یہ ہے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اور وہ جہنم کے بدترین گڑھے میں ہوں گے مگر اس کے برخلاف انہیں رضامندی اور جنت کی بشارت دی جا رہی ہے۔

کشف الغمہ۔ از جابر ابن عبداللہ انصاری روایت است کہ ما دراں روز ہزار و چہار صد کس بود دراں روز من از حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بحاضراں نمود و فرمود کہ شما بہترین اہلِ روئے زمین و ما ہمہ دراں روز بیعت کردیم و کسے از اہلِ بیعت نکث ننمود مگر قیدبن قیس کہ آں منافق بیعت خود راشکست۔

جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ ہم بیعت کے روز چودہ سو تھے ہم نے اس روز حضور علیہ السلام کی زبانِ پاک سے یہ سنا کہ تم بہترین اہلِ زمین سے ہو اور اس روز ہم سب نے بیعت کی اور کسی نے اس

بیعت کو نہیں توڑا مگر قید بن قیس منافق نے اپنی بیعت کو توڑ دیا۔ جب یہ
صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر یارانِ نبی پر کسی قسم کی جرح قادح کرنی صرف
جہالت ہی نہیں ضلالت بھی ہے۔

پارہ ۱۱۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۰۰۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ
الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ
عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور وہ مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے اور
امداد کرنے میں پہل کی اور جو ان کے پیچھے آئے۔ نیکی! احسان اور نیک نیتی
سے تو اللہ راضی ہے ان سے اور وہ راضی ہیں اللہ سے! اور تیار رکھے
ہیں ان کے لئے باغ! جن کے نیچے بہتی ہوئی نہریں ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ
رہیں گے اور یہ بہت بڑی مراد ہے۔

اس آیت کریمہ میں خداوند تعالےٰ نے جس پیارے انداز میں مہاجرین و
انصار کی مدح و ثناء۔ تعریف و توصیف اور فضیلت و عظمت بیان فرمائی
ہے اگر کسی مسلمان کے دل میں شمعِ ایمان کی ایک کرن بھی موجود ہو تو وہ
یارانِ مصطفےٰ علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ کے دین و ایمان میں شک اور ان
کی عزت و آبرو پر حملے کر کے اپنے دین و ایمان کی کھیتی کو برباد نہیں کر سکتا!
اس لئے کہ امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وفادار غلاموں اور
جانثار ساتھیوں کی اس سے بڑھ کر شان و عظمت! توقیر و حرمت اور
عزت و فضیلت اور کیا ہو گی کہ خداوند تعالےٰ نے جن کے متعلق فرمادیا ہے۔
کہ میں ان سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔

خداوندِ تعالےٰ کا کسی پر راضی ہو جانا کوئی معمولی انعام نہیں ہے میرے خیال میں تو اس سے بڑھ کر خدا کی طرف سے اور کوئی انعام و اکرام۔ لُطف و کرم اور مقام و احترام نہیں ہے کہ وہ خود اپنے کچھ بندوں کے متعلق اعلان کر دے کہ مَیں ان سے راضی ہُوں!

زمین و آسمان۔ مکان و لامکاں۔ فرش و عرش! لوح و قلم! انسان و حیوان! جن و ملائکہ! حُور و غلمان اور اولیا و انبیا غرضیکہ کائناتِ ارضی و سماوی کی ہر چیز کی یہی تمنّا ہے کہ خدا مجھ پر راضی ہو جائے! ایک عابد ساری ساری رات صرف اس لئے جاگتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے! ایک حاجی کعبہ کا طواف اس لئے کرتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے اور ایک مجاہد میدانِ جہاد میں اپنے سر پر کفن باندھ کر صرف اس لئے لڑتا ہے کہ خُدا راضی ہو جائے لیکن کسی کو علم نہیں کہ خدا مجھ پر راضی ہو گیا ہے کہ نہیں کیونکہ اس نے کسی اور کو یہ بتایا ہی نہیں ہے۔ ہاں مگر جب ہم قرآن و حدیث اور کتبِ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ حقیقت پُوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ اس کائناتِ ارضی و سماوی اور اس مخلوقِ فرشی و عرشی میں سے کچھ ایسے مقدّس انسان بھی موجُود ہیں کہ جن کے متعلق خدا نے خود اعلان کر دیا ہے کہ مَیں ان سے راضی ہُوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔

غور کرو۔ کہ کسی بندے پر خدا کا راضی ہو جانا تو اس بندے کی نیک بختی اور خوش قسمتی ہے لیکن بندے کا خدا سے راضی ہو جانے کا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ خدا کے راضی ہو جاتے پر راضی ہیں۔ اور جن پر خدا راضی ہو گیا ہے۔ وہ کون لوگ ہیں؟ نبی کے ساتھ

ہجرت میں پہل کرنے والے اور ان مہاجرین کی سب سے پہلے امداد کرنے والے۔
اور سب سے پہلے نبی کے ساتھ ہجرت کرنے والے کون ہیں؟
حضرت سیدنا ابُو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ!
اور سب سے پہلے مہاجرین کی امداد کرنے والے کون ہیں؟
حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ!
تو جن اصحابِ کرامؓ سے خداوندِ تعالےٰ ان کے اعمالِ صالحہ افعالِ حسنہ اور ان کے تقدس و اتقا اور ان کے دین و ایمان کی بنا پر راضی ہو جائے اور وہ خدا کی اس عطا پر راضی ہُوں تو پھر یہ شیعہ کون ہیں جو خدا و اصحابِ رسول کے درمیان ہو جانے والے اس راضی نامہ کو اپنی فرسُودہ چالوں سے توڑنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے اپنے محبُوبِ پاک علیہ السّلام کے جانثار ساتھیوں کے لئے جو جنّت کے باغ تیار کر رکھے ہیں اپنے من گھڑت شکوک و شبہات اور بے معنی نفرت و عداوت کے تیروں سے ان سدا بہار باغوں کے پتے جھاڑنے کی بے فائدہ سعی کر کے کملی والے کی شفاعت سے محروم ہو رہے ہیں!

جب اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرتِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اوّل المہاجرین ہیں تو پھر کسی کو ان کے ایمان و تقدس اور دامنِ رضائے خدا میں داخل ہوتے جنّت کے باغوں میں سیر کرتے میں بھی کسی کو کوئی شک و شُبہ باقی نہیں رہنا چاہیئے!
شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ ہجرت کی رات کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نبی کریم علیہ السّلام کے بستر پر لیٹنا اپنے نبی کی آبرُو پر اپنے آپ کو

فدا کر دینے کے پیشِ نظر تھا اس لئے کہ اس رات کفارِ مکہ نبی کریم علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ لے کر آئے تھے اور حضرتِ علی رضؓ کا یہ عمل حضرتِ ابُوبکر صدیق رضؓ کے صُحبتِ رسول علیہ السلام سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اس کا مفصل جواب تو انشاء اللہ العزیز فضائلِ صدیق اکبر کے باب میں دیا جائے گا۔ یہاں صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرتِ علی رضؓ نے ہجرت کی رات نبی کریم علیہ السلام کے بستر پر لیٹ کر اور اپنی جان کو موت کے خطرے میں ڈال کر بہت بڑی سعادت حاصل کی اس لئے کہ اس رات نبی کے بستر پر سونا گویا کفارِ مکہ کی تلواروں کا مقابلہ کرنا تھا اور موت و حیات سے دست بدست جنگ تھی اور مکہ کے مشہور قبیلوں کے نامور بہادروں کی تلواروں سے لڑائی تھی۔

اور ہر لمحہ جان جان کا خطرہ تھا اس لئے کہ کافر پورے ساز و سامان اور اٹل ارادے سے آئے تھے!

مگر حضرتِ علی رضؓ بھی ایمان کے کوہِ گراں تھے اور انہوں نے بغیر کسی تأمل کے اپنے آقا و مولا کے بستر پر سونا منظور کر لیا! اس لئے کہ نبی کے حکم کے بعد سوچنا ایمان کی توہین ہے! مگر حضرتِ صدیق اکبر رضؓ کا ہجرت کی رات اپنے محبوبِ حقیقی کے ساتھ جانا بھی کوئی معمولی عمل نہیں تھا اور انہوں نے بھی بغیر کسی سوچ بچار اور ہچکچاہٹ کے نبی اکرم علیہ السلام کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی!

اس رات اور اس سفر میں حضور علیہ السلام کی رفاقت و مصاحبت دراصل مصیبتوں اور خطروں کے سمندر میں کودنا تھا اور قدم قدم پر موت و ہلاکت کو آواز دینا تھا!

اس لیئے کہ یہ کوئی تفریحی یا تجارتی سفر نہ تھا بلکہ زندگی اور موت کا سودا تھا!
مگر حضرتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کوئی مطلب پرست اور خود غرض ساتھی نہیں تھے بلکہ وہ صحیح معنوں میں یارِ غار، وفادار ساتھی! جانثار رفیقِ سفر اور سر فروش غلام تھے!
اور کفارِ مکہ نے جب امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نبی کریم علیہ السلام کی بجائے حضرت علیؓ کو دیکھا تو وہ بغیر کسی تعرض و حملے کے واپس چلے گئے۔ بخلاف اس کے اس رات اس خطرناک سفر میں اگر کفارِ مکہ نبی کریم علیہ السلام کو کہیں دیکھ لیتے تو پھر منصف مزاج حضرات سوچیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا!
لہٰذا نبیؐ کے بستر پر سونے کے عمل سے نبیؐ کے ساتھ جانے کا عمل افضل ہے!
دوسری بات یہ ہے کہ جب تک حضرتِ صدیق اکبرؓ اپنے محبوبِ حقیقی علیہ السلام کے پاس رہے اس وقت تک حضرتِ علیؓ نبی کریم علیہ السلام سے دور رہے! یعنی صدیق اکبرؓ اس عرصہ میں علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ غائب!
اب شیعہ حضرات بتائیں کہ خداوندِ تعالےٰ نے قرآنِ پاک کی اس آیتِ مبارکہ میں جن مہاجرین و انصار کی شان بیان کرتے ہوئے ان سے راضی ہونے کا تمغۂ خوشنودی عطا کیا ہے۔ اور ان کے اخلاق و اخلاص! تقدس و اتقا! اعمالِ صالحہ اور دین و ایمان کے بدلے میں جنت کے باغ تیار کر رکھے ہیں جن میں کہ وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ان مہاجرین و انصار کی مقدس جماعت میں حضرت صدیقِ اکبرؓ، حضرتِ عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں کہ نہیں؟
اگر نہیں تو ثابت کرو؟
اور اگر ہیں تو پھر ان کے دین و ایمان اور ان کے جنتی ہونے میں شک کیوں؟
ہو سکتا ہے کہ کوئی بے ادب شیعہ مولوی یہ کہے کہ چونکہ اس آیت میں اصحابِ ثلاثہ کے نام مذکور نہیں ہیں اس لیئے یہ آیت ان کی شان و فضیلت میں نہیں ہے!
تو اس شبہ کے ازالے کے لیئے اتنا عرض کر دینا ہی کافی ہے کہ قرآن پاک کی کسی آیت میں

پنجتن پاک یعنی حضرتِ علی ۔ حضرتِ فاطمہ ۔ حضرتِ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام مذکور نہیں ہیں تو کیا محض اس واہیات خدشہ کی بنا پر پنجتن پاک کی عظمت و فضیلت کا انکار کر دیا جائے۔ نعوذ باللہ! ——— وہاں بھی کتبِ تفاسیر اور احادیثِ نبوی اور شواہداتِ تاریخ اور معتبر روایات کے پیشِ نظر خاندانِ نبوت کے مقدس افراد کی عزت و حرمت اور فضیلت و عظمت پر ہر مسلمان کا ایمان رکھنا ایمان کی شرطِ اوّل ہے!

مثلاً۔ آیتِ تطہیر اور آیتِ مباہلہ کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ یہ آیتیں اہلِ بیتِ اطہار اور پنجتن پاک کی شان و فضیلت میں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن ہر دو آیتوں میں کسی کا نام مذکور نہیں ہے۔ صرف احادیثِ مصطفےٰ علیہ السلام اور کتبِ تفاسیر اور روایاتِ معتبرہ کی بنا پر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دونوں اہلِ بیت اطہار کے فضائل و محاسن میں نازل ہوئی ہیں!

یہاں اس آیتِ کریمہ میں اگرچہ اصحابِ ثلاثہ کا نام مذکور نہیں ہے لیکن احادیثِ مصطفےٰ علیہ السلام اور کتبِ تفاسیر میں پوری وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ جن مہاجرین و انصار کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ان میں یہ اصحابِ ثلاثہ بھی شامل ہیں! اور نہ صرف یہ کہ احادیثِ نبوی اور کتبِ تفاسیر سے یہ ثابت ہے بلکہ شیعہ حضرات کے آئمہ مجتہدین کی معتبر کتابوں اور ان کی تفاسیر میں بھی پوری تفصیل سے اصحابِ ثلاثہ کے نام مذکور ہیں جن کی وضاحت تو انشاء اللہ آگے آئے گی۔ یہاں صرف ایک دو حوالے ہی کافی ہیں!

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ حضرتِ اُمِّ معبد کے بھائی حضرت حُبیش بن خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :-

اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُخْرِجَ مِنْ مَکَّۃَ خَرَجَ مُہَاجِرًا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ ھُوَ وَاَبُوْ بَکْرٍ۔

کہ جب نبیؐ کریم علیہ السلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو چلے تو حضرتِ ابو بکرؓ بھی ساتھ تھے!

تفسیر حضرتِ امام حسن عسکری صفحہ ۲۱۲ :- فرماتے ہیں کہ جب نبیؐ کریم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، تو جانے سے پہلے حضور علیہ السلام نے حضرتِ ابُو بکرؓ سے فرمایا:-

اَرَضِیْتَ اَنْ تَکُوْنَ مَعِیْ یَا اَبَا بَکْرٍ!

کہ اے ابُو بکرؓ کیا تُو میرے ساتھ جانے کو راضی ہے۔ آگے تفصیل لکھی ہے کہ حضرتِ ابو بکرؓ پھر شوق و ذوق اور عشق و محبّت سے نبیؐ کریم علیہ السلام کے ساتھ چلے گئے۔

اور اگر کوئی دشمنِ اصحابہ کرامؓ یہ کہے کہ یہ آیتِ پاک ان مہاجرینؓ انصار کی فضیلت میں نازل ہُوئی ہے جنہوں نے خاص خدا کے لئے ہجرت کی تھی۔ اور جنہوں نے خالص اللہ کے لئے مدد کی تھی نہ ان کے حق میں کہ جنہوں نے کسی دنیاوی طمع و لالچ کے لیئے کی تھی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ، ہجرتِ اسلام کے ابتدائی دور میں ہُوئی اور اس وقت دولت کے کون سے خزانے تھے جن کے لئے طمع و لالچ کیا جاتا!

اسلام کے ابتدائی دور میں تو مسلمانوں کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ چہ جائیکہ ان کے پاس سونے و چاندی کے ڈھیر ہوتے! اور خود شہنشاہِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خانۂ اقدس میں تین تین دن

تک آگ نہیں جلتی تھی اور بھوک کی شدّت کو مٹانے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔

اور کیا مدینہ منوّرہ کے رہنے والوں نے مہاجرین کی اس لئے عزّت و مدد اور خاطر و مدارات کی تھی کہ ان کو پتہ چل گیا تھا کہ مکّہ مکرّمہ سے ہجرت کرکے آنے والے مسلمان اپنے ساتھ بہت سا مال و دولت لے کر آئے ہیں اگر یہ ٹھیک ہے تو شیعہ حضرات ثابت کریں؟

اور اگر غلط ہے تو پھر ان پر طمع و لالچ کی خاطر گھر بار چھوڑنے کا الزام لگانا قرآن و حدیث کا انکار ہے اور قرآن و حدیث کا انکار کرنا کفر ہے!

قرآن پاک میں خداوندِ تعالےٰ نے بے ادب شیعوں کے دلوں میں صحابۂ کرامؓ کے متعلق پیدا ہونے والے ان شبہات کا بھی خود ہی جواب دے دیا ہے۔

پارہ ۱۷۔ سُورۃ الحج۔ آیت ۴۰:۔ اَلَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ!

اور وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بغیر کسی جُرم و قصور کے نکالے گئے۔ صرف اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا ربّ اللہ ہے۔

یہ آیتِ مُبارکہ صاف بتلا رہی ہے کہ ہجرت کرنے والوں اور اپنے گھر بار اور خویش و اقارب چھوڑنے والوں نے کسی دُنیاوی طمع و لالچ اور نفسانی خواہشات کے پیشِ نظر ایسا نہیں کیا تھا۔ بلکہ اُنہوں نے صرف اللہ کے لئے ہجرت کی تھی اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اللہ کو ربّ کہتے تھے!

جب خداوندِ تعالےٰ خود ہی اس بات کی تصدیق کر رہے کہ اصحاب

رسول علیہ السلام کی ہجرت کسی مال و دولت کے لالچ اور خواہشات نفسانی کی بنا پر نہیں تھی بلکہ محض اللہ کی حقانیت و ربوبیت کی خاطر اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے تھی۔ تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ خدا کے مقابلہ میں اپنے تعصب و عناد کی بنا پر کملی والے آقائے دو عالم علیہ السلام کے جانثار غلاموں کی پاک نیتوں پر حملہ کرے!

پارہ ۱۰۔ سورہ انفال۔ آیت ۷۴ :- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ!

ترجمہ :- اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی لوگ پکے سچے مومن و مسلمان ہیں اور ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے!

اس آیت پاک پر اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ خداوند تعالےٰ نے کس پیارے انداز میں اور کس احسن طریقے سے اصحاب رسول علیہ السلام کی شان و فضیلت اور توقیر و عظمت کو بیان کر کے گستاخان اصحاب پیغمبر علیہ السلام کے تمام شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے غلامان مصطفےٰ یاران نبیؐ اور محبان اصحابہ کرامؓ کے دلوں کے لئے مسرت و راحت کا سامان پیدا کر دیا ہے اور مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے پیرو کاروں کے سینوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کی ضیا کی دولت عطا کر دی ہے۔ اور ان سنیوں کے دین و ایمان کے چمنستان میں بہار جانفزا کے دلفریب جھونکوں سے کیف و مستی کے

پھول کھلا دیے ہیں!

اب شیعہ حضرات یہ بتائیں کہ اگر وہ واقعی صحیح معنوں میں موجودہ قرآنِ پاک پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر ان آیاتِ قرآنی کا انکار کیوں کرتے ہیں۔ جن میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار یاروں کے دین و ایمان! اُن کی حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ خدا تعالےٰ ان کے جنتی ہونے پر بھی مُہر ثبت کر دی ہے۔

خداوندِ تعالیٰ تو اصحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پکے و سچے مومن و مسلمان ہونے کا بار بار اعلان کرتا ہے مگر یہ لوگ خدا کے اعلان کو بھی جھٹلا کر ان کے دین و ایمان میں شک کر کے اور نعوذ باللہ ان پر نفاق و گمراہی کے فتوے لگا کر اپنی کشتِ ایمان کو برباد کر رہے ہیں!

اور پھر یہ بھی بتائیں کہ اس آیتِ پاک میں جن لوگوں کے کامل ایمان کی تصدیق کی گئی ہے اور جن کو رحمت و بخشش کا یقین دلایا گیا ہے اور جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اصحابِ مصطفےٰ علیہ السلام کے علاوہ اور کون تھے؟

اگر ان کے علاوہ وہ کوئی دُوسرا گروہ تھا تو ان کے نام بتاؤ؟ اور اگر یہی تھے جن کو تم گالیاں دیتے ہو تو پھر قرآنِ پاک پر ایمان رکھتے ہوئے ان کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر خدا و رسول کو راضی کر لو!

۴ سورہ آلِ عمران۔ آیت ۱۱۰: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ!

ترجمہ:۔ تم سب اُمتوں میں سے بہتر اُمت ہو تمہیں پیدا کیا

گیا ہے یا تمہیں چن لیا گیا ہے کہ تم انسانوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو! اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو!

یہ آیتِ مبارکہ بھی منکرینِ اصحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہے کہ اللہ تعالٰے نے صحابۂ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ تم بہتر اُمّت ہو اور میں نے تم کو نسلِ انسانی کی ہدایت و راہنمائی کے لئے منتخب کر لیا ہے!

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ خدا جن کو بہتر اُمّت کہہ کر مخاطب کرتا ہے یہ گستاخانِ اصحابہ ان کو بدترین اُمّت کہتے ہیں اور ان کی فضیلت و عظمت کا انکار کر کے اپنی ضلالت و گمراہی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں!

نام نہاد شیعانِ علیؓ بتائیں کہ اگر اصحابۂ کرامؓ بہترین اُمّت نہیں تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کن سے ہے؟

اور اگر ان کے اعمال اچھے نہ تھے تو اللہ تعالٰے کا یہ ارشاد کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کن کی طرف ہے؟

اور اگر وہ پکے و سچے مومن نہیں تھے تو خدا تعالٰے تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کن کے متعلق فرما رہا ہے؟

تفسیر خازن جلد اوّل صفحہ ۲۸۷- اس آیت پاک کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے علّامہ علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی نے لکھا ہے۔ کہ مالک بن الصیف اور وہب بن یہود نے حضرتِ عبداللہ بن مسعود اور دیگر اصحابِ کرام سے کہا نَحْنُ اَفْضَلُ مِنْكُمْ وَ دِيْنُنَا خَيْرٌ مِّنْكُمْ کہ ہم لوگ تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین بھی تمہارے دین سے اچھا و

بہتر ہے!

تو مشرکین عرب کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب پاک علیہ السلام کے وفادار غلاموں یہ مشرکین اپنے زعم باطل کی بنا پر تمہیں جو چاہیں سو کہیں مگر جب میں اعلان کرتا ہوں کہ تم سب سے بہتر اور اچھے ہو اور تمہارا دین بھی تمام ادیان سے بہتر اور افضل ہے اور تمہارا دین ہی حق ہے!

آیت کریمہ کے شان نزول کو سمجھنے سے یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ یہ آیت تو مشرکین عرب اور کفار مکہ کے جواب میں ان کے زعم باطل کے رد کے لئے نازل ہو رہی ہے مگر یہ لوگ نعوذ باللہ انہیں پر نفاق و کفر کے فتوے لگاتے ہیں!

تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۸۶ ۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۵ :-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ وَالْمَعْنٰى اَنَّكُمْ كُنْتُمْ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ مَوْصُوْفِيْنَ بِاَنَّكُمْ خَيْرُ اُمَّةٍ ــــــ خَيْرَ الْاُمَمِ وَاَفْضَلَهُمْ!

کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام کے جانثار یارو یہی نہیں کہ تم آج ہی بہتر امت ہوئے ہو بلکہ یہ تمہارا انعام تو لوح محفوظ پر بھی لکھا ہوا تھا!

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔ وَلٰكِنْ فِي خَاصَّةٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُمْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ!

کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کا خطاب نبی کریم علیہ السلام کے اصحاب کے لئے مخصوص ہے!

وَ مَخْصُوْصٌ بِقَوْمٍ مُعَيَّنِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَھُمْ

السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ!

اور یہ خطاب نبیؐ کریم علیہ السّلام کی مدد کرنے والوں کے لئے مخصوص

ہے جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی!

پ۴ سُورۃ اٰلِ عمران۔ آیت ۱۲۳: ۔ وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ

وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ فَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ

اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ بِثَلٰثَۃِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُنْزَلِیْنَ!

ترجمہ: ۔ یقیناً اللہ تعالےٰ نے جنگِ بدر میں تمہاری مدد کی اس کے

باوجود کہ تم لوگ دشمن کے مقابلہ میں کمزور اور بے حقیقت تھے پس خدا تعالےٰ

سے ڈرتے رہو تاکہ اس کے شکر گزار بنو!

اے میرے محبوب پاک علیہ السّلام اس وقت تم ایمان والوں سے

کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے کافی نہیں ہے کہ خدا تین ہزار فرشتے

بھیج کر تمہاری مدد کرے!

قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ بھی شانِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ

عنہم کو روشن کرنے کے لئے ایک زندہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے۔

اور یارانِ نبی علیہ السّلام کے دین و ایمان پہ ایک مُہر ہے اور ان کا

اسلام کی عظمت! دین کی سربلندی اور قرآن و ایمان کی آبرو کی خاطر

میدانِ جہاد میں لشکرِ کفار کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑنے کی ایک

روشن دلیل ہے!

جنگِ بدر ـــــــ توحید و شرک کی پہلی جنگ تھی اور اسلام و کفر

کی پہلی لڑائی۔ نیکی و بدی کا پہلا تصادم تھا اور حق و باطل کا پہلا معرکہ!

اور یہ وُہی جنگ ہے جس میں کفر اپنی پُوری طاقت کے ساتھ میدانِ بدر میں اسلام کو مٹانے کی خاطر پرے جمائے بیٹھا تھا اور ادھر شہنشاہِ دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم صرف تین سو تیرہ اسلام کے مجاہدوں! دین کے غازیوں اور توحید کے پرستاروں کی ایک مُٹھی بھر رُوحانی جماعت لے کر کفر والحاد اور ضلالت و گمراہی کو مٹانے کے لئے کفارِ مکّہ کی پُوری قوّت وطاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے خود امیرِ لشکر بن کر میدانِ بدر میں رونق افروز ہوئے!

رمضان المبارک کا مقدّس مہینہ اور شدید گرمی کا موسم تھا اور یہ غازیانِ اسلام جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے اور جن کے ہاتھوں میں ٹوٹی ہُوئی تلواریں تھیں آج ساری دُنیا کی تقدیر بنانے جا رہے تھے! اگرچہ ان کے پاس کوئی سامانِ جنگ نہیں تھا مگر پھر بھی یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا

کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

یہ دلق پوشوں کا رُوحانی ٹولہ یہ صبر کوشوں کی مقدّس جماعت اور یہ فاقہ مستوں کا نُورانی گروہ گیلی لکڑیوں کو جھکا کر بنائی ہوئی کمانیں! ٹوٹے ہُوئے نیزے اور شکستہ دستوں والی تلواریں لے کر سر بکف اور کفن بدوش ہو کر جب تاجدارِ عرب و عجم کی قیادت میں میدانِ بدر میں آیا تو ان کا مقصد جاہ و حشمت! دولت و ثروّت اور ملک گیری کی ہوس نہ تھا بلکہ حق پرستوں کی یہ جماعت اسلام کی عظمت! دین کی حفاظت! مذہب کی رکھوالی اور قرآنِ پاک کی نشر و اشاعت کی خاطر کفارِ مکّہ کی زہر آلود تلواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بدر کے ریگستان میں آئی تھی!

اور یہی وہ جنگ ہے جس میں بیٹے کو باپ سے اور باپ کو بیٹے سے اور بھائی کو بھائی سے لڑتا ہوا دیکھا گیا اور جس میں ایک ہی برادری کی دو جماعتیں! ایک ہی قبیلہ کے دو گروہ اور ایک ہی خاندان کے ٹکڑے آپس میں دست و گریبان ہوئے ایک کفر و شرک! ضلالت و گمراہی اور وحشت و بربریت کے دریا میں غرق تھا اور دوسرا توحید و رسالت! رشد و ہدایت اور حق و صداقت کے گلشن کا محافظ!

ایک اسلام کو مٹانے کے لئے آیا تھا اور دوسرا بچانے کے لئے ایک ناموسِ رسالت پر حملہ آور تھا اور دوسرا اس کی حفاظت کی خاطر مرمٹنے کے لئے۔

ایک طرف عتبہ و اُمیہ تھے اور دوسری طرف صدیقؓ و عمرؓ تھے! ایک طرف ابو جہل و ولید تھے اور دوسری طرف حمزہؓ و علیؓ تھے، برادری بھی ایک تھی اور قبیلہ بھی ایک تھا! رشتہ دار بھی تھے اور خاندان بھی ایک لیکن بھائی کی تلوار بھائی سے ٹکرائی اور باپ کی تیغ بیٹے سے!

اور پھر امام الانبیا علیہ السلام نے میدانِ جنگ کا نقشہ دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر فتح و نصرت کے لئے دُعا فرمائی!

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۹۳:۔ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن نبیٔ کریم علیہ السلام نے مشرکین کی طرف دیکھا اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی تو پھر کملی والے آقا علیہ السلام نے یہ دُعا کی:۔

اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض!

کہ اے میرے اللہ یہ تین سو تیرہ جان نثار مسلمانوں کی جماعت لے کر میدان میں آگیا ہوں آج اگر تو نے ان کی مدد نہ کی اور اگر یہ ہلاک ہو گئے۔ تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا!

اگر کفار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
تو قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوچھنے والا

اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ السلام بذات خود میدان جنگ میں تشریف لائے!

مگر جب کملی والا آ گیا اٹھ کر مصلے سے
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہلے سے
صدائے نعرۂ تکبیر سے تھرا اٹھی وادی
کہ امت کے ضعیفوں کی مدد کو آ گیا ہادی

اور پھر تلواریں چمکیں اور ٹکرائیں! تیر سے اٹھے اور چلے! تیر کمانوں سے نکلے اور برسے!

میدان کارزار گرم ہوا!

کافروں کو اپنے ساز و سامان پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنے دین و ایمان پر!

ان کو نہ ہرا تو د تیروں اور فولادی تلواروں پر بھروسہ تھا اور ان کو ــــ

نہ تیر و تیغ پر تکیہ نہ نیزے پر نہ بھالے پر
سہارا تو اک سادہ سی کالی کملی والے پر

اور یہ وہی جنگ ہے۔ جس میں خدا تعالے نے اپنے محبوب پاک

علیہ السلام کی دعائے نصرت و فتح کو قبول کرتے ہوئے پہلے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کی فوج بھیج کر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ جس کا ذکر قرآن پاک کی آیت میں کیا گیا ہے کہ وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ!

تفسیر کبیر جلد ۴ - صفحہ ۳۵۵ :- فَقَالَ قَوْمٌ نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي خَمْسِمِائَةٍ مَلَكٍ عَلَى الْمَيْمَنَةِ وَفِيهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَمِيكَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي خَمْسِمِائَةٍ عَلَى الْمَيْسَرَةِ وَفِيهَا عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ!

کہ حضرتِ جبریل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کا لشکر لے کر میمنہ کی جانب آئے اور حضرتِ ابوبکرؓ بھی ساتھ تھے اور حضرتِ میکائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کی فوج لے کر میسرہ کی طرف آئے اور حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے!

تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۲۹ :- اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِيْ بَكْرٍ كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ فَلَمَّا اَسْلَمَ قَالَ لِاَبِيْهِ لَقَدْ اَهْدَفْتَ لِيْ يَوْمَ بَدْرٍ فَانْصَرَفْتُ عَنْكَ وَلَمْ اَقْتُلْكَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لٰكِنَّكَ لَوْ اَهْدَفْتَ لِيْ لَمْ اَنْصَرِفْ عَنْكَ!

کہ عبدالرحمٰن حضرتِ ابوبکر کے بیٹے جنگِ بدر میں کفارِ مکہ کے ساتھ تھے اور پھر جب وہ مسلمان ہوئے تو اپنے باپ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہنے لگے کہ آپ میری زد میں تین دفعہ آئے مگر میں نے باپ سمجھ کر آپ کو قتل نہ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا بیٹا! اگر تو ایک دفعہ بھی میری زد میں آجاتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا اس لئے کہ دینُ ایمان اور ناموسِ رسالت کے مقابلے میں بیٹا کوئی چیز نہیں ہے!

اب میں شیعہ مجتہدین سے پوچھتا ہوں کہ وہ ذرا انصاف پسند نظروں سے دیکھ کر اور منصف مزاج دلوں سے سوچ کر بتائیں کہ کیا یہ آیت قرآنِ پاک کی ہے کہ نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کریں!

اور اگر ہے تو پھر اس آیت پاک میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم داخل ہیں کہ نہیں؟

اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کریں؟ آیت میں نبیٔ کریم علیہ السّلام کا یہ خطاب کہ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ کن سے ہے؟

اور اگر اس جنگ میں اصحابۂ کرامؓ بھی پورے دین و ایمان کے جذبے کے تحت شریک تھے تو پھر ان کی شان اور ان کے ایمان میں کسی قسم کا شک کر کے اور قرآنِ پاک کو جھٹلا کر جہنّم کی آگ کا ایندھن کیوں بن رہے ہو؟

اور پھر میں یہ بھی پوچھتا ہوں کہ میدانِ جنگ میں نبیٔ کریم علیہ السّلام کی دُعا میں جو مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ آیا ہے۔ اس سے کون لوگ مراد ہیں؟

اگر اس دُعائیہ جملہ میں اصحابہ کرام داخل نہیں تو استثنا کی وجہ دلائل سے ثابت کریں!

اور اگر ہیں تو پھر یہ کتنے غضب کی بات ہے کہ قرآنِ پاک میں خداوندِ تعالےٰ اور حدیثِ مبارکہ میں امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم جن کے دین و ایمان کی گواہی دیں اور ان کے حق میں دُعائے فتح و نصرت فرمائیں اور اسلام کی عظمت، اور دین کی سربلندی کا دار و مدار اپنے انہیں جاںنثار صحابۂ کرامؓ پر رکھیں ان کے بارے میں طعن و تشنیع کا بازار گرم کر کے اپنے دین و ایمان کو برباد کرنا کہاں کی عقلمندی ہے!

ممکن ہے کہ یہ حضرات مذکورہ بالا حقایق کا اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر انکار کر کے یارانِ نبی پر یہ الزام لگائیں کہ وہ کسی جنگ میں بھی شریک

نہیں ہوئے اس روشن حقیقت پر بھی غور کریں!

تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۲۹:۔ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے بہادر تھے اس لئے کہ جنگِ بدر میں ہم نے نبی کریم علیہ السلام کے لئے ایک اونچی جگہ بنا دی تھی۔ فَقُلْنَا مَنْ يَكُوْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِئَلَّا يَهْوِيْ اِلَيْهِ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَوَاللّٰهِ مَا دَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ! —— اور پھر ہم نے مشورہ کیا کہ نبی کریم علیہ السلام کی حفاظت کے لئے ان کے ساتھ کون رہے تاکہ مشرکین مکہ نبی کریم علیہ السلام پر حملہ نہ کر سکیں تو فیصلہ ہوا کہ حضرتِ ابو بکرؓ کو حضور علیہ السلام کے ساتھ رکھا جائے اور پھر ابو بکرؓ سے زیادہ ہم میں سے کوئی بھی نبی کریم علیہ السلام کے قریب نہ تھا!

حملہ حیدری مُلّا باذل ایرانی۔ یہ شیعہ مجتہد لکھتا ہے ؎

ابو بکر نزدِ نبی داشت جائے
بگفت ای بحقِ خلق راہنمائے

کہ جنگِ بدر میں ابو بکر نبی کریم علیہ السلام کے بہت قریب تھے۔

شیعہ حضرات اگر قرآن و حدیث اور ہماری کسی کتاب کو نہیں مانتے تو نہ سہی اپنے ہی اس مجتہد مُلّا باذل ایرانی کے اس حقیقت افروز بیان کو تسلیم کر کے اصحابِ کرام کے متعلق تمام شکوک و شبہات کو دور کر کے ان کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈال کر خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کر لیں!

آخر مُلّا باذل ایرانی کوئی سُنّی تو نہیں تھا کہ اس نے اپنا مسلک صحیح ثابت کرنے کے لئے حضرتِ ابو بکرؓ کے متعلق یہ شعر لکھ دیا ہے بلکہ وہ شیعہ

تھا اور بہت بڑا عالم تھا مگر چونکہ فضائل صحابۂ کرامؓ کا انکار کرنا چمکتے ہوئے سورج کا انکار کرنا ہے اور ان کے فضائل و محاسن اتنے روشن اور وسیع ہیں کہ ان کو چھپانا ایک انصاف پسند انسان کے لئے چاہے وہ پکا شیعہ ہی کیوں نہ ہو بے انصافی ہے اس لئے ملا باذل ایرانی نے بھی اس حقیقت کو فراموش نہ کرتے ہوئے کٹر شیعہ ہونے کے باوجود بھی اپنی کتاب حملہ حیدری میں لکھ کر اپنے منصف مزاج ہونے کا ثبوت دیا ہے!

شیعہ حضرات کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگانا کہ وہ جنگِ اُحد میں بھاگ گئے تھے بالکل بے بنیاد اور غیر حقیقت پسندانہ الزام ہے اس لئے کہ اوّل تو کتب تفاسیر میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ جیسا کہ تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۳۱۴ :۔ وکان اصحاب محمد علیہ السلام تولوا عنہ یوم احد الاثلاثۃ عشر رجلا منھم. ابوبکر وعمر وعلی وطلحۃ بن عبید اللہ وعبد الرحمن ابن عوف والزبیر وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کہ جنگِ اُحد سے کچھ لوگ بھاگ گئے تھے مگر تیرہ جانثار ساتھی میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے جن میں ابوبکرؓ عمر فاروقؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ! حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف! حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص شامل تھے!

مجاہدینِ اُحد کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی :۔

پ۴ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۲۱ :۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اِذْ

هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ط وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ!

اے میرے محبوب پاک علیہ السلام ایک وقت وہ بھی تھا کہ جب تم اپنے بال بچوں سمیت صبح ہی نکل کھڑے ہوئے اور ایمان والوں کو لڑائی کے مورچے پر بٹھا رہے تھے اور خدا سب کچھ سنتا جانتا ہے! یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب تم میں سے دو گروہوں نے پسپا ہونے کا ارادہ کیا لیکن وہ پھر سنبھل گئے کیونکہ خدا ان کا سرپرست تھا اور مومنین کو خدا پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیئے!

اس آیت سے مندرجہ ذیل حقایق روشن ہوتے ہیں۔

۱۔ مجاہدینِ اُحد پکے مسلمان و مومن تھے۔

۲۔ لشکرِ اسلام کے جانباز سپاہی تھے۔

۳۔ ان کا مددگار و سرپرست خود خدا تعالےٰ تھا۔

سوال:۔ شیعہ حضرات سوال کرتے ہیں کہ اس آیت میں ان اصحابہ کرام ؓ کا میدانِ جنگ سے بھاگنا ثابت ہوتا ہے اور میدانِ جہاد سے بھاگنا بہت بڑا گناہ و جُرم ہے؟

جواب:۔ بیشک میدانِ جہاد سے بھاگنا بہت بڑا جرم ہے لیکن اگر کوئی جج کسی ملزم کو بری کر دے تو پھر بھی اس کے جُرم کا تذکرہ گلی گلی کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے!

اوّل تو اصحابہ کرام کا بھاگنا کسی ثقہ اور قوی روایت سے ثابت ہی نہیں ہے اور جب ایسا نہیں ہے تو پھر کسی ضعیف سی روایت پر کسی کے ایمان و کفر کو جانچنا اُصولِ دین کے خلاف ہے؟

جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ حضرات بھاگنے والوں میں سے نہیں تھے وہ اور لوگ تھے جو میدانِ اُحد سے بھاگے تھے!

اور اگر ان کی یہ لغزش صحیح تسلیم بھی کر لی جائے تو پھر بھی اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دین و ایمان اور ان کی شان و عظمت کے دامن پر کوئی داغ نہیں آتا اس لئے کہ جب خدا تعالےٰ نے ان کی اس لغزش کو کھلے الفاظ میں معاف فرما دیا ہے تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس معاملہ میں قیامت تک ٹانگ اڑاتا پھرے۔

پارہ ۴۔ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۵۵:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۚ

کہ جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن ٹھہریں دو فوجیں سو ان کو ڈگمگایا شیطان نے کچھ ان کے اعمال کی شامت سے اور ان کو اللہ نے معاف کر دیا ہے اور بخش دیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے!

پارہ ۴۔ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۵۲:۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓي اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ

اور بیشک سچا کیا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جبکہ تم کاٹ رہے تھے اُن کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے بددلی کی اور تم جھگڑنے لگے اس معاملہ

ہیں اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ دکھا دی تم کو وہ چیز جس کو تم دل سے چاہتے تھے تم میں سے بعض وہ ہے جو چاہتا ہے دنیا اور بعض وہ ہے جو چاہتا ہے آخرت پھر ہٹا دیا تم کو اُن سے تاکہ آزمائے تم کو اور بیشک اُس نے معاف کر دیا تم کو اور اللہ بڑے فضل والا ہے مسلمانوں پر۔

قرآنِ پاک کی ان دونوں آیتوں پر غور کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خداوندِ تعالیٰ نے میدانِ اُحد سے بھاگنے والے مسلمانوں کی لغزش کو کھلے الفاظ میں معاف کر دینے اور فضل کرنے اور بخشنے کا اعلان فرما دیا ہے۔

اس کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات یارانِ نبی پر بھاگنے کے الزام لگا کر ان پر کفر و نفاق کے فتوے لگاتے ہیں تو اس کا پھر مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ واقعی نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ہی حدیث کو اور یہ حضرات فرمانِ خداوندی کو جھٹلا کر اور کلامِ خدا میں شک کر کے اپنی دین و ایمان کی کھیتی کو خود ہی پامال کر رہے ہیں!

اب اس سے زیادہ اصحابِ رسول علیہ السلام کی شان و عظمت اور عزت و فضیلت اور کیا ہو گی کہ پیغمبرِ خدا ان کے حق میں دعائے فتح و نصرت کرتے ہیں اور بارگاہِ رب العزت میں عرض کرتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر آئندہ اسلام کی عظمت کا دار و مدار ہے اور انہیں کے ذریعے سے دنیا میں تیرا نام بلند ہو گا اور اگر یہ مٹ گئے تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا اور قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہو گا!

ان دونوں آیتوں میں یہ الفاظ اور بھی قابلِ غور ہیں۔ تبوی المومنین۔ واللہ ولیھما۔ فلیتوکل المومنون۔ واللہ ذو فضل علی المومنین!

اگر یارانِ نبی علیہ السّلام میدان سے بھاگ کر نعوذ باللہ کافر یا منافق ہو گئے ہوتے تو خدا تعالےٰ اُن کو بار بار مومنین اور مومنوں نہ کہتا اور واللہ ولیہما کہہ کر اُن کی مدد و نگہبانی اور سرپرستی کا اعلان نہ کرتا!

حملہ حیدری ملّا باذل ایراقی صہ ۲۷ :-

پس ازیں خبر سیّد المرسلین
یکے انجمن ساخت با اہلِ دیں
بفرمود آنگہ با اصحابِ خویش
کہ اے حق پرستانِ پاکیزہ کیش

کہ جب نبیؐ کریم علیہ السّلام کو یہ خبر ملی کہ کفّارِ مکّہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر میدان میں آگئے ہیں تو نبیؐ کریم علیہ السّلام نے مشورہ کے لئے اپنے دین پرست دوستوں اور ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے حق پرستو اور پاکیزہ مذہب رکھنے والو بتاؤ کفّار کا مقابلہ کس طرح کیا جائے!

تو حضرتِ ابُوبکر صدیقؓ اور حضرتِ عمر فاروقؓ نے جواب دیا :-

بگفتند یا سیّد المرسلین
قدم پیش بگذار و مارا ببیں
کہ با دشمنِ دیں چہا میکنیم
چہ سال در بیعت جانِ فدا میکنیم

کہ اے تمام رسولوں کے سردار! آپ لڑنے کے لئے قدم آگے بڑھائیں اور ہم کو دیکھیں کہ ہم کس جا نفشانی اور بہادری سے لڑکر دین کے دشمنوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے مگر اسلام کی عظمت کے جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دینگے!

شیعہ حضرات اپنے ملّا باذل ایرانی کے ان اشعار پر غور کریں کہ وہ کس عقیدت کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دین و ایمان اور ان کے جذبۂ جہاد کو بیان کر رہا ہے اور اسلام کی عظمت کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دینے کے عزم کو ظاہر کر رہا ہے!

تو بھلا وہ نبیؐ کریم علیہ السّلام کے ایسے وفادار غلام جاں نثار ساتھی اور سرفروش مجاہد جو سب سے پہلے دین کی سربلندی اور اسلام کی عظمت اور ناموسِ رسالت کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دینے کا عہد کریں ان کے متعلق یہ گمان بھی کرنا کہ وہ کسی میدانِ جہاد سے بھاگ گئے ہوں گے گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟

اصل میں بات یہ ہے کہ جنگ اُحد میں کفّارِ مکّہ نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم قتل کر دئے گئے ہیں!

اس بدترین خبر کے بعد بھلا مسلمانوں کا جم کر لڑنا کیسے ممکن تھا جبکہ ان کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ان کا امیر سیّد المرسلین علیہ السّلام مارے گئے ہیں۔

اس افراتفری اور خوف و ہراس کے عالم میں مجاہدین ادھر ادھر بھاگنے لگے تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ کیا ہمارے آقا و مولا واقعی مارے گئے ہیں؟ ان کی اس بھاگ دوڑ کو میدانِ جنگ سے فرار سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یا پھر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہو گئی تو کچھ لوگوں نے مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے اپنے مقام کو چھوڑ دیا جس کو بھاگنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور پھر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے میدانِ بدر میں اسلام کی فتح و نُصرت کے لیئے جو دُعا فرمائی تھی اگر شیعہ حضرات اپنی آنکھوں سے

تعصب وعناد کی پٹی اُتار کر دیکھیں اور ریاء ان نبی کے متعلق بدگمانی و ہٹ دھرمی کے گرد وغبار کو اپنے دل و دماغ سے جھاڑ کر سوچیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ان مسافروں کو صحیح راستہ نہ مل سکے اور ان کے تاریک دلوں میں نُورِ ہدایت کی روشنی نہ پہنچ سکے۔

دُعا یہ ہے۔کہ اے اللہ! اپنے جانثار مسلمانوں کی مُٹھی بھر جماعت لے کر میدان میں آگیا ہُوں اگر آج یہ ہلاک ہوگئے تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجاہدینِ بدر کو مسلمان فرمانا کتنی بڑی سعادت ہے۔کتنا بڑا انعام اور کتنا بڑا احسان ہے۔

اور وہ انسان کتنا بڑا احمق ہے جو ان مقدس انسانوں کے ایمانؐ اسلام میں شک کرتا ہے جن کو کملی والا اپنی زبانِ پاک سے مسلمان فرماتا ہے۔

اور اس دُعا میں یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو ہو جاتی ہے کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں نہ صرف یہ کہ اسلام کی عظمت! دین کی سربلندی اور حق و ہدایت کی عزّت و آبرو کو مجاہدین بدر کی زندگی و سلامتی پر موقوف کر دیا تھا بلکہ زمین پر عبادتِ خداوندی۔ توحیدِ باری تعالےٰ کی حفاظت اور رسالت و قرآن کی رکھوالی۔نیکی و شرافت کی نگہبانی اور حق و صداقت کی پاسبانی کا دارو مدار بھی انہیں مجاہدینِ بدر پہ چھوڑ دیا تھا۔جو ناموسِ اسلام کی خاطر اپنے پوُرے جوشِ ایمان سے کفّارِ مکّہ کے ساتھ میدانِ بدر میں لڑنے

گئے تھے۔ اس لشکرِ اسلام میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ بھی شامل تھے۔

پھر جنگِ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی۔ دین سربلند ہوا۔ حق کا پرچم لہرایا۔ نیکی جیت گئی اور شیطانی قوت کے مقابلہ میں رحمانی طاقت غالب آئی۔

اور پھر میدانِ بدر میں جوشِ ایمان اور غیرتِ دین کے ساتھ مشرکین مکہ سے لڑنے والے اسلام کے بہادر سپاہیوں۔ دین کے سچے پرستاروں اور کملی والے آقائے دو عالم کے جانثار غلاموں کو خداوندِ تعالےٰ کی طرف سے جو انعام ملا وہ یہ ہے:۔

مدارج النبوت جلد ۲۔ جنگِ بدر[۱]:۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ!

کہ اے میرے دین کو سربلند کرنے والو اور اے میرے نام کو زندہ رکھنے والو اور اے میری توحید کے پرچم کو لہرانے والو اور اے میرے محبوب پاک علیہ السلام کے جانثار غلاموں آج کے بعد تم جو چاہو سو کرو۔ میں نے تمہیں اس جنگ میں بڑی بہادری شجاعت سے لڑنے اور تمہارے دین وایمان کو دیکھ کر بخش دیا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۳۰۲: مجاہدین بدر کی بخشش کی تصدیق فتح مکہ کے وقت اس مشہور واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کی فتح کے لئے مدینہ منورہ کے اطراف واکناف سے اسلام کا ایک بھاری لشکر تیار کرنے کے لئے مختلف قبائل کی طرف پیغامات

---

[۱] ترجمہ مدارج النبوت مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی صفحہ ۱۲۶۔

بھیجے تو حضرت حاطب بن ابی نے نبیؐ کریم علیہ السّلام کے فتح مکّہ کے ارادے اور لشکرِ اسلام کی تیاری کے متعلق مشرکینِ مکّہ کی اطلاع کے لئے ایک خط لکھ کر قبیلہ مزینہ کی ایک عورت جس کا نام ظعینتہ تھا دے کر اُسے کہا کہ جا یہ خط فوراً مشرکینِ مکّہ کو پہنچا دے۔

حضرت حاطب کا یہ خط جو ظاہری طور پر مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تھی وہ عورت لے کر مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوگئی تو امام الانبیا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ فوراً جاؤ اور ایک عورت خط لے کر مکّہ کی طرف جا رہی ہے اُسے پکڑ کر لاؤ۔

مسلمانوں کا ایک دستہ اس عورت کی تلاش میں روانہ ہوگیا اور مدینے سے تھوڑی ہی دُور اس عورت کو پکڑ لیا اور اس پوشیدہ خط کے متعلق دریافت کیا۔

پہلے تو وہ انکار کرتی رہی مگر جب مسلمانوں نے یہ کہا کہ ساری دُنیا جھوٹی ہو سکتی ہے لیکن ہمارا آقا جھوٹا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کا ہر فرمان وحیِ الٰہی ہوتا ہے۔ تو اُس عورت نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکال کر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

نبیؐ کریم علیہ السّلام نے حضرت حاطبؓ کو بُلا کر فرمایا اے حاطب یہ تُو نے کیا کیا اور کیوں کیا؟

حضرت حاطبؓ نے دست بستہ عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم چونکہ میرے بچّے ابھی تک مکّہ میں کفّارِ مکّہ کے رحم و کرم پر ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ ایسا کرنے سے کفّارِ مکّہ خوش ہو جائیں گے اور میرے بچّے ان کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں گے، اور میں بچّے دل سے خدا و رسول پر

ایمان رکھتا ہوں اور دین و اسلام کا اتنا ہی شیدائی ہوں جتنے کہ دوسرے مسلمان!

حضرت حاطبؓ کے اس معقول عذر کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ ہے، اس لئے کہ مجاہدین بدر کے متعلق خدا یہ وعدہ کر چکا ہے:

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔

کہ اے جنگ بدر میں شریک ہونے والو میرے محبوب کے وفادار و جانثار ساتھیو! آج کے بعد تم جو چاہو سو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

شیعہ حضرات اگر تاریخِ اسلام کے اس مشہور و معروف اور ایمان افروز واقعہ کو ذرا بھی انصاف پسند نظروں سے دیکھیں اور اپنے دل و دماغ سے بغض و عناد کے گرد و غبار کو جھاڑ کر سوچیں تو یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دین و ایمان اور ان کی عظمت و توقیر میں کسی قسم کا شک کرنا کفر ہے!

اور مجاہدین بدر کے متعلق جن میں حضرتِ ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمرؓ فاروق اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی پورے ایمان و خلوص اور عزم و استقلال کے ساتھ دین و اسلام کی عظمت حق و صداقت کی سربلندی اور توحید و رسالت کی پاسبانی کی خاطر شریک تھے ان کی شانِ اقدس میں گستاخی اور ان کی عظمت و توقیر اور بخشش و رحمت اور ان کے جنتی ہونے میں کسی قسم کی بدگمانی کرنا ضلالت و گمراہی ہے اس لئے کہ ایک روایت میں ان کے متعلق خداوندِ کریم کی طرف سے یہ انعام بھی ملا تھا۔ وَجَبَتْ لَکُمُ الْجَنَّةُ۔ کہ میں نے تم پر جنت بھی واجب کر دی ہے۔

مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۳۰۲ - میں یہ واقعہ اس طرح ہے حضرت ابُوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن ابی رافع جو کہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے ۔ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ۔ زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ روضہ خاخ کی طرف جاؤ وہاں ایک عورت ہے جس کا نام ظعینۃ ہے مَعَھَا کِتَابٌ فَخُذُوْہُ مِنْھَا اور اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے لو ۔

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم روانہ ہو گئے اور اس عورت کو پکڑ لیا فَقُلْنَا اَخْرِجِی الْکِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِیْ کِتَابٌ ۔ پس ہم نے کہا کہ تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال دے ۔ اس عورت نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ۔

حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ اگر تو نے وہ خط ہمیں نہ دیا تو ہم تیری تلاشی لینے کے لئے تمہارے کپڑے اتار لیں گے ۔ فَاَخْرَجَتْہُ مِنْ عِقَاصِھَا ۔ پس اس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں سے نکال دیا ۔

ہم وہ خط لے کر نبیٔ کریم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ۔ فَاِذَا فِیْہِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَۃَ اِلٰی نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ پس وہ خط حضرتِ حاطب بن ابی بلتعۃ کی طرف سے تھا جو انہوں نے مکہ کے کسی مشرک کی طرف لکھا تھا اور اس میں لشکر اسلام کی تیاری اور نبیٔ کریم علیہ السّلام کے بعض ارادوں سے مشرکین مکہ کو اطلاع دی گئی تھی ۔

نبیٔ کریم علیہ السّلام نے وہ خط پڑھ کر حضرتِ حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور

فرمایا یَا حَاطِبُ مَا هٰذَا ۔ کہ اے حاطب ! یہ کیا ہے ؟
حضرتِ حاطبؓ نے عرض کی لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَيْهِ
وَسَلَّمْ کہ اے اللہ کے رسول میرے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں جلدی
نہ کرنا ۔
اصل میں بات یہ ہے کہ میرے بال بچے مکہ میں مشرکین مکہ کے رحم و
کرم پر ہیں ۔ میں نے سوچا کہ ایسا کرنے سے وہ لوگ خوش ہو کر میرے
بال بچوں کو کچھ نہ کہیں گے ۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو میں دین سے پھر گیا ہوں اور
نہ ہی میں مسلمانوں کا دشمن ہو گیا ہوں ۔
فَقَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَدَقَ ۔ پس نبیٔ اکرم علیہ السلام
نے فرمایا سچ ہے ۔
فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْرِبُ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ ۔
حضرتِ عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام
مجھے اجازت دو تاکہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں ۔
فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ
اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ
تب امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ یہ حاطب جنگِ بدر
میں شریک تھا اس لئے اسے کچھ نہ کہا جائے اور اے عمر کیا تو نہیں
جانتا کہ خداوند تعالٰے نے مجاہدینِ بدر کے حق میں یہ اعلان کر دیا ہوا
ہے کہ آج کے بعد تم جو بھی چاہو وہ کرو ۔ مگر میں نے تمہیں بخش دیا
ہے اور تم پر جنت واجب کر دی ہے ۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ - حضرت جابر رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاطبؓ کا غلام نبیؐ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام لَیَدْخُلَنَّ حَاطِبُ النَّارَ کہ حاطب ضرور دوزخ میں جائے گا۔ تو نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کَذَبْتَ لَا یَدْخُلُھَا فَاِنَّہٗ شَھِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَیْبِیَۃَ کہ تو جھوٹ کہتا ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ وہ جنگِ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھا۔

شمعِ رسالت کے پروانوں کے حق میں ان کے دین و ایمان، عزم و استقلال اور خلوص و ایثار کو دیکھ کر مغفرت و بخشش اور جنت و خلدِ بریں کا اعلان فرما دینے کے بعد نہ صرف یہ کہ اصحابؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کامل مومن ہونے کی ایک غیر فانی حقیقت اور نبیؐ کریم علیہ السلام کے جانثار غلام ہونے کی ایک روشن دلیل ہے بلکہ اس سے شیعہ حضرات کے وہ تمام اعتراضات بھی جو وہ اپنے دلوں میں اصحابؓ کرامؓ کے متعلق بٹھائے ہوئے بغض و عناد کی بنا پر کرتے ہیں۔ بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں جو جنگِ بدر کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔

حضرت حاطبؓ کا یہ فعل ظاہری طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تھی جو ایک ناقابلِ معافی جرم تھا مگر اس رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ کو محض اس لئے معاف کر دیا کہ وہ جنگِ بدر میں ان مجاہدینِ اسلام کے مقدس لشکر میں شامل تھا جن کے حق میں خداوندِ کریم کی طرف بخشش و جنت کا اعلان ہو چکا تھا۔ پھر ان۔۔۔ کے اس گمراہ ٹولے کا اس روشن حقیقت کے بعد

بھی حضرتِ ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شانِ اقدس میں طعن و تشنیع اور گستاخی و بے ادبی کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے جبکہ کملی والے آقائے دو عالم علیہ السّلام کے یہ دونوں جانثار ساتھی اور وفادار غلام بھی پورے خلوص و ایمان سے اس جنگ میں شریک تھے جن کو اللہ کریم کی طرف سے جنّت و بخشش کا پروانہ مل چکا ہے۔

یہ کتنی ضلالت ہے کہ یہ لوگ اپنے بُغض و عناد کی بنا پر ان نفوسِ قدسیہ کو نعوذ باللہ منافق و غیر مومن سمجھ کر دوزخی و جہنّمی جانتے ہیں جن کے ایمان کی تصدیق کرتے ہوئے خداوند کریم اپنی رحمت و بخشش اور جنّت و خلدِ بریں کا وعدہ کر چکا ہے۔

پارہ ۴ ۔ سُورۃ آلِ عمران ۔ آیت ۱۹۵ :۔

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

ترجمہ :۔ وُہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں اور وطن سے نکالے گئے ! اور جن کو میری راہ میں اذیتیں دی گئیں ! اور جو لڑے اور شہید ہُوئے تو البتہ مَیں ان کے گناہوں کو معاف فرما دُوں گا اور ان کو جنّت میں داخل کروں گا ! اور یہ ثواب ان کو اپنی طرف سے دُوں گا !

ایک منصف مزاج اور حق پرست انسان اپنے دین و ایمان کی روشنی میں اس آیت پاک میں اگر تھوڑا سا بھی غور کرے تو اس کے

لئے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ خداوندِ کریم کے نزدیک جو شان و فضیلت مہاجرین کی تھی اور وہ عظمت و عزت جو اللہ کی راہ میں لڑنے اور شہید ہونے والوں کی تھی وہ کسی دوسرے انسان کی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار قرآنِ پاک میں ان کے مدارج و مراتب اور محاسن و کمالات کے چراغ جلا کر نسلِ انسانی کے تاریک دلوں میں دین و ایمان کی روشنی پیدا کر کے اصحابِ رسول علیہ السلام کے مقدس قدموں کے نشانات کی راہ بتاتا ہے! اور ان کی شان و عظمت کی قندیلیں روشن کر کے ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے والے بندگانِ خدا کو یارانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوڑی ہوئی رشد و ہدایت کی منزل تک پہنچنے کا پتہ دیتا ہے! اور ان کے قطعی جنتی ہونے کا اعلان فرما کر اپنے گنہگار بندوں کو اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے جانثار غلاموں کے دامنِ اقدس سے لپٹ کر بخشش و نجات پا جانے کی تلقین کرتا ہے! اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دینے اور گناہوں کو نیکیوں میں بدل کر اپنی طرف سے اچھا ثواب دینے کا وعدہ کر کے گستاخانِ اصحابہؓ کرامؓ کے دلوں میں چھائے ہوئے بغض و عناد کے گرد و غبار کو مٹا کر ان کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈالنے کا سبق دیتے ہوئے جہنم کی آگ کا ایندھن بننے سے روکتا ہے۔

اب غور طلب امور یہ ہیں کہ جن مہاجرین کے متعلق خداوندِ کریم نے ان کے قطعی جنتی ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور ان کی لغزشوں کو معاف فرما کر نیکیوں میں تبدیل کر کے اپنی طرف سے اچھے ثواب کا وعدہ کیا ہے وہ کون لوگ تھے؟

کیا وہ لوگ مہاجر نہ تھے جن کا نام نامی اسمِ گرامی حضرتِ ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمرِ فاروقؓ اور حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے؟

کیا اپنے گھروں اپنے وطنِ مالوف اور اپنے خویش و اقارب کو چھوڑنے والے نہ تھے جن کو یہ شیعہ حضرات گالیاں دیتے ہیں؟

کیا یہ لوگ اس آیت سے مستثنیٰ کر دیئے گئے تھے؟

نہیں۔ نہیں! یہ وُہی نفوسِ قدسیہ ہیں جن کو اصحاب رسول علیہ السلام اور یارانِ مصطفےٰ کہا جاتا ہے!

اور یہ وہی شان و عظمت والے شمعِ رسالت کے پروانے اور حسنِ مصطفےٰ علیہ السلام کے شیدائی تھے جو اپنے دوستوں سے جُدا ہو کر خدا کے دوست کے ساتھ گئے اور اپنے خویش و اقارب کو چھوڑ کر اللہ کے محبوبِ پاک کے ہمراہی ہُوئے۔

اب شیعہ حضرات یا تو اصحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے مہاجرین ہونے کا دلائل سے انکار کریں! اور اگر انکار نہیں کرتے تو پھر ان کے جنّتی ہونے کا اقرار کریں!

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اور اللہ تعالےٰ کی سلامتی اور رحمت و بخشش ہو ان بندوں پر جن کو خداوند کریم نے ان کے دین و ایمان کے پیشِ نظر چُن لیا ہے!

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۱۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ھُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جن مقبول بندوں کو خدا تعالےٰ نے چُن لیا ہُوا ہے وہ اصحابہ کرام رضی اللہ

تعالےٰ عنہم ہیں اور یہ آیت پاک انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہے
حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ غزوہ بدر میں اس وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرتِ رقیہؓ جو کہ حضرتِ عثمانؓ کے نکاح میں تھیں ان دنوں سخت بیمار تھیں۔
چنانچہ حضور علیہ السلام نے انہیں شرکتِ جنگ سے منع کرتے ہوئے فرمایا:۔
"اے عثمان تم مدینہ ہی میں رہو اور میری بیٹی رقیہؓ کی تیمارداری کی بدولت تمہیں اتنا ہی ثواب و اجر ملے گا۔ جتنا کہ جنگ میں شریک ہونے والوں کو۔"
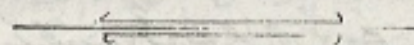
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فضائلِ اصحابۂ کرامؓ

احادیثِ نبویؐ میں

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ - ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۲۶ -

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابۂ کرامؓ کو گالیاں دے رہے ہوں تو تم کہہ دو کہ تمہاری اس شرارت اور بکواس پر اللہ کی لعنت ہو۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نبیٔ کریم علیہ السلام کو اپنے صحابۂ کرام اور جاںنثار ساتھیوں سے ان کے عشق و محبت ! دین و ایمان - خلوص و ایثار اور ان کی وفاداری و جاںنثاری کے پیشِ نظر اتنی محبت تھی کہ کملی والے آقا کو یہ منظور نہیں ہے کہ کوئی انسان میرے غلاموں کو گالیاں دے کر ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے۔

پھر دوسرے مسلمانوں کو یہ حکم فرمادیا گیا ہے کہ اگر کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کو گالیاں دے رہا ہے تو اس کو بلاخوف و خطر

کہہ دو کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس حدیثِ پاک سے نہ صرف یہ کہ اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان وعظمت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے بلکہ رافضیوں کے لئے ایک تازیانہ عبرت بھی ہے۔

یہ گستاخانِ اصحابِ رسول تو آج اپنے بغض وعناد اور اپنی ضلالت وگمراہی کی بناء پر ان کو گالیاں دیتے ہیں جن پر خدا و رسول راضی ہیں مگر آج سے چودہ سو سال قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں لعنت اللہ فرما دیا ہوا ہے۔

بے ادب شیعوں کو چاہیئے کہ فرمانِ مصطفےٰ علیہ السلام کے پیش نظر اپنے عقائدِ باطلہ سے توبہ کرکے اور اپنے آپ کو دامنِ اصحابِ کرامؓ سے وابستہ کرکے اللہ کی لعنت کی بجائے خدا کی رحمت و بخشش کے حقدار بن جائیں!

نہیں تو جھوٹوں پر خدا کی لعنت ——— شیطان پر خدا کی لعنت اور اصحابِ رسول علیہ السلام کو گالیاں دینے والوں پر خدا کی لعنت ہے ———

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۱۵ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۳ ۔

عن عمران بن حصین وعن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ!

حضرت عمرانؓ بن حصین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ انسانوں کے لئے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔

اور ہو بھی کیوں نہ اس لئے کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کے زمانہ پاک میں حضرتِ ابوبکر صدیق۔ حضرتِ عُمر فارُوق۔ حضرتِ عثمان غنی اور حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے دین وایمان کے آفتاب۔ حق وصداقت کے ماہتاب اور رُشد وہدایت کے ستارے بھی موجُود تھے جن کی بدولت کفر والحاد کے اندھیروں میں دین وایمان کا نُور چمکا اور ضلالت وگمراہی کی تاریکیوں میں حق وصداقت کی روشنی پھیلی اور فسق وفجور کی ظلمتوں میں رشد وہدایت کے چراغ جلے!

ظلم وستم کے سیاہ بادل چھٹ گئے اور نسلِ انسانی کے پاؤں میں مدّت سے پڑی ہوئی غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں! کفر وشرک کے شراب خانوں کے دروازے بند ہوگئے اور میخانۂ توحید ورسالت کے دروازے کھُل گئے!

دُنیا کے بُت خانوں میں اللہ اکبر کی صدائیں گونجنے لگیں اور جن کی بدولت کفر وشرک کی کالی گھٹاؤں اور ضلالت وگمراہی کے سیاہ بادلوں کے بعد نسلِ انسانی کے اُفق پر حق واسلام کی قوسِ قزح نیکی وشرافت۔ طہارت ونفاست اور رشد وہدایت کے ہزاروں رنگوں میں نمودار ہوئی۔

حدیثِ پاک کے ان الفاظ یعنی قَرنی میں اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو اس رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بڑے ہی پیارے انداز اور لطیف اشارے میں اپنے بعد ہونے والی خلافت کی ترتیب بھی سمجھا دی ہے۔ وہ یُوں ــــــ کہ

قَرنی کا پہلا حرف ق ہے اور حضرتِ ابوبکر صدیقؓ کا آخری

حرف ق ہے!

قَرنِی کا دُوسرا حرف ر ہے اور حضرتِ عمرؓ کا آخری حرف ر ہے۔

قَرنِی کا تیسرا حرف ن ہے اور حضرتِ عثمان کا آخری حرف ن ہے۔

قَرنِی کا آخری حرف ی ہے اور حضرتِ علیؓ کا آخری حرف ی ہے۔

..یہاں بتانا یہ مقصود تھا کہ قَرنِی کے حروف کی ترتیب میں ہی خلافتِ راشدہ پوشیدہ ہے یعنی میرے بعد پہلے خلیفہ حضرت صدیقؓ ہوں گے! دُوسرے عمرؓ، تیسرے عثمانؓ اور چوتھے علیؓ۔

مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۱۳۰۹ اس حدیث پاک کے الفاظ اس طرح ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام سے سوال کیا گیا کہ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ کہ انسانوں میں سے بہتر و افضل لوگ کون ہیں تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا قَرنِی کہ میرے زمانے والے۔

خَیْرُ اُمَّتِی الْقَرْنُ الَّذِیْنَ یَلُوْنِی۔

خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِی۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم علیہ السّلام نے سُنا کہ حضور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعد اپنے اصحابہ کرامؓ کے اختلافات کے بارے میں سوال کیا تو خداوندِ کریم کی طرف سے مجھے جواب ملا:۔

اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ بَعْضُهَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ۔ کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السّلام تحقیق تیرے اصحابی میرے نزدیک آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی مانند ہیں جو ایک دُوسرے سے زیادہ روشن ہیں۔

اور ان کے اختلاف کے باجُود جو بھی کوئی کسی کی راہ اختیار کرے گا وہ ہدایت پر ہی ہو گا۔ اور پھر نبیٔ کریم علیہ نے فرمایا:۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔

کہ میرے اصحابی آسمانِ ہدایت کے چمکتے ہُوئے ستاروں کی مانند ہیں تم لوگ ان میں سے جس کے پیچھے بھی چلو گے ہدایت پاؤ گے۔

سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیثِ پاک میں اگر کوئی حق وصداقت کا متلاشی اپنے دل ودماغ سے بُغض وعناد کے گردو غبار کو جھاڑ کر غور کرے تو اس کے لئے مقاماتِ صحابۂ کرامؓ کو سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آسکتی۔

نبیٔ کریم علیہ السّلام نے اپنے وفادار غلاموں اور جانثار ساتھیوں کو آسمان پر چمکنے والے ستاروں سے تشبیہ دیکر ان کی شان وعظمت کو جس انداز سے بیان فرما دیا ہے وہ ایک مسلمان کے لئے سرمایۂ حق وہدایت ہے۔

یہ کون نہیں جانتا کہ جب اس خطۂ ارضی پر شبِ تاریک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے مسلّط ہو کر دن کی روشنی کو نابُود کر دیتے ہیں اور جب رات کی زُلفِ سیاہ آفتاب کے چہرے کو ڈھانپ کر کائنات میں ایسی تاریکی پیدا کر دیتی ہے جیسے کسی محبُوب کے گیسُو ئے تابدار

اپنے ہی حسین مکھڑے کو چھپا لیتے ہیں تو رات کے راہی آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی جھلملاتی ہوئی لو کے سہارے اپنی منزل کی طرف قدم بڑھائے چلے جاتے ہیں! اور کون نہیں جانتا کہ سمندر کی طوفانی موجوں میں رات کے اندھیروں میں کشتیاں چلانے والے جب سمندری راستہ بھول جاتے ہیں تو سماء دنیا پر دمکتے ہوئے عطارد و مشتری اور شب تاریک میں صبح کا پیغام دینے والے نجم سحر کی روشنی ہی ان کو کنارے پر لے آتی ہے۔

اسی طرح جبکہ اس خطۂ ارضی پر کفر و شرک کے اندھیروں میں انسان اپنی منزل بھول چکے تھے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں بندگانِ خدا صراطِ مستقیم سے بیگانہ ہو چکے تھے اور فسق و فجور اور الحاد و باطل کی ظلمتوں میں نسلِ انسانی صدیوں سے سیدھی راہ سے ہٹ چکی تھی اور جبکہ حق و صداقت کے حسین چہرہ کو کفر و الحاد کے سیاہ پردوں نے چھپا رکھا تھا اور نیکی و شرافت کی مقدس پیشانی پر عیاشی و فحاشی کے بدنما داغ لگ چکے تھے اور جبکہ عدل و انصاف کی پاک چادر ظلم و ستم کے خونین پنجہ سے پھٹ چکی تھی اور نوعِ انسانی کے پاؤں غلامی و محکومی کی زنجیروں میں جکڑے جا چکے تھے!

تو دفعتاً آفتابِ نبوت طلوع ہوا اور ماہتابِ رسالت چمک اٹھا اور پھر اس ماہتابِ رسالت کو چمکتے ہوئے ستاروں نے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔

آسمان کے چاند کے اردگرد زہرہ و مشتری اور زحل و عطارد روشنی کی بھیک مانگتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس ماہِ مدینہ کے چاروں طرف صدیقؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ اپنے دامن پھیلائے

ہوئے دین وایمان اور حق و ہدایت کی خیرات طلب کرتے نظر آتے ہیں! اور پھر اس منبع جود و سخا نے حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جھولی صدق و صفا کے موتیوں اور حق و صداقت کے گوہروں سے بھردی اور حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن رشد و ہدایت کے لعل و جواہرات اور عدل و انصاف و عدالت کے دُر ہائے نایاب سے بھرپور کردیا۔

اور اس شہنشاہِ دوعالم نے حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاسۂ گدائی کو شرم و حیا کے مہکتے ہوئے پھولوں اور ریاضت و طہارت کے حسین گلدستوں سے معمور کردیا اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ سوال میں سخاوت و شجاعت کی ذوالفقار جیدھی اور حوضِ کوثر کی تقسیم کے پیالے عطا کرکے فرمادیا کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ۔

اور پھر یہ ستارے اُفقِ انسانیت پر چمکے اور آسمانِ ہدایت پر جھلملائے۔

پھر ان کی بدولت ظلم و ستم کے اندھیروں میں رحم و کرم کا اُجالا ہوگیا! بدی و گناہ کی تاریکیوں میں نیکی و ثواب کی روشنی پھیل گئی۔

کفر و شرک کی ظلمتوں میں اسلام و توحید کی چمک پیدا ہوگئی۔

الحاد و باطل کے سیاہ بادلوں میں حق و صداقت کی کرنیں پھوٹ نکلیں۔

دُنیا کے بتکدوں میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوئی رات کے مسافروں کو اُن کی کھوئی ہوئی منزل مل گئی۔

نسلِ انسانی کے تاریک دلوں میں نورِ ایمان چمک اٹھا کفر و شرک

کی شراب پی کر خوابِ غفلت میں سونے والے آسمانِ حق و اسلام کے تابندہ ستاروں کو دیکھ کر جاگ اُٹھے!

اور گناہ و معصیت کے سمندر میں انسانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتیٔ حیات کو نیکی و ثواب کا کنارا مل گیا!

فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے مطابق ہدایت کے ان ستاروں میں سے جس کی بھی اقتدا کی جائے گی! جس کو بھی اپنا امام تسلیم کر لیا جائیگا اور جس کے دامن کو بھی تھام لیا جائے گا۔ سینوں میں نورِ ایمان چمک اُٹھے گا۔ دلوں میں چراغِ معرفت جل جائیں گے اور آنکھوں میں حُسنِ حقیقی کے جلوے نظر آنے لگیں گے۔

وہ چاہے صدیقِ اکبرؓ کی چوکھٹ ہو یا عمرِ فاروقؓ کا دروازہ۔ چاہے عثمان غنیؓ کا دامنِ اقدس ہو یا علی المرتضیٰؓ کے قدموں کا نشان۔

حدیثِ پاک کے یہ الفاظ اپنے اندر ہزاروں معانی لیئے بیٹھے ہیں۔ بَعْضُھَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ کہ جس طرح آسمان کے ستارے اپنی چمک دمک اور خواص و علائم کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت و مرتبہ رکھتے ہیں اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اپنی اپنی ذاتی و انفرادی حیثیت سے ایک دوسرے سے افضل ہیں۔

اگرچہ زحل و مشتری اور عطارد و زہرہ اور دوسرے ستارے اپنی اپنی چمک دمک اور خواص و علائم میں بے نظیر و بے مثال ہیں لیکن میری ذاتی رائے میں وہ مرتبہ و درجہ اور وہ شان و عظمت اور وہ دلکشی و دل فریبی جو نسلِ انسانی کو خوابِ غفلت سے جگانے اور رات کی تاریکی

ہیں صبح کا پیغامِ مسرت دینے والے نجمِ سحر کا ہے وہ کسی اور کا نہیں اور اسی طرح اگرچہ تمام اصحابہ کرامؓ فضائل و مراتب محاسن و کمالات اور درجات و کرامات میں لاجواب و لامثال ہیں لیکن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی گوناگوں خصوصیات کے اعتبار سے ان تمام سے افضل ہیں۔

افضل البشر بعد الانبیاء۔ افضل الخلق بعد الانبیاء۔ افضل الناس بعد الانبیاء سیدنا ابوبکرؓ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آئیے ذرا قرآنِ پاک کی روشنی میں ستاروں کی خصوصیات پر غور و فکر کریں اور پھر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابہ کرامؓ کی شان و عظمت کو دیکھیں جنہیں حضور علیہ السلام نے ستاروں کی مثل فرمایا ہے۔

پ۱۴۔ س النحل۔ آیت ع۱۶۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ کہ رات کی تاریکی میں آسمان پر چمکنے والے ستارے رات کے مسافروں کو راستہ دکھاتے ہیں۔

پ۷۔ س الانعام۔ آیت ع۹۷۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ اور وہی خدا کی ذات ہے جس نے تمہارے لئے ستارے روشن کئے تاکہ تم ان سے خشکی و تری کے اندھیروں میں سیدھا راستہ پا سکو۔ اور یہ سب کچھ ہم نے اس لئے بتایا ہے کہ تاکہ کوئی علم و دانش سے ان سے استفادہ حاصل کر سکیں۔

قرآن پاک کی ان آیات کو دیکھو اور پھر نبی کریم علیہ السلام کی اس حدیث مبارکہ پر غور کرو اور پھر اصحابہ عظام کی عزت و آبرو اور توقیر و توصیف ملاحظہ کرو۔

یاران نبی رشد و ہدایت کے ستارے ہیں ـــــ اور ستاروں کی خصوصیات ـــــ بھٹکے ہوئے مسافروں کو راستہ دکھاتا ہے ـــ

اس تطابق سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اصحابہؓ کرام نے کفر و شرک کے اندھیروں ـــــ الحاد و باطل کی ظلمتوں اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو اسلام و توحید کی راہ بتائی حق و صداقت کا راستہ دکھایا اور رشد و ہدایت کی منزل کی نشاندہی کی ـــــ اور اگر کوئی شخص اس زندہ حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ قرآن پاک میں ستاروں کی بیان کی ہوئی خصوصیات کا بھی منکر ہے اور یہ کفر ہے۔

پھر خداوند تعالیٰ نے فرمایا سخر لکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے دن اور رات اور شمس و قمر کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہے۔

اصحابہؓ کرامؓ ستارے ہیں۔ اور ستارے اللہ کے حکم کے تحت ہیں ـــــ جو اللہ کے حکم کے تحت ہو گا۔ اس سے گناہ۔ بدی۔ برائی اور معصیت کا سرزد ہونا محال ہے۔ لہٰذا اصحابہؓ عظام سے بھی کسی قسم کی کوئی لغزش۔ کوئی برائی۔ کوئی بدی۔ کوئی نافرمانی کوئی بے انصافی اور منافقت محال ہے ـــــ

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۶ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ ۔ نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۱ ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے تین بار فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی کہ میرے اصحابۂ کرامؓ کے حق میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو ۔

لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ اور میرے بعد ان کی شان میں گستاخی نہ کرنا اور ان پر طعن و تشنیع کے تیر نہ برسانا بلکہ ان سے محبت وعقیدت رکھنا اور ان کی تعظیم و توقیر کرنا ۔ پس جس نے میرے صحابہ کرام سے محبت کی اُس نے میری دوستی کا دم بھرا اور جس نے ان سے دشمنی کی اُس نے مجھ سے دشمنی کی وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فیوشک ان یاخذہ اور جس نے میرے اصحابۂ کرامؓ کو دُکھ پہنچایا اُس نے مجھے دُکھ پہنچایا اور جس نے مجھے دُکھ پہنچایا اُس نے اللہ تعالےٰ کو دُکھ پہنچایا اور جس نے اللہ کو دُکھ پہنچایا وہ دردناک عذاب میں پکڑا جائے گا ۔

سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیثِ پاک پر غور کرنے سے ایک معمولی سا انسان بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یارانِ مصطفےٰ علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے ۔ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہماری زبان سے اُن کی شان میں کوئی گستاخی کا لفظ نکل جائے تو ہماری تمام نیکیاں برباد ہو جائیں اور ان کے متعلق بیہودہ قسم کے اعتراضات اور بازاری قسم کے الزامات کے باعث اپنے دین و ایمان کی کھیتی برباد ہو

ہو جائے!

اور پھر نبی کریم علیہ السلام نے کیسے واضح الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کر دیا ہے کہ میرے غلاموں کو دکھ پہنچانا مجھے دکھ پہنچانا ہے اور مجھے دکھ دینا اللہ کو دکھ دینا ہے اور اللہ کو دکھ دینے والا دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

گویا کہ، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دکھ دینا بالواسطہ اللہ کو دکھ دینا ہے۔

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کیا صدیق اکبرؓ۔ عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کو گالیاں دینے اور ان پر طعن و تشنیع کے تیروں کی بارش کرنے اور ان کی شانِ اقدس میں تبرا بازی کے پتھر برسانے اور بیہودہ قسم کے اعتراضات کرنے اور ان پر نعوذ باللہ کفر و نفاق کے فتوے لگانے نبی کریم علیہ السلام کے ان وفادار غلاموں اور جانثار ساتھیوں کو دکھ پہنچتا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کرو۔

اور اگر ایسی مذموم حرکات سے ان کو دکھ پہنچتا ہے۔ تو پھر تم ان نفوسِ قدسیہ کی شان میں بازاری زبان استعمال کر کے اور رسول و خدا کو دکھ پہنچا کر دردناک عذاب کو دعوت کیوں دیتے رہتے ہو۔

ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۔ مصنفہ شیخ الفقہہ والحدیث ابی جعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْ

صحابی اما علمتم ان حبی وحب آل نبی وحب اصحابی فرضہٗ اللّٰہ تعالیٰ علی امتی الی یوم القیامۃ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوئے پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں یہ کیا دیکھتا ہوں کہ تم لوگ میرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں اختلاف کرتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خداوند کریم نے میری اور میری اہل بیت اور میرے اصحابِ کرامؓ کی محبت میری امت پر قیامت تک کے لئے فرض کر دی ہے۔

ریاض النضرہ جلد ۲۔ صفحہ ۴۶ - نزہت المجالس جلد ۲ مختلف الفاظ میں۔ عن ابن عباس۔ نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندا کرنے والا ندا کرے گا۔ کہ این اصحاب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کہ مصطفٰے علیہ السلام کے یار کہاں ہیں۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ دربارِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ فیقول اللّٰہ تعالیٰ لابی بکر قف علی باب الجنۃ فادخل من شئت برحمۃ اللّٰہ وامنع من شئت ——— یا اذھب الی باب الجنۃ فادخل من شئت وامنع من شئت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندا کرنے والا ندا کرے گا۔ کہ مصطفٰے علیہ السلام کے یار کہاں ہیں۔ پھر صدیق اکبرؓ دربارِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا اے ابوبکرؓ جنت کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو اللہ کی رحمت سے جنت

ہیں داخل کر دو اور جس کو چاہو اللہ کے علم سے روک دو۔ دُوسری روایت میں برحمۃ اللہ اور بعلم اللہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

اور حضرتِ عمر فارُوق رضی کو حکم ہو گا کہ تم میزان پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کے عمل چاہو کم کر دو اور جس کے چاہو بڑھا دو یا بھاری کر دو۔

اور حضرتِ عثمانِ غنی رضی کو حکم ہو گا کہ تم پُل صراط پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور جس کو چاہو بازُو سے پکڑ کر پار لگا دو اور جس کو چاہو جہنّم میں پھینک دو۔ اور حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کو حکم ہو گا کہ تم حوضِ کوثر پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو پیالے بھر بھر کر پلا دو اور جس کو چاہو پیاسا رکھو۔

اصحابِ کرام رضی کی شان پہ قرباں اُن کی عظمت پہ صدقے اور ان کی تعظیم پہ نثار!

جنّت کے دروازے پر صدیقِ اکبر رضی۔ میزان پر عُمر فارُوق رضی۔ پُل صراط پر عثمانِ غنی رضی اور حوضِ کوثر پر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صدیقِ اکبر رضی بھی سُنّیوں کا۔ عُمر فارُوق رضی بھی سُنّیوں کا۔ عثمانِ غنی رضی بھی سُنّیوں کا اور علی المرتضیٰ بھی سُنّیوں کا۔

اب سوال :- پیدا ہوتا ہے کہ چاروں راستے تو سُنّیوں نے روک لئے اور یہ شیعہ حضرات کہاں جائیں گے؟

تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ بھی جنّت میں جانا چاہتے اور اعمال بڑھانا چاہتے ہیں اور پُل صراط سے گزرنا چاہتے ہیں۔ اور حوضِ کوثر کا پانی پینا چاہتے ہیں۔ تو صدیقِ اکبر رضی کے دامن

کو تھام لیں۔ عمر فاروقؓ کے غلام بن جائیں۔ عثمان غنیؓ کی محبت پیدا کریں۔ اور علی المرتضیٰؓ کے قدم چوم لیں۔

اس لئے کہ اپنے دشمن کو نہ تو کوئی اپنے گھر آنے دیتا ہے اور نہ ہی کوئی عزت کرتا ہے اور نہ کوئی روٹی کھلاتا اور پانی پلاتا ہے۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۱۴۔ حضرت علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: اَنَا مَدِیْنَۃُ السَّخَاءِ وَاَبُوْبَکْرٍ بَابُھَا وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الشُّجَاعَۃِ وَعُمَرُ بَابُھَا وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الْحَیَاءِ وَعُثْمَانُ بَابُھَا وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا! کہ میں سخاوت کا شہر ہوں۔ اور ابو بکرؓ اس شہر کا دروازہ ہے اور میں شجاعت کا شہر ہوں اور عمرؓ اس شہر کا دروازہ ہے اور میں حیا کا شہر ہوں اور عثمانؓ اس شہر کا دروازہ ہے اور میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس شہر کا دروازہ ہے! ایک مسلمان کے لئے سخاوت و شجاعت کا خزانہ اور حیا و علم کی دولت اس کی شان و عظمت کی روشن دلیل اور تعظیم و توقیر کا بین ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔

فرمان مصطفےٰ علیہ السلام کے مطابق اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰہِ کہ سخی مسلمان اللہ کا محبوب ہوتا ہے اور اِنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے ایک غازی اور شجاع مسلمان کے لئے ذریعہ نجات ہے اور اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ کہ حیا ایمان کی نشانی ہے اور خَیْرُ النَّاسِ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ کہ بہتر انسان وہ ہے جو قرآن پڑھے اور دوسروں کو بھی پڑھائے!

یہ چاروں صفاتِ حسنہ ایک ایک کرکے نبی کریم علیہ السلام کے چاروں یاروں میں موجود تھیں - اور اس شان سے تھیں کہ ان چاروں صفات کی اصل کملی والے آقائے دو عالم علیہ السلام تھے اور فرع چاروں یار ——

وہ آفتاب تھا یہ کرنیں تھیں ——

وہ ماہتاب تھا یہ شعاعیں تھیں ——

وہ گلستان تھا یہ پھول تھے ——

وہ دریا تھا یہ نہریں تھیں ——

اور وہ شہر تھا یہ دروازے تھے ——

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۲۱۴ - کتاب الفردوس کے حوالے سے علامہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا :-

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ اَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُھَا وَ عُمَرُ حِیْطَانُھَا وَ عُثْمَانُ سَقْفُھَا وَ عَلِیٌّ بَابُھَا - کہ میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکرؓ اس شہر کی بنیاد ہے اور عمرؓ اس کی دیواریں ہیں اور عثمانؓ اس کی چھت ہے اور علیؓ اس کا دروازہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم!

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں جس پیارے انداز سے اور واضح الفاظ میں صحابۂ کرامؓ کی شان و عظمت کو بیان فرمایا ہے وہ جہاں ایک خوش عقیدہ سُنی مسلمان کے لئے سرمایۂ دین و ایمان اور راحتِ دل و جان ہے وہاں ایک بدعقیدہ شیعہ دوست کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔

اور نبی کریم علیہ السلام نے اس حدیثِ مبارکہ میں نہ صرف اپنے

چاروں وفادار غلاموں اور جاں نثار دوستوں کی تعریف و توصیف اور مدح و شان بیان فرمائی ہے بلکہ لطیف اشاروں اور انوکھے انداز میں اپنے بعد کی خلافتِ اسلامیہ کی ترتیب بھی سمجھا دی ہے۔

ایک معمولی سا انسان بھی یہ جانتا ہے کہ جب کوئی انسان اپنا مکان تعمیر کرتا ہے تو سب سے پہلے اس مکان کی بنیادیں تیار ہوتی ہیں پھر دیواریں بنتی ہیں پھر اس کی چھت بچھائی جاتی ہے اور پھر سب سے آخر میں اس مکان کے دروازے لگائے جاتے ہیں!

یہ کبھی نہیں ہوا کہ مکان تعمیر کرنے والا سب سے پہلے ہی دروازے کھڑے کر دے!

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک کسی مکان کی بنیادیں! دیواریں اور چھت تیار نہیں ہوگا دروازہ لگ ہی نہیں سکتا! امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وصالِ پاک کے بعد خلافتِ اسلامیہ کا جو محل تیار ہونا تھا اس کی تعمیر و ترتیب نبیٔ کریم علیہ السّلام نے ان الفاظ میں یُوں بیان فرما دی کہ میرے بعد خلافتِ اسلامیہ کے محل کی بنیاد ابُوبکرؓ ہے۔ یعنی خلیفۂ اوّل ——— اور اس کی دیواریں عمرؓ ہے یعنی خلیفۂ دوم ——— اور اس کی چھت عثمانؓ ہے یعنی خلیفہ سوم اور اس کا دروازہ علیؓ ہے یعنی خلیفۂ چہارم رضی اللہ تعالےٰ عنہم!

خلافت کی مفصّل بحث تو انشاء اللہ العزیز آگے آئے گی۔ یہاں صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ اگر کوئی بیوقوف اور بے عقل انسان اپنے مکان کی نہ تو بنیاد رکھے اور نہ ہی اس کی دیواریں بنائے اور نہ ہی اس کی چھت بچھائے اور اپنی ضد و ہٹ دھرمی کی بنا پر محافظ

کو یہ کہے کہ پہلے دروازہ لگوا دو تو ایسی صورت میں بھلا کونسا ایسا انسان ہے۔ جو اس کی حماقت پر آنسو بہاتے ہوئے اسے پاگل۔ دیوانہ اور بیوقوف نہ کہے گا۔

اب شیعہ حضرات سے پوچھو کہ خلافت کے مکان کی نہ تو بنیاد ہی تسلیم کرتے ہو اور نہ ہی اس کی دیواریں مانتے ہو۔ نہ ہی اسی مکان کی چھت پر ایمان رکھتے ہو تو ایسی صورت میں سب سے پہلے علیؓ کا دروازہ کیسے لگا سکتے ہو!

بس شیعہ حضرات کی یہی ضد اور ہٹ دھرمی اور حماقت وجہالت ہے اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ مکان کے اندر کی ہر چیز سنبھا لنے کے بعد دروازہ آخر میں ہی بند کیا جاتا ہے اور دروازے پر ایک مضبوط سا تالا لگا دیا جاتا ہے تاکہ یہ مکان چوروں اور ڈاکوؤں سے محفوظ رہے اور کوئی لٹیرا گھر کا سامان لوٹ کر نہ لے جائے۔

اسی طرح خلافت اسلامیہ کے خوبصورت محل میں جب صدیق اکبرؓ کی صداقت کے موتی! عمر فاروقؓ کی عدالت کے گوہر اور عثمان غنیؓ کی حیا کے لعل وجواہرات سنبھال لئے گئے تو آخر میں اس محل کا دروازہ علی المرتضیٰ کا لگا دیا گیا تاکہ کوئی چور! کوئی ڈاکو اور کوئی لٹیرا نہ تو صدیق کی صداقت کے موتی چرا سکے اور نہ عمرؓ کی عدالت کے گوہر لوٹ سکے اور نہ ہی عثمانؓ کی حیا کے لعل چھین سکے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فضائل صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰ - ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۷ -

حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبئ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بیٹھے تھے تو رسولِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا! اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرَ - کہ مجھے ذاتی طور پہ تو یہ معلوم نہیں کہ میں تم میں کتنی مدت تک زندہ رہوں گا! پس میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دامن کو تھام لینا۔

ہو بھی کیوں نہ! ان کی اقتدا ذریعۂ نجات —— ان کا دامن سایۂ رحمت! ان کی محبت —— وسیلۂ بخشش —— ان سے عقیدت —— باعثِ برکت —— اور ان کا ادب وجۂ ایمان!

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۷ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰ -

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبئ کریم علیہ السلام ایک دن مسجد شریف میں داخل ہوئے وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والاخر عن شمالہ وھو اخذ بایدیھما فقال ھکذا نبعث یوم القیامۃ - اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسولِ اکرم علیہ السلام کے دائیں بائیں تھے اور نبئ کریم علیہ السلام نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے! پس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اسی طرح قیامت کے

دن اُٹھیں گے۔

اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی اس حقیقت کو واضح کر دیا تھا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ میرے روضۂ انور میں میرے ساتھ دفن ہوں گے۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا اور یہ دونوں حضرات مختلف مقامات پر دفن ہوئے ہوتے تو امام الانبیأ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کیسے پورا ہو سکتا تھا۔

حضرتِ صدیقِ اکبر اور حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا روضۂ انور میں دفن ہونا اس لئے بھی ضروری تھا کہ انسان جس مٹی سے پیدا کیا جاتا ہے اُس مٹی میں دفن ہوتا ہے۔

جیسا کہ بیہقی و حاکم حضرت ابوسعید سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک حبشی مدینہ منورہ میں آیا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ نبیٔ کریم علیہ السلام نے دیکھا کہ چند آدمی اس کی قبر کھود رہے ہیں۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سِیْقَ مِنْ اَرْضِهٖ اِلٰی تُرْبَتِهِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْهَا۔ کہ یہ جس مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ آخر اسی مٹی میں دفن ہو گیا۔

شرح الصدور مطبوعہ مصر صفحہ ۴۱۔ حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی مدینہ منورہ میں دفن ہوا تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا الطِّیْنَةِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْهَا۔ کہ یہ وہی مٹی ہے جس مٹی سے یہ پیدا کیا گیا تھا۔

علل الشرائع صفحہ ۱۱۔ ابنِ بابویہ نے لکھا ہے کہ عبد قزوینی نے کہا۔ کہ میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آدمی پیدا

کہیں ہوتا ہے اور دفن کسی اور جگہ ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا لان اللہ تعالیٰ لما خلقه من ادیما لا رض ثم رجع انسان الی تربتہ۔ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر انسان مرجع وہی زمین بنائی ہے۔ جس زمین کی مٹی سے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

ان روشن دلائل کے بعد یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وجود پاک بھی روضۂ مصطفےٰ علیہ السلام کی خاکِ مقدس سے بنایا گیا تھا۔

اور جس روضۂ اقدس میں وہ دونوں خلفاء اسلام آرام فرما ہیں وہ لوح و قلم، کرسی و جنّت اور عرشِ الٰہی سے بھی افضل ہے اور اس کی خاکِ مقدس بوسہ گاہِ ملائکہ اور راحتِ جان و دل جنّ و بشر ہے اور بیماروں کے لئے شفا۔ لاعلاجوں کے لئے علاج۔ دکھیوں کے لئے پیامِ سکھ۔ بیقراروں کے لئے مژدۂ راحت و مسرّت ہے۔ اور جس کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ ما بین منبری و بیتی روضة من ریاض الجنة کہ میرا روضۂ انور جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے!

شیعہ حضرات کی کتاب فروع کافی جلد اوّل صفحہ ۱۵۰ میں بھی یہ حدیثِ پاک انہیں الفاظ کے ساتھ موجود ہے ما بین منبری و بیتی روضة من ریاض الجنة۔ مطلب یہ کہ یہ دونوں پیشوایانِ اُمّت جنّت کے باغ میں آرام فرما ہیں۔ لیکن قرآنِ پاک کا فیصلہ یہ ہے۔ وماوٰهم جهنم وبئس المصير۔ کہ کفّار و منافقین کا ٹھکانہ جہنّم ہے اور ان کے لوٹنے اور ٹھہرنے کی جگہ بدترین ہے۔

اب میں شیعہ حضرات سے پُوچھتا ہُوں کہ اگر نعوذ باللہ صدیقؓ و عُمرؓ تمہارے گستاخانہ عقیدے کے مطابق کافر و منافق تھے تو ان کو جہنّم میں ہونا چاہیئے تھا نہ کہ جنّت میں!

اور جنّت کے بھی اس ٹکڑے میں ہیں جس پر ہزاروں جنّتیں قُربان - لاکھوں عرش بریں صدقے اور کروڑوں سدرہ نثار -

اور جہاں ہر روز اور ہر وقت ستّر ہزار فرشتوں کی نُورانی جماعت حاضر ہو کر دُرود و سلام کے پھُول نچھاور کرتی رہتی ہے اور اپنے مقدس پروں سے خاکِ تربتِ مصطفےٰ علیہ السّلام کو جھاڑ کر اپنی غلامی و نیاز مندی کا ثبوت دیتے ہُوئے اپنی سعادت و خوش قسمتی پر ناز کرتی ہے -

اور جہاں شب و روز انوار و تجلّیات کی بارش ہوتی رہتی ہے اور جہاں جنید و بایزید بسطامی کاسۂ گدائی ہاتھوں میں لئے فقر و درویشی کی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں اور جہاں رحمتِ دو عالم علیہ السّلام کے موتی اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے عرشِ اعظم بھی جھکتا رہتا ہے -

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰ - ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۸

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا ما من نبي إلّا وَلَهُ وزيران من اهل السماء ووزيران من اهل الارض فاما وزيراي من اهل السماء فجبريل وميكائيل واما وزيراي من اهل الارض فابو بكر وعمر - کہ ہر نبی کے لئے چار وزیر ہوتے ہیں دو آسمانوں پر اور دو

زمین پر! یعنی آسمانوں پر میرے دو وزیر حضرت جبرائیلؑ و حضرت میکائیلؑ ہیں اور زمین پر میرے دو وزیر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔

اس حدیث پاک سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ اس خطۂ ارضی پر جہاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے وہاں ابو بکرؓ و عمرؓ کی وزارت بھی ساری زمین پر ہے! اور یہ حقیقت بھی سب لوگ جانتے ہیں کہ کسی ملک کا حاکم اپنے ملک کے تمام کاروبار اور مختلف قسم کے محکمے اپنے وزیروں کے سپرد کر دیتا ہے تاکہ ملک کے تمام معاملات! حالات اور امورِ سلطنت خوش اسلوبی سے چلتے رہیں؛ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت چونکہ زمین و آسمانوں پر ہے اور آسمانوں کے تمام کاروبار تو حضرت جبرائیلؑ و میکائیلؑ چلا رہے اور زمین کی سلطنت کے تمام امور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم چلا رہے ہیں! اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ کسی وزیر کی مخالفت اس کے حاکم کی مخالفت و دشمنی بغاوت ہوتی ہے اور بغاوت ایک سنگین اور ناقابلِ معافی جرم ہوتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ فاروق شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین کی بادشاہت کے وزیر ہیں! ان کی مخالفت اور ان کی عزت و آبرو پر حملہ اور ان کی شان و عظمت میں گستاخی اصل میں شہنشاہِ دو جہاں کی مخالفت ہے! ان کی شان میں گستاخی ہے! ان کی عظمت کی توہین ہے!

اور توہینِ نبوت کفر ہے۔ گستاخِ رسالت بے دینی ہے اور دشمنی

مصطفےٰ علیہ السّلام ضلالت ہے۔

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۸ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰۔

عن عبداللہ بن حنطب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی ابابکر وعمر فقال ھذان السمع والبصر۔

حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں کان اور آنکھیں ہیں۔

رسولِ اکرم علیہ السّلام نے اس حدیث مبارکہ میں اپنے وفادار غلاموں کی جس پیارے انداز میں تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے۔ وُہ ایک مردِ مومن کے لئے باعثِ تسکینِ دل اور وجۂ قرارِ جاں ہے۔

انسانی جسم سینکڑوں اجزا و اعضا سے مکمل ہوتا ہے لیکن اس پیکرِ انسانی میں وُہ مقام اور درجہ جو کانوں اور آنکھوں کا ہے۔ کسی اور کا نہیں ہے! انہیں دو اعضا سے انسان سینکڑوں میلوں کی آواز سُن کر لطف اُٹھاتا ہے اور ہزاروں کوسوں کی اشیاء کو اور قدرتِ الٰہیہ کے حسین مناظر اور حُسنِ یار کے جلوے دیکھ کر دلِ افسردہ کو چین و قرار بخشتا ہے۔

صدائے حق کو سُننے اور آئینۂ حق کو دیکھنے کے یہی دو اعضاء ہیں! ایک باطل پرست انسان جب حق کی آواز اپنے کانوں سے سُن کر اپنے تاریک دل میں روشنی پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس کا دل آئینہ حق نما بن کر نہ صرف اس کی اپنی ذات کے لئے فقر و درویشی کی منزل عطا کرتا ہے بلکہ دُوسرے کروڑوں باطل پرست انسانوں کو بھی

حق و ہدایت کی سیدھی راہ دکھاتا ہے! اور اپنے گرد و پیش کی ہر چیز میں محبوبِ حقیقی کے جلوے دیکھ کر کیف و مستی کے عالم میں جب اللہ ہُو کی صدا بلند کرتا ہے تو کائنات کا سینہ پھٹ جاتا ہے! پہاڑ ہل جاتے ہیں! دریاؤں کی روانی تھم جاتی ہے! اُجڑے ہُوئے چمنستان میں بہار آ جاتی ہے اور نسلِ انسانی پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔

کفر و شرک کے اندھیروں اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں سیدھی راہ سے بھٹکا ہُوا انسان جب حق و ہدایت کے آفتاب کی روشنی دیکھ کر اپنی آنکھوں سے الحاد و باطل کے سیاہ پردے اُٹھا لیتا ہے تو پھر اس کے سینے میں رشد و ہدایت کی ایک شمع روشن ہو جاتی ہے اور دل میں نیکی و شرافت کے سینکڑوں چراغ جل اُٹھتے ہیں جن کی بدولت اُس کا وجود صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ دُوسرے انسانوں کے لئے بھی حق و ہدایت کا مرکز اور طہارت و نفاست کا سرچشمہ بن کر لاکھوں بندگانِ خدا کی زندگی کی اُجڑی ہُوئی کھیتیوں کو سیراب کرتا رہتا ہے۔ اور کروڑوں انسانوں کے تاریک دلوں کو نورِ معرفت سے منوّر کر دیتا ہے!

قرآنِ پاک نے حق و باطل میں تمیز۔ اسلام و کفر میں امتیاز اور توحید و شرک کی پہچان اور نیکی و بدی کو جاننے کے لئے دل۔ کان اور آنکھوں پر محمول کیا ہے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

کہ وہ لوگ جو حق و اسلام کو نہیں پہچانتے اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں ہیں اور ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ جن کی وجہ سے نہ تو وہ حق کی آواز سن سکتے ہیں اور نہ ہی نورِ حق کو دیکھ سکتے ہیں۔

اور جب وہ نہ ہی دیکھتے ہیں اور نہ ہی سنتے ہیں تو پھر ان کے دلوں میں حق و ہدایت کی روشنی کیسے پیدا ہو سکتی ہے!

اب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پر غور کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جس طرح جسم انسانی کے تمام اعضا میں سے کان اور آنکھیں افضل ہیں اسی طرح اس کائناتِ ارضی کے جسم کے لاکھوں اجزا و اعضا میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما افضل ہیں!

اور اس حدیث پاک سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حق کی آواز سننے اور حق کو دیکھنے اور پہچاننے میں ان دونوں حضرات سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔

ابنِ ماجہ شریف صفحہ ۱۰۔ ترمذی شریف جلد دوم۔ صفحہ ۲۰۶۔

عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ طَلَعَ اَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَانِ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ یَا عَلِیُّ لَا تُخْبِرْھُمَا!

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بیٹھا تھا کہ اچانک حضرتِ ابوبکر

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما ظاہر ہوئے! تو رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے سوا جنت کے تمام بوڑھوں کے سردار ہیں! اور اے علیؓ ان کو اس بات کی خبر نہ دینا یعنی کہ مجھ سے پہلے! مطلب یہ کہ ان کے اس مرتبے و شان اور فضیلت و عظمت کی خوشخبری میں اپنی زبانِ پاک ہی سناؤں گا۔ اس لئے اے علیؓ تو ان کو اس بات کی اطلاع نہ دینا۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۱۹۱۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابو بکر اور حضرتِ عمر کو دیکھا اور فرمایا! اِنِّی اُحِبُّکُمَا کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں اور جو تم سے محبت رکھے گا۔ اللہ تعالےٰ بھی ان سے محبت رکھے گا۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۱۹۱۔ حضرت علی المرتضیٰ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان آنکھوں سے نبیٔ کریم علیہ السلام کو دیکھا اور پھر رسولِ اکرم علیہ السلام کو اپنے کانوں سے یہ فرماتے ہوئے سُنا مَا وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ مَوْلُوْدٌ اَزْکٰی وَّ اَطْھَرَ مِنْ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرَ! کہ اسلام میں ابوبکرؓ اور عمرؓ سے بڑھ کر کوئی پاک و صاف پیدا نہیں ہوا۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۱۹۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ فِیْ اُمَّتِیْ کَمِثْلِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ فِی الْکَوَاکِبِ۔ کہ ابو بکرؓ و عمرؓ میری امت میں ایسے ہیں جیسے ستاروں میں سورج و چاند ہیں!

اب یہ کون نہیں جانتا کہ شمس و قمر اپنی روشنی کے اعتبار اور آب و تاب کے لحاظ سے بہر صورت ستاروں سے افضل و برتر ہیں اور ان کی روشنی ستاروں کی چمک پر غالب آ کر ان کی ضیا کو نابود کر دیتی ہے یہی نہیں بلکہ آسمان پر چمکنے والے ستارے اپنی چمک و دمک میں شمس و قمر کے محتاج ہیں اور انہیں کی روشن کرنوں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر اور آسمانِ دُنیا پر موتیوں کی لڑیاں بن کر زمین پر بسنے والے انسانوں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے ہیں۔

امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس مثال و تشبیہ سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کملی والے آقائے دو عالم علیہ السلام کی اُمّت ستارے ہے اور اس میں ابو بکرؓ و عمرؓ آفتاب و ماہتاب ہیں اور شمس و قمر اپنے مدارج و مراتب اور اوصاف و کمالات اور چمک و دمک کے اعتبار اور کائنات ارضی کو فوائد و فیوضات پہنچاتے میں بہر نوع افضل و بزرگتر ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجۂ اوّل کہ اوّل یار بود ثانی اثنین اذھما فی الغار بود
صدرِ دین صدیقِ اعظم قطبِ حق در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
ہرچہ حق از بارگاہِ کبریا ریخت در صدرِ شریعت مصطفےٰ
آں ہمہ در سینۂ صدیق ریخت
لاجرم تا بود از و تحقیق ریخت (شیخ عطارؒ)

واقفِ اسرارِ نبوّت! رازدارِ رازِ رسالت! صدرِ دین و ملت! قطبِ حق و شریعت! یارِ غار۔ ساتھی مزار! افضل البشر بعد الانبیاء تحقیق حضرتِ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ!

جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں مشکل سے مشکل وقت اور کٹھن سے کٹھن گھڑیوں میں بھی پیغمبرِ اسلام علیہ السلام کی رفاقت نہ چھوڑی!

جو سب سے پہلے اسلام لانے کے بعد زندگی کے آخری ایام تک حق و اسلام کی عظمت اور توحید و رسالت کی شان و شوکت کے ڈنکے بجانے میں مصروف رہے!

جو دینِ حق کی سربلندی کی خاطر جان و دل اور مال و دولت کی قربانی دینے میں سب سے آگے رہے!

جو قبولِ اسلام سے لے کر وصالِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم تک

دین و اسلام کی اشاعت اور کفارِ مکہ کے مظالم سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے میں ہمہ تن مشغول رہے!

جو حق و صداقت کے علم کو سربلند رکھنے کے لئے مشرکینِ عرب کے مقابل مقاتلہ میں قدم بقدم اپنے آقا کے ساتھ رہے!

جن کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی رات اپنا رفیقِ سفر بنانے کے لئے منتخب کیا!

جن کو مرضِ رسولِ اکرم علیہ السلام کے ایام میں تین دن تک نبی کریم علیہ السلام کے مصلے پر کھڑے ہو کر امامت کا شرف حاصل ہوا!

جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد دامنِ محبوب کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ پھر سفر و حضر! جنگ و امن! خوشی و غم! جلوت و خلوت اور غار و مزار تک نہیں چھوڑا!

جن کی دعوتِ اسلام پر حضرتِ عثمانِ غنیؓ! حضرتِ زبیرؓ بن العوام حضرتِ عبد الرحمٰنؓ بن عوف! حضرتِ سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرتِ طلحہؓ بن عبد اللہ حضرتِ عثمانؓ بن مظعون! حضرتِ ابو عبیدہؓ! حضرت ابو سلمہؓ، اور حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص مشرف باسلام ہوئے جو بعد میں جلیل القدر صحابی رسول کہلائے اور ان میں سے کچھ عشرہ مبشرین کی مقدس جماعت میں شامل ہوگئے!

اگرچہ یہ تمام اکابر صحابہ ہیں جو آسمانِ اسلام کے تابندہ ستارے ہیں۔ لیکن ان ستاروں کا مرکزِ شمسی حضرتِ ابو صدیق ہی کی ذات ہے!

جنہوں نے حضرتِ بلالؓ! حضرتِ عامرؓ بن فہیرہ! حضرتِ نذیرہ! حضرتِ نہدیہؓ اور حضرتِ جاریہؓ کو اپنے مال و دولت اور لطف و کرم

کی بدولت کفارِ مکہ کی غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرا کے مشرکینِ عرب
پنجۂ استبداد سے نجات دلائی۔
حقیقت تو یہ ہے کہ صدیق کا دوسرا نام اسلام ہے اور اسلام کا
دوسرا نام صدیق! صدیق کو اگر اسلام سے جُدا کردیا جائے تو اسلام
ہوگا لیکن رُوحِ اسلام نہیں ہوگی!
اور اگر اسلام کو صدیق سے علیٰحدہ کر دیا جائے تو اسلام کی صداقت
نہیں رہ جاتی!
اسلام کے ابتدائی دَور اور وصالِ مصطفےٰ علیہ السّلام کے بعد اسلام
کی عظمت کو مٹانے کے لئے کیسے کیسے خطرناک فتنوں نے اُبھر کر دین
حق کے خلاف باقاعدہ شورش وبغاوت کی صُورت اختیار کرلی تھی
لیکن اگر حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمت وفراست
اور دیانت وصداقت اور اُن کے حسنِ اخلاق اور دینی بصیرت کے
ساتھ ناموسِ اسلام اور عظمتِ دین کی حفاظت کا مجاہدانہ جذبہ
سے ان خلافِ اسلام سازشوں کا قلع قمع نہ کیا جاتا تو بہت ممکن تھا
ابتدا ہی میں آفتاب اسلام کے حسین چہرے پر کفر وارتداد منکرینِ زکوٰۃ
اور جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کے مکر و فریب کے سیاہ بادل چھا کر اس کی
آب وتاب کو چُھپا دیتے! اور نسلِ انسانی پھر کُفر وشرک کے انہیں
تاریک گڑھوں میں جا گرتی جہاں سے ہادئ برحق صلی اللہ علیہ
وسلم نے کفارِ مکہ کے ظلم وستم برداشت کر کے! کانٹوں کے بستر پر سو کر!
گلیوں میں پتھر کھا کر! بازاروں میں گالیاں سُن کر اور میدانِ اُحد
میں اپنے دانت تڑوا کر اس کو نکالا تھا!

بعض مدعیانِ نبوّت تو نبیٔ کریم علیہ السّلام کی حیاتِ طیبہ ہی میں ہی پیدا ہو چکے تھے۔ چنانچہ مسیلمہ کذّاب نے سنہ ہجری میں ہی نبوّت کا دعویٰ کر کے خاتم النّبیین علیہ السّلام کو لکھ دیا تھا کہ چونکہ میں آپ کی نبوّت میں شریک ہوں اس لیئے نصف دُنیا میری ہے اور نصف آپ کی ہے!

لیکن وصالِ مصطفٰے علیہ السّلام کے بعد اور بھی بہت سے مدّعیانِ نبوّت پیدا ہو گئے تھے۔ چنانچہ طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی اور مسیلمہ کذّاب کے علاوہ سجاح نامی ایک عورت نے بھی بڑے زور و شور سے اپنی نبوّت کا اعلان کر دیا تھا اور پھر ان کذّابوں نے عرب کے مشہور قبیلوں کی امداد و اعانت کے بل بوتے پر اسلام کے خلاف ایک باقاعدہ بغاوت پھیلا دی تھی!

مکّہ میں کفر و ارتداد کا فتنہ۔ مدینہ کے گرد و نواح میں منکرینِ زکوٰۃ کی شورش! یمن میں اسود عنسی کی جھوٹی نبوّت کا طوفان۔ یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کی بیہودہ رسالت کا خطرہ اور قطقان میں سجاح کے اعلانِ نبوّت کی سازش یہ تمام خطرناک سازشیں اور خوفناک بغاوتیں اسلام کی عظمت کو مٹانے اور دین کے جاہ و جلال کو نیست و نابود کرنے کے لیئے ایک ایک کر کے پوری قوّت کے ساتھ میدان میں اُتر چکی تھیں جن سے خلافتِ اسلامیہ کا تاج اپنے سرِ اقدس پر رکھنے کے فوراً بعد ہی حضرتِ صدیقِ اکبر کو نمٹنا پڑا!

اور پھر اس وقت تک آرام نہیں کیا۔ جب تک کہ حق و اسلام کے خلاف کفر و باطل کی تمام بغاوتوں کو کچل نہیں دیا!

ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ صدیق رضؓ عینِ اسلام ہے اور اسلام عینِ صدیق رضؓ ہے!
صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافتِ اوّل کا انکار، خاتونِ جنت رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو باغِ فدک نہ دینے کا بیہودہ الزام اور اسامہ بن زید کی لشکر کشی سے انحراف کے من گھڑت افسانے پر اعتراض کرنا نہ صرف یہ کہ اس ذاتِ اقدس اور عالمِ علومِ نبوّت اور واقفِ اسرارِ رسالت اور یارِ غار کی شان میں گستاخی کرنا ہے بلکہ آج بھی اسلام کے خلاف ایک سازش اور دینِ حق کے خلاف بغاوت کے مترادف ہے ـــــــ اس مقدس انسان کی شان و عظمت کو گھٹانے اور اس کی عزّت و آبرو کی سفید چادر پر سیاہ داغ لگانے کی ناکام کوشش میں بازاری زبان استعمال کرتے، جلوس نکالنے اور اپنی حماقت و جہالت پر ماتم کرنے سے نہ تو اس کی خلافتِ اوّل کو چھینا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے مدارج و مراتب کے سورج کو بے نور کیا جا سکتا ہے۔

صدیوں فلاسفہ کی چناں اور چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی عبداللہ ہے اور کنیت ابوبکر رضؓ ہے! صدیق اور عتیق القاب ہیں اور والد کا نام عثمان ہے اور کنیت ابوقحافہ۔ والدہ کا نام سلمیٰ ہے اور کنیت اُمّ الخیر ہے۔
حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے پہلے ایک متموّل تاجر کی حیثیت رکھتے تھے اور دیانت و امانت، سچائی اور راستبازی

اور حسنِ اخلاق و نیک سیرت اور شرافت و بھلائی میں سارے مکہ میں مشہور تھے!

آپ کا مکان بھی اسی محلّہ میں تھا جس محلّہ میں حضرتِ خدیجۃ الکبریٰ رضی رہتی تھیں۔ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد پھر انہیں کے گھر کو اپنی رہائش گاہ بنا لیا تھا۔

محلہ بھی ایک تھا اور برادری بھی ایک —— ذہن بھی ایک تھا، اور مزاج بھی ایک!

عمر میں کوئی دو ڈھائی سال کا فرق تھا!

روز روز کی ملاقات، اور گھڑی گھڑی کے میل ملاپ سے دوستی بڑھتی گئی —— اور محبت فزوں تر ہوتی گئی۔

دونوں کی اُلفت کے موتی چمکتے گئے اور محبت کے پھول کھلتے گئے! وہ شمع تھا اور یہ پروانہ —— وہ پھول تھا اور یہ عندلیب! وہ مختار تھا —— اور یہ عبداللہؓ ——

پھر وہ نبیؐ تھا —— اور یہ صدیقؓ

کملی والے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تاجِ نبوّت عطا ہوا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے بچپن کے یار حضرت ابو بکرؓ کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا تو اس ثنا سائے مزاجِ مصطفےٰ نے بغیر کسی تامل کے آمنہؓ کے لال کی نبوّت کو تسلیم کر کے اوّل المسلمین کا اعزاز حاصل کر لیا!

اگرچہ آپ کے ایمان لانے کے بہت سے واقعات لکھے گئے ہیں

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرتِ ابُوبکر کا آئینۂ دل پہلے ہی سے پاک صاف تھا جو محض خورشیدِ رسالت کا عکس آنے سے چمک اُٹھا!

پیغمبرِ اسلام علیہ السّلام کی دعوت پر جس شخص نے سب سے پہلے حق کی آواز کو قبول کیا اور پھر ہجرت کے نازک ترین اور خطرناک سفر میں کفّارِ مکّہ کے چنگل سے نکل کر غارِ ثور تک اور پھر غارِ ثور سے لے کر مدینہ منوّرہ تک پوری جانثاری سے رسولِ خدا علیہ السّلام کی رفاقت کی وہ حضرتِ ابُوبکر صدیق رضؓ ہی کی ذات تھی!

سب سے پہلے خلافتِ اسلامیہ کا تاج اپنے سر پر رکھنے کے فوراً ہی بعد حضرتِ ابُوبکر کو جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اُن کے باعث تو اسلام کا وجُود ہی خطرے میں پڑ گیا تھا۔

نبیٔ کریم علیہ السّلام کے وصالِ پاک کے ساتھ ہی اسلامی اتحاد اور وحدتِ عربیہ میں انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ قبائل بگڑ چکے تھے! منکرینِ زکوٰۃ نے شورش برپا کر دی تھی اور جھوٹے مدّعیانِ نبوت نے اسلام کی جڑوں پر کلہاڑے چلانے شروع کر دئے تھے اور رملہ میں عوام النّاس دینِ حق سے انحراف کر کے پھر کفر و شرک میں مبتلا ہونے کے لئے تیار کھڑے تھے!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مشکلات پر کیسے قابُو پا لیا جبکہ آغازِ اسلام میں مسلمان بالکل بے دست و پا اور بے سر و سامان تھے تو اس کا جواب آسانی سے یہ ہی دیا جا سکتا ہے کہ حضرتِ ابُوبکرؓ کی ہر موقع پر کامیابی کا راز نبیٔ کریم علیہ السّلام کی پاک صحبت، اور رفاقت کا اثر تھا۔

جو متواتر بیس سال تک ان کو حاصل رہی۔

بعض لوگ اپنی کم علمی اور تنگ نظری کی بنا پر منکرین زکوٰۃ اور دوسرے ارتداد کے فتنوں کو ختم کرنے کے لئے حضرت ابُوبکر صدیقؓ کی لڑائیوں پر اعتراض کرتے رہے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ تاریخِ اسلام میں انہیں جنگہائے ارتداد کو فیصلہ کُن اہمیت حاصل ہے۔

اس لئے کہ اگر وہ رازِ دار اسرارِ نبوت مدینہ منورہ کے چند مسلمانوں کی رائے قبول کرکے اسلام کے ان باغیوں سے جنگ نہ کرتے اور ہزاروں حفاظِ قرآن شہید کرا کے اپنے محبُوبِ حقیقی کی ختم نبوت کی عظمت کو نہ بچاتے تو فتنہ و فساد کم ہونے کی بجائے ان میں اور بھی شدت پیدا ہو جاتی اور پھر ایسی صُورت میں نہ تو دینِ حق کی کوئی قدر و منزلت رہ جاتی اور نہ ہی کبھی اسلامی سلطنت کا قیام عمل میں لایا جا سکتا۔

اگر خدا نخواستہ ان لڑائیوں میں حضرت صدیق اکبرؓ کی مٹھی بھر فوج کو کامیابی حاصل نہ ہوتی تو بہت ممکن تھا۔ کہ آج ہماری گردنوں میں بھی محمد مصطفےٰ علیہ السّلام کی بجائے مسیلمہ کذّاب کی غلامی کا پٹہ ہوتا اور اصلی و حقیقی نبوت کے خدو خال مٹ کر نقلی و جھوٹی نبوت کے سیاہ پردے ہماری آنکھوں پر پڑ جاتے جہاں سے پھر کسی کو بھی دینُ ایمان کی روشنی نظر نہ آ سکتی ـــــ جیسے کہ قادیانی نبوت ـــــ اور پھر اس کا نتیجہ مسلمانوں اور اسلام دونوں کے لئے تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا۔

ان حالات کو دیکھتے ہُوئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ خلیفۂ

ول نے مرتدین سے جنگ کرنے کا فیصلہ کرکے اور پھر ان پر پوری
رح تسلط پاکر نہ صرف اسلام کی عظمت اور دینِ حق کی شان و شوکت
و بچالیا بلکہ تاریخ عالم کا رُخ موڑ کر نئے سرے سے انسانی تہذیب و
مدن کی بنیاد رکھ دی۔

اگرچہ مدینہ منورہ کے چند اصحابِ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق
ضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس بے سروسامانی اور تنگ
امانی میں مانعینِ زکوٰۃ اور مرتدینِ اسلام کے خلاف جنگ کرنی نقصا
دہ ہے لیکن چونکہ آپ عزم و استقلال کے کوہِ گراں تھے اور آپ نے اپنے
محبوبِ حقیقی کی صحبت و رفاقت سے انہوں نے جو سبق سیکھا تھا وہ یہ
تھا کہ جنگ میں فتح و شکست فوجوں کی کثرت اور سامانِ جنگ کی فراوانی
پر نہیں بلکہ لڑنے والوں کی جوانمردی۔ حوصلے۔ شجاعت اور جذبۂ
شہادت پر موقوف ہوتی ہے اور وہ اپنی زندگی میں ایسے کئی معرکے
دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے اہلِ مدینہ کی رائے کو قبول نہ کرتے
ہوئے اور کسی مصلحتِ وقت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عَلَمِ اسلام کو سربلند
رکھنے کے لئے اسلام کے خلاف تمام سازشوں کو مٹانے کا فیصلہ کرلیا۔

عہدِ نبوت میں تو مسلمانوں کو اپنی فتح و نصرت پر ہر وقت یقین ہوتا
تھا اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک علیہ السلام سے فتح و
کامیابی کا وعدہ کر رکھا تھا اور ہر جنگ میں مسلمان اپنی آنکھوں سے
فرشتوں کو میدانِ جنگ میں لڑتا دیکھتے تھے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے عہد
میں ایسی کوئی بات نہ تھی!

رسولِ اکرم علیہ السلام کے بعد وحی کا نزول منقطع ہوچکا تھا اب

صرف جذبۂ ایمانی اور شوقِ شہادت اور نبیؐ کریم علیہ السّلام کا اسوۂ حسنہ ہی باقی تھا جن کی بدولت مسلمان کامیابی اور فتح و نصرت سے ہمکنار ہو سکتے تھے اور پھر انہیں ہتھیاروں اور خدائی تلواروں کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہر میدان میں بروئے کار لاکر تمام مخالفینِ اسلام کو کچل دیا۔

اور اگر خلیفۂ اوّل ایسا نہ کرتے تو پھر ایرانی و رومی سلطنتوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو کامیابی و فتح ہونی تو درکنار عراق و شام کی طرف مُنہ کرنا بھی دشوار ہو جاتا!

یہ کتنے دُکھ کی بات ہے کہ آج بدعقیدہ لوگ ان کے ایمان و اسلام میں بحث کرتے ہیں اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرکے جہنّم کی آگ کا ایندھن بننے کی تیاری کرتے ہیں جنہوں نے قبولِ اسلام سے لے کر آخری ایّام تک اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی حمایت و اعانت میں کسی وقت بھی اپنی عزّت و آبرو اور اپنے مال و جان کی پرواہ نہیں کی تھی۔

اور جنہوں نے اسلام کی سربلندی۔ دین کی عظمت اور حق و صداقت کے عَلم کو اونچا رکھنے کی خاطر اسلام کے خلاف تمام قوتوں کو پامال کرکے دینِ حق کا بول بالا کر دیا۔

اور جنہوں نے توحید و رسالت کے گرانقدر خزانے کی حفاظت کے لئے رات کی تاریکیوں میں اپنے محبوبِ حقیقی کے ساتھ وطنِ مالوف گھر بار اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر مکّہ مکرمہ سے مدینہ منوّرہ تک پیدل سفر کیا اور راستے میں کئی بار اس مرکزِ نبوّت کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا جس کو کعبہ سے بت توڑنے کے وقت شیرِ خدا بھی نہ اُٹھا سکے تھے!

اور پھر جنہوں نے غارِ ثور کی اندھیری کوٹھڑی میں عشقِ رسول میں اژدھا کے کئی ڈنگ اپنے پاؤں میں کھائے لیکن اس لئے جنبش نہ کی کہ کہیں محبوب خدا کے آرام میں خلل نہ آجائے!

اور جن کو خدا کی طرف سے ثانی اثنین اور صاحبِ رسولؐ کا کا خطاب عطا ہوا اور نبی کی طرف سے صدیق و عتیق کے القاب ملے۔

اور جو آج بھی روضۂ مصطفٰے علیہ السّلام میں اپنے محبوب حقیقی کے پہلو میں آرام فرما ہے۔

اس کے دین و ایمان میں شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے!

صدیق و عتیق کی وجہ تسمیہ

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرتِ ابوبکر نبی کریم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو رسولِ معظم علیہ السّلام نے ان کو دیکھ کر فرمایا اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ۔ کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ پھر اسی دن سے وہ عتیق کے نام سے پکارے جانے لگے!

ریاض النظرہ جلد ۱ صفحہ ۴۶۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۲۴۔ ابویعلی فی مسندہ وابن سعد والحاکم کے حوالے سے نقل ہے کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ ابوبکر کو دیکھا اور فرمایا مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عَتِیْقٍ مِّنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ۔ کہ جو کسی ایسے شخص کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہو کہ جو جہنّم کی آگ سے آزاد ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔

ریاض النظرۃ جلد ۱۔ صفحہ ۶۶۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے جب معراج سے واپس آکر بیان فرمایا تو جاء المشرکون الی ابی بکر فقالوا ھل لک الی صاحبک مشرکین مکہ ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا یار کیا کہتا ہے۔

کہتا ہے کہ میں آج رات کے تھوڑے سے حصے میں بیت المقدس اور عرش ولامکان تک کی سیر کرکے آیا ہوں۔ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ وَقَالَ ذَالِکَ۔ کہ کیا میرے یار نے واقعی یہ کہا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ——

فَقَالَ لَقَدْ صَدَقَ وَاِنِّیْ لَاُصَدِّقُہٗ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میرے محبوب نے سچ فرمایا ہے۔ اور اگر وہ اس سے بھی کوئی بعید بات کہتا تو میں اس کی بھی تصدیق کرتا۔ فلذالک سُمِّیَ الصدیق۔ پس اس وجہ سے وہ صدیق کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

ریاض النظرہ جلد ۱ صفحہ ۶۷۔ تاریخ الخلفا صفحہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنَّ قَوْمِیْ لَا یُصَدِّقُوْنِیْ۔ کہ میری قوم اس معراج کے معجزہ کو نہیں مانے گی۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یُصَدِّقُکَ اَبُوْبَکْرٍ وَھُوَ صِدِّیْقٌ۔ کہ ابوبکر تصدیق کرے گا۔ اور وہ صدیق ہے۔

تاریخ الخلفا صفحہ ۲۵۔ لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ہمیں ابوبکر کے متعلق کچھ فرمائیے۔ تو آپ نے فرمایا:۔

ذٰلِكَ اَمْرٌ سَمَّاہُ اللّٰہُ الصِّدِّیْقَ عَلٰی لِسَانِ جِبْرِیْلَ وَعَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ کہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا نام جبرائیل و مصطفےٰ علیہ السلام کی زبان پر صدیق رکھا ہے۔ حضرت حکیم بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ اس بات کی قسم کھاتے تھے۔ کہ لَاَنْزَلَ اللّٰہُ اِسْمَ اَبَا بَکْرٍ مِنَ السَّمَاءِ الصِّدِّیْقَ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام آسمان سے صدیق نازل کیا ہے۔

کتب شیعہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے کا ثبوت

کشف الغمہ صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ ایران سُئِلَ الامام جعفر علیہ السلام عَنْ حِلْیَۃِ السَّیْفِ ھَلْ یَجُوْزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰی اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ سَیْفَہٗ فَقَالَ فَقَالَ الرَّاوِیْ اَتَقُوْلُ ھٰکَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَقَامِہٖ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ۔ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ۔ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ فَمَنْ لَمْ یَقُلْ لَہٗ صِدِّیْقٌ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

ترجمہ:۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تلوار کو چاندی سے مرصع کرنا جائز ہے؟

آپ نے فرمایا —— ہاں ——

اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی تلوار کو چاندی سے مرصع کیا ہوا تھا۔

سوال کرنے والے نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا آپ بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہتے ہیں؟

حضرتِ امام نے فرمایا ــــ ہاں ــــ اور تین بار اپنی جگہ سے اُٹھ کر فرمایا:۔

نَعَمْ الصِّدِّیْقُ ۔ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ ۔ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ

اور جو اسے صدیق نہ کہے ۔ خدا تعالیٰ اسے دُنیا و آخرت میں جھوٹا کرے ۔ یعنی اُس کے دین و ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔

رجال کشی ۔ مصنفہ شیخ جلیل ابو عمرو محمد بن عمر عبدالعزیز صفحہ

۲۰ ۔ حضرت بُریدہ اسلمی فرماتے ہیں :۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّۃَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلٰثَۃٍ فَجَاءَ اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ وَاَنْتَ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ فَلَوْ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَنْ ھٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَۃِ ۔

ترجمہ :۔ کہ میں نے رسولِ اکرم علیہ السلام سے سُنا ۔ آپ نے فرمایا کہ تحقیق جنت تین آدمیوں کی ہر وقت مشتاق رہتی ہے ۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آ گئے ۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔ تو صدیق ہے ۔ اور تو غار میں بھی دُوسرا تھا ۔ راوی کہتا ہے کہ کاش میں نبی کریم علیہ السلام سے تیسرے کے متعلق بھی پُوچھ لیتا ۔

تفسیر قمی ۔ ابی الحسن علی بن ابراہیم القمی صفحہ ۲۶۶ ۔ ابی عبداللہ

لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْغَارِ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ ۔ کہ جب نبی کریم علیہ السلام غارِ ثور میں تھے تو آپ نے حضرتِ ابوبکرؓ سے فرمایا ۔ کہ میں اس وقت جعفر اور اُس کے ساتھیوں کا سفینہ دیکھ رہا ہُوں ۔

حضرتِ ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی دکھا دو۔ حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا ہاں دکھاتا ہوں۔
فَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْہِ فَرَاٰھُمْ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ۔ پس نبی کریم علیہ السلام نے ابوبکرؓ کی آنکھوں پر دستِ رحمت پھیرا۔ تب اُس نے بھی دیکھ لیا۔ پھر رسولِ پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ تو صدّیق ہے۔

شیعہ حضرات کی مستند اور معتبر کتابوں سے جناب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت کے ساتھ ساتھ آپ کا صدیق ہونا بھی ثابت کر دیا گیا۔ مگر افسوس کہ موجودہ دور کے غالی۔ متعصب اور تبرائی رافضی شیعہ اپنے آئمہ مجتہدین کی راہ سے بھی ہٹ چکے ہیں۔ ورنہ اگر یہ لوگ اپنے دلوں سے عداوتِ صحابہ کرام کی سیاہی کو دھو کر اور اپنی آنکھوں سے عناد کی پٹی اُتار کر ان روشن ستاروں کی چمک دمک کو دیکھیں تو پھر نہ انہیں ابوبکرؓ کی صدیقیت میں کوئی شک نظر آئے اور نہ ہی عمر فاروق کی عدالت میں کوئی شبہ دکھائی دے نہ ہی عثمانؓ غنی کے صاحبِ ذوالنورین ہونے میں کوئی تاویل حائل ہو اور نہ ہی اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عزّت آبرو اور عفت و عصمت کی پاک چادر داغدار نظر آئے۔

صدیقؓ اور صادقؑ

دُنیا کا ہر انسان جب بھی کبھی حضرت امام جعفر علیہ السلام کا اسمِ گرامی لیتا ہے تو صادق ضرور کہتا ہے۔ حالانکہ گیارہ امام اور بھی

ہیں۔ مگر کسی کے نام کے ساتھ لفظِ صادق نہیں بولا جاتا۔ نہ امام باقر کو کوئی صادق کہتا ہے اور نہ ہی امام نقی و تقی کو نہ ہی امام موسیٰ کاظم کے ساتھ صادق کہا جاتا ہے اور نہ ہی موسیٰ رضا کے ساتھ۔ پھر امام جعفرؓ کے نام کے ساتھ لفظِ صادق کیوں ہے؟

آؤ! ——— ذرا حضرتِ امام جعفر علیہ السّلام ہی سے پوچھ لیں۔ کہ آپ صادق کیوں ہیں۔

جواب ملتا ہے۔ وَلَدَنِیَ الصِّدِّیْقُ مَرَّتَیْنِ۔ کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ نے دو دفعہ جنا ہے یعنی مَیں دو نسبتوں سے صادق ہوں۔

پہلی وجہ ابوبکر کا بیٹا محمد۔ محمد کا بیٹا قاسم۔ قاسم کی بیٹی ام فردہ۔ ام فردہ کا نکاح ہوا۔ حضرتِ امام باقر سے اور اس کے بطن سے حضرتِ امام جعفرؓ پیدا ہوئے اور حضرتِ صدیق کی نسبت سے صادق ہوئے۔

گویا کہ حضرتِ امام جعفرؓ کی والدہ حضرتِ ابوبکر صدیقؓ کی پڑپوتی تھی۔

اور آپ کی نانی حضرتِ اسماء تھیں جو حضرتِ ابوبکرؓ کی پوتی تھی۔ ابوبکر کا بیٹا عبدالرحمٰن۔ عبدالرحمٰن کی بیٹی حضرت اسماء۔

کشف الغمہ۔ علی بن سعید اربلی شیعہ کی کتاب۔ صفحہ ۲۲۰۔

محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب امہ ام عبداللہ بنت الحسن بن علی بن ابی طالب واسم ولدہ جعفر وعبداللہ وامہما ام فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق یعنی محمد بن علی کی والدہ کا نام ام عبداللہ بنت حسن ہے اور ان کے بیٹوں کا نام جعفر اور عبداللہ

بنت حسن ہے اور ان کے بیٹوں کا نام جعفر اور عبداللہ ہے جن کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

جلاء العیون صفحہ ۱۵۲ و پدر آنحضرت امام باقر و مادر آنحضرت ام فروہ دختر قاسم پسر محمد بن ابو بکر۔ کہ حضرت امام جعفر صادق کے باپ کا نام امام باقر ہے اور ان کی والدہ کا نام ام فروہ ہے جو لڑکی ہے قاسم کی اور قاسم بیٹا ہے محمد کا اور وہ بیٹا ہے ابو بکر کا۔

اس حسب و نسب اور خاندانی محبت و اُلفت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات حضرت ابو بکر صدیق کی شان و عظمت سے انکار کرتے ہیں اور انہیں صدیق مانتے۔ یارِ غار جانتے اور امام اوّل پہچانتے کی بجائے اُن کی عزت و آبرو پر رکیک حملے کرنے سے باز نہیں آتے تو پھر میں ایسے بے ادب و گستاخ شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ سب سے پہلے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے معراجِ پاک کی تصدیق کس نے کی۔ اور حضرت امام جعفر صادق صادق کیوں ہیں؟

جواب یہی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ۔

پھر اگر تم نبی کریم علیہ السلام کے معراج کو اور امام جعفر کو صادق مانتے ہو۔ تو ابو بکر کو بھی صدیق مانو۔ اور اگر اسے صدیق نہیں مانتے تو پھر نبی کے معراج کا بھی انکار کرو اور امام جعفرؓ کو صادق کہنا بھی چھوڑ دو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآنِ پاک اور صدیق معظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

قرآنِ پاک نے جہاں بجا بجا تمام اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان و عظمت کو بیان کر کے گستاخانِ اصحابِ رسول کے لئے درسِ عبرت کا سامان مہیا کر دیا ہے وہاں اس نے کچھ ایسی آیات کو بھی روشن کر دیا ہے جو صرف حضرتِ صدیق اکبرؓ کی تعریف و توصیف پر مبنی ہیں۔ اگرچہ صدیقِ اکبرؓ ان تمام اصحابؓ کرام میں بھی شامل ہیں۔ جن کے متعلق قرآنِ پاک نے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اور التائبون العابدون کے اعزازات کے علاوہ اور بھی مراتب مدارج بیان فرمائے ہیں لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہؓ کی شان میں خاص طور پر بیان کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرتِ ابوبکر صدیق دوسرے اصحابِ کرامؓ میں سے کچھ ایسی خصوصیات بھی رکھتے تھے جو دوسروں میں نہیں تھیں۔

پارہ ۲۴۔ سورۂ زمر۔ آیت نمبر ۳۳۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ اور وہ جو آیا حق و سچ کے ساتھ اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ ہیں متقی و پرہیزگار۔

تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۵۲۔ ان المراد شخص واحد فالذی جاء بالصدق محمد علیہ السلام والذی صدق بہ ھو ابوبکر وھذا القول مروی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ

تعالےٰ عنہ وجماعت من المفسرین رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔
کہ اس سے مراد ایک ہی واحد شخص حضرتِ ابوبکر صدیق ہے! جو حق سچ لے کر آیا وہ محمد صلی علیہ وسلّم ہیں اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ ابوبکر ہے۔

اور یہ قول حضرتِ علیؓ اور دوسرے مفسّرین کا ہے!
اور اگر کوئی سوال کرے کہ چونکہ آیت میں اُولٰئِکَ ھُمُ المتقون جمع ہے اس لیے کسی شخصِ واحد کو اس کا مصداق ٹھہرانا ٹھیک نہیں تو امام رازیؒ جواب دیتے ہیں!
ان الرسالۃ لاتتم الا بارکان اربعۃ المرسل والمرسل والرسالۃ والمرسل الیہ ۔ کہ رسالت چار ارکان سے مکمل ہوتی ہے۔ مُرسِل ۔ مُرسَل ۔ رسالت اور مرسل الیہ اور رسالت کا آخری مقصود یہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو قبول کرے اور اس کی تصدیق کرے ۔ پس وہ شخص جو سب سے پہلے تصدیق کرے ھو الذی یتم بہ الارسال ۔ تو وہی ہے جس نے ارسالِ نبوّت کو تمام کر دیا۔

وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال دعوا ابا بکر فانہ من تتمۃ النبوۃ ۔ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ ابوبکر کو بلاؤ۔ اُس نے میری نبوّت کی سب سے پہلے تصدیق کر کے مقصدِ نبوّت کو تمام کر دیا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پھر آخری فیصلہ دیتے ہیں اگر یہ آیت کسی شخص واحد کے لئے ہو یا تمام انبیاء علیہم السّلام اور

اور ان کے تمام ماننے والوں کے حق میں فان ابوبکر داخل فیہم
پس حضرت ابوبکر دونوں صورتوں میں اس آیت میں شامل ہیں۔
اور آگے قرآنِ پاک نے ان کا انعام و اعزاز بیان کیا ہے۔
لھم مایشاؤن ———— عند ربھم ————
کہ اللہ کی طرف سے ان کو ہر وہ چیز ملے گی جو وہ چاہیں گے۔
شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر مجمع البیان جلد ۸ - صفحہ ۴۹۸ میں علامہ طبرسی نے بھی اس آیت پاک کو حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ پاک میں نازل ہونا لکھا ہے۔ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔
ترجمہ:- کہ جو شخص آیا حق اور سچ کے ساتھ وہ رسولِ خدا علیہ السلام ہیں اور جس نے تصدیق کی وہ حضرتِ ابوبکر ہے۔
پارہ ۳۰ - سورۃ والیل - وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ۚ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۙ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ۠
ترجمہ:- اور الگ رہے گا اس سے بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے اپنا مال تاکہ وہ پاک ہو جائے اور نہیں کسی کا اس کے ہاں کوئی احسان کہ اس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر رضا جوئی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے اور بس اور وہ راضی بھی ہو جائے گا۔
تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۷۱ - اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ مِنَّا عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ - کہ ہمارے تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت قرآنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہ ہمارے تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیاتِ قرآنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔

اس لئے کہ انہوں نے اپنا مال کسی جزا کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور کئی غلاموں کو کفارِ مکہ کے ظلم و ستم سے رہائی دلائی مثلاً حضرتِ بلال اور عامر بن فہیرہ۔

صفحہ ۴۱۹۔ اما قوله ولسوف یرضی۔ فالمعنی انه وعد ابابکر ان یرضیه فی الاخرۃ۔ پھر خدا وندِ کریم کا یہ فرمانا۔ کہ عنقریب یعنی قیامت کے دن اسے راضی کرے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرتِ ابوبکرؓ کو راضی کرنے کا وعدہ کیا ہے جس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ولسوف یعطیك ربك فترضی لان رضا الله عن عبدہٖ اکمل للعبد من رضاہ عن ربه۔ اور اللہ کا کسی بندے سے راضی ہونا افضل و اکمل ہے۔ اس سے کہ کوئی بندہ اپنے رب سے راضی ہو۔

تفسیر روح البیان جلد ۴۔ صفحہ ۶۶۱۔ نَزَلَتْ فِی حَقِّ اَبِی بکر الصّدیق رضی اللہ تعالےٰ عنه حِیْنَ اشْتَرٰی بِلَالًا و عامر بن فهیرۃ و عبید۔ کہ یہ آیات حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں جبکہ انہوں نے حضرت بلالؓ۔ حضرتِ عامر بن فہیرہ اور حضرتِ عبید کو کفارِ مکہ سے خرید کر آزاد کروایا۔

تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰۔ صفحہ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ علامہ طبرسی شیعہ

حضرات کی معتبر تفسیر۔ عن ابن زبیر قال اِنَّ الْاٰیَةَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ لِاَنَّهٗ اشْتَرٰی الممالیك الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بن فهیرة وَغیرهما وَاَعتقهم۔

ترجمہ:- ابن زبیر سے روایت ہے کہ یہ آیتِ پاک حضرت ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ انہوں نے اسلام لانے والے غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔ جیسا کہ بلالؓ۔ عامر بن فہیرہ اور دیگران کے علاوہ۔

پارہ ۱۰۔ سُورۃ التوبہ۔ آیت ۴۰۔ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ۔

دو جان۔ جب وہ دونوں تھے غار میں۔ جب نبی نے کہا اپنے ساتھی سے تو غم نہ کر۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے! پھر اللہ نے اتاری اپنی تسکین اس پر۔

اس آیت کی تفسیر اور واقعہ ہجرت تو انشاء اللہ مفصل طور پر آگے آئے گا۔ یہاں صرف اتنا ہی بتا دینا مقصود ہے کہ قرآنِ پاک نے جس انداز سے نبیؐ کے اس یارِ غار کی مدح و شان اور تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے وہ قرآن پاک پر ایمان اور اپنے دلوں میں شمع اسلام کی معمولی سی روشنی رکھنے والے مسلمانوں کے لئے باعث تازگیٔ ایمان ہے اور اس رفیقِ مصطفےٰ علیہ السلام سے بغض و عناد رکھنے والے شیعہ حضرات کے لئے درسِ عبرت ہے! ہجرت کی تاریک رات میں اس تاریک غار کے اندر وہ دو کون تھے؟

نبیؐ کا ساتھی کون تھا؟
نبیؐ نے صاحبہ کس سے کہا؟
اللہ کن کے ساتھ تھا؟
اور اللہ نے کس پر اپنی تسکین نازل کی؟
ان تمام سوالوں کے جوابات کے لئے تفسیر کبیر دیکھو۔
بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱۵ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۴۳۷،
۴۳۸۔ مَكَثَ فِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثَلاَثًا وَّ اَبُوْبَكْرٍ مَعَهٗ۔ کہ
رسولِ اکرم علیہ السلام اس غارِ ثور میں تین دن تک رہے۔ اور
ابوبکرؓ اُن کے ساتھ تھا۔
یخرج ھو وابوبکر اول اللیل۔ نبی اور ابوبکر رات
کے پہلے حصے میں مکہ سے نکل گئے۔ فَلَمَّا وَصَلاَ اِلَى الْغَارِ دَخَلَ
اَبُوْبَكْرٍ الْغَارَ اَوَّلاً يَلْتَمِسُ مَا فِي الْغَارِ۔ پس جب دونوں
غار پر پہنچے تو ابوبکرؓ پہلے غار میں داخل ہوئے اور جو کچھ بھی
غار میں تھا، برداشت کرتے رہے۔
فَلَمَّا طَلَبَ الْمُشْرِكُوْنَ الْاَثَرَ وَقَرَّبُوْا بَكٰى اَبُوْبَكْرٍ خَوْفًا
عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ علیہ السلام لَا
تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ جب مشرکینِ مکہ تلاش کرتے کرتے قریب
آ گئے تو حضرتِ ابوبکر رسولِ اکرم علیہ السلام کے لئے رونے لگے۔
پس نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ
ہے۔ السکینۃ نازلۃ علی قلب ابوبکر۔
اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین حضرتِ ابوبکر کے دل پر نازل

فرمائی!

شیعہ حضرات چونکہ اس موجودہ قرآن کو نہیں مانتے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ سوال کریں کہ ہماری کسی کتاب سے یہ ثابت کریں تو ملاحظہ ہو۔

تفسیر حضرت امام حسن عسکری صفحہ ۲۱۲ ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپ کو سلام کہتا ہے ۔ اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور دیگر مشرکین مکہ نے آپ کے قتل کا پروگرام بنایا ہے اس لئے وَاَمَرَکَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَکْرٍ آپ کو حکم دیتا ہے کہ ابوبکر کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل جاؤ۔

اور اس لئے کہ اگر ابوبکر نے آج کی رات تمہارا ساتھ دیا اور مدد کی اور ثابت قدم رہا۔ کَانَ فِی الْجَنَّۃِ مِنْ رُفَقَائِکَ ۔ تو پھر وہ جنت میں تمہارا رفیق ہوگا! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَکْرٍ اَرَضِیْتَ اَنْ تَکُوْنَ مَعِیَ یَا اَبَا بَکْرٍ تُطْلَبُ کَمَا اُطْلَبُ ۔ پس نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ کیا تو میرے ساتھ جانے کو راضی ہے اور کیا تو پسند کرتا ہے کہ کفار مکہ جس طرح میرے قتل کے درپے ہیں اسی طرح تیرے بھی قتل کے درپے ہوں۔

قال ابو بکر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انا لو عشت عمر الدنیا فی جمیعھا اشد العذاب و کان فی محبتک لکان ذالک احب الی انا و مالی و ولدی فداک ۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا ۔ اے میرے آقا اگر میں تمام عمر

بلا رہوں اور ساری زندگی آپ کی محبت میں سخت عذاب
میں مبتلا رہوں۔ تو پھر بھی مجھے آپ کی محبت میں منظور ہے! میری
جان! میرا مال اور میری اولاد آپ پر قربان! پس نبیؐ کریم علیہ
السّلام نے فرمایا کہ تو میرے کان اور آنکھوں کے بمنزلہ ہے اور
تجھ کو میرے ساتھ وہی نسبت ہو گی جو سر کو جسم سے اور رُوح
کو بدن سے ہوتی ہے جیسے کہ علیؓ ہے!

حملہ حیدری ملا باذل ایرانی۔ جلد اوّل صفحہ ۴۸ و ۴۹۔ کہ
جب نبیؐ کریم علیہ السّلام ہجرت کی رات مکّہ مکرّمہ سے نکلے۔

ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت
بسُوئے سرائے ابو بکرؓ رفت

تو کفار مکّہ سے دُور ہونے سے پہلے نبیؐ کریم علیہ السّلام ابو بکرؓ
کے گھر گئے۔

ان کو ساتھ لیا۔

کہ در کس چناں قوت آمد پدید
کہ بارِ نبوّت تواند کشید

پھر اس ابو بکرؓ میں اتنی قوّت پیدا ہو گئی۔ کہ اُس نے نبوّت
کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا۔

بہر جا کہ سُوراخ یا رخنہ دید
قبا را بدرید و آں رخنہ چید

غار کے تمام سُوراخ ابو بکرؓ نے اپنا لباس پھاڑ کر بند کر دیئے۔
بدیں گونہ تا شد تمام آں قبا ؎ یکے رخنہ نگرفتہ ماند از قضا۔

اس طرح کی چادر ختم ہو گئی - مگر ایک سوراخ تقدیرِ الٰہی سے بند نہ ہو سکا -

بر آں رخنہ ماندہ آں یارِ غار
کفِ پائے خود را نمود استوار

اس سوراخ پر اس یارِ غار نے اپنا پاؤں رکھ دیا -

در آمد رسولِ خدا ہم بغار
نشستند یک جا بہم ہر دو یار

پھر رسولِ اکرم علیہ السلام اس غار میں تشریف لے آئے
اور پھر دونوں یار غار میں اکٹھے بیٹھ گئے -

اور پھر ابو بکرؓ کے پاؤں میں اژدھے نے ڈنگ مارا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا غم نہ کر - سانپ تجھے کوئی دکھ نہیں دے سکتا !

شدے پسرِ بو بکر ہنگامِ شام
بہ بردے دراں غار آب و طعام

اور حضرتِ ابو بکرؓ کا لڑکا ہر رات کو کھانا اس غار میں پہنچاتا تھا -

تفسیر قمی - صفحہ ۲۶۵ - عن عبد اللہ لما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار قال لابی بکر کانی انظر الی سفینۃ جعفر فی اصحابہ یقوم فی البحر الی قومہ فقال ابو بکر وتراھم یا رسول اللہ قال نعم فمسح علی عینیہ فراھم فقال لہ رسول اللہ انت الصدیق ! حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام غار میں تھے - تو

نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ میں جعفرؓ کو اس کے ساتھیوں
سا تھ دریا میں ایک کشتی پر دیکھ رہا ہوں۔
ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے
دکھاؤ۔ نبی کریم علیہ السلام نے ابو بکرؓ کی آنکھوں پر دست
ت پھیرا۔ تو اس نے بھی دیکھ لیا۔
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ابو بکرؓ
صدیق ہے۔

حیات القلوب جلد دوم۔ صفحہ ۳۲۱۔ مذکور است کہ حق
الے البشوئے حضرت رسول خدا وحی فرستادکہ خداوند اعلیٰ ترا
سلام می رساند و می فرماید کہ ابو جہل و اکابرین قریش تدبیر
ردہ اند کہ ترا بقتل رسانند و خدا ترا امر میکند کہ علی را در جائے
ود بخوابانی الی قولہ و ترا امر میکند کہ ابو بکر را ہمراہ خود بغار
ری کہ صحبت برا و تمام کنی کہ اگر مساعدت و معاونت تو بکند و
ر عہد و پیمان تو باقی بماند در بہشت رفیق تو باشد و دیگران
وایت کردہ اند کہ ابو بکر در غار اضطراب بسیار میکرد از بیم
ریش و حضرت او را تسلی داد۔ چنانچہ حق تعالیٰ در قرآن اشارہ
باین نمودہ اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان
اللہ معنا!

یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کی طرف
وحی بھیجی کہ خداوند کریم تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابو جہل
اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے تمہارے قتل کا منصوبہ

کرلیا ہے اور خدا تعالےٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ حضرت علیؓ کو آج اپنے بستر پر سلادو اور یہ بھی حکم دیتا ہے کہ حضرت ابُو بکرؓ کو ساتھ لے کر غار میں چلے جاؤ۔ تاکہ اس پر حجت تمام ہو جائے اور اگر ابو بکرؓ نے آج تمہاری رفاقت کی اور تمہاری مدد کی اور اپنے عہد و پیمان میں مضبُوط رہا۔ تو پھر بہشت میں بھی تمہارا ساتھی ہو گا۔

اور دُوسروں نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ قریشِ مکّہ کے خوف سے غار میں بڑے مضطرب ہوئے تو نبیؐ کریم علیہ السّلام نے ان کو تسلّی دی۔ جیسا کہ قرآن میں خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ کہ جب وہ دونوں غار میں تھے اور جب نبی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

تفسیر خلاصۃ المنہج۔ علاّمہ کاشانی۔ امیر المومنین را بر جائے خود خوابانید و خود از خانۂ ابو بکر برفاقت او در ہماں شب بیروں آمدہ باین غار متوجہ شدند۔

کہ شبِ ہجرت نبی کریم علیہ السّلام نے امیر المومنین حضرت علی المرتضےٰؓ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور خُود حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے اسی رات غار کی طرف چل دئیے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۴۔ حضرت حرام بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جدّ امجد جو کہ ام معبد کے بھائی تھے روایت کرتے ہیں۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین اخرج من مکۃ خرج مہاجرا الی المدینۃ ھو وابو بکر۔

کہ جب نبی کریم علیہ السّلام مکّہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ

کی طرف گئے۔ تو حضرت ابو بکرؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔
مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ذکر کیا گیا۔ تو حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا کہ میری تمام عمر کی نیکیاں ابو بکرؓ کی اس ہجرت کی رات کی ایک نیکی سے بھی کم ہیں۔ جبکہ وہ غار کے پاس گئے تو ابو بکرؓ نے نبی کریم علیہ السلام سے کہا :-

لا تدخله حتى ادخل قبلك فان كان فيه شيئ اصابني دونك!

کہ میں آپ سے پہلے غار میں داخل ہوتا ہوں اس لئے کہ اگر اس پرانی غار میں کوئی چیز ہے تو اس کا دکھ مجھے پہنچے!
پھر انہوں نے کپڑے پھاڑ کر غار کے سوراخوں کو بند کیا اور ایک سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔
پھر نبی کریم علیہ السلام سے کہا اندر آ جاؤ۔ اور آپ غار کے اندر چلے گئے۔

ووضع راسه فی حجره-

اور اپنا سر اقدس ابو بکرؓ کی گود میں رکھ کر لیٹ گئے!

فلدغ ابوبكر فی رجله من الجحر ولم يتحرك!

پس ایک پتھر کے نیچے سے ایک اژدھے نے ابو بکرؓ کے پاؤں میں ڈنگ چلایا۔ اور ابو بکرؓ نے حرکت کی۔
نبی کریم علیہ السلام نے پوچھا اے ابو بکرؓ کیا ہوا ہے؟
عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا سانپ

نے ڈنگ مارا ہے۔ فتفل رسول اللہ علیہ السلام فذھب ما
یجد ہ۔ پس نبی کریم علیہ السلام نے اس جگہ پر اپنا لعابِ دہن لگا
دیا۔ جس سے ابوبکرؓ کا درد جاتا رہا۔
مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۲۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۳۔
حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام
نے فرمایا:۔

رحم اللہ ابا بکر زوجنی ابنتہ وحملنی الی دار الھجرت
واعتق بلال من مالہ۔

کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم کرے اُس نے مجھے اپنی بیٹی میرے
نکاح میں دے دی اور مجھے ہجرت کی رات اُٹھا کر لے گیا، اور بلالؓ
کو اپنے مال سے غلامی سے آزاد کرایا۔
مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸۔
حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام
نے ابوبکرؓ سے فرمایا:۔

انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض۔

کہ تُو غار میں بھی میرا ساتھی تھا اور حوضِ کوثر پر بھی میرا
ساتھی ہوگا۔
قرآن واحادیث اور تفاسیر و تواریخ اور شیعہ حضرات کی مستند و
معتبر کتابوں سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے۔
کہ شبِ ہجرت کے خطرناک سفر اور نازک ترین لمحات میں جس مقدس
انسان نے پیش آنے والے تمام خوفناک حادثات اور خطرناک مصائب

سے بے نیاز ہو کر اپنے محبوب حقیقی کا ساتھ دیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی تھے!

لیکن شیعہ حضرات کی یہ کتنی ضد۔ ہٹ دھرمی اور بد دیانتی ہے کہ قرآن و احادیث اور تفاسیر اور اپنی بھی کتابوں کو ٹھکرا کر اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے اور ان متواتر واقعات کو اپنے بغض و عناد کی بنا پر پس پشت ڈال کر اور طرح طرح کی من گھڑت کہانیاں پیدا کر کے صدیق اکبر کی عظمت کے چراغ کو اپنی دشمنی کی پھونکوں سے بجھانے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں!

کفر و شرک جب توحید و اسلام کا مقابلہ نہ کر سکا! ضلالت و گمراہی کے اندھیرے جب رشد و ہدایت کی روشنی میں گم ہو گئے! فسق و فجور کی تاریکیاں جب حق و صداقت کے چراغوں سے مات کھا گئیں! گناہ و معصیت کے سیاہ بادل جب نیکی و شرافت کے مطلع پر نہ چھا سکے! ظلم و ستم کی کالی گھٹائیں جب لطف و کرم کے دامن پر نہ برس سکیں! بتوں کو پوجنے والے جب کعبہ کے پرستاروں پر غالب نہ آ سکے اور مشرکین مکہ جب فرزندان توحید کے مقابلہ میں زندگی کے ہر موڑ پر شکست کھا چکے تو آخر انہوں نے تنگ آ کر رسول خدا علیہ السلام کو قتل کر کے حق و اسلام کا خاتمہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا!

اور پھر ایک رات ایسی بھی آئی کہ تلواریں میانوں سے نکل کر حجرۂ رسول پر چھا گئیں!

رات اندھیری تھی اور عالم پر سکوت مرگ طاری تھا!

دُنیا خوابِ غفلت میں محو تھی اور دُشمنانِ رسول بپھرے ہُوئے تھے!

دروازہ بند تھا اور دو جہاں کا والی بسترِ نبوت پر آرام فرما تھا

جبریل علیہ السّلام نے دستک دی!

نبیؐ نے پُوچھا ——— کون ہے؟

جواب ملا ——— جبریلؑ!

دروازہ کُھلا ——— فرستادۂ خدا اندر آیا!

پیغمبر نے پُوچھا ——— کیوں آئے ہو؟

عرض کی آقا میرا اور خدا کا سلام قبول ہو!

خدا کا حکم لے کر حاضر ہُوا ہُوں ———

کیا حکم ہے؟

کفارِ مکّہ نے آپ کے قتل کا ارادہ کر کے مکان کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ اُٹھو اور اپنے بستر پر علی المرتضیٰؓ کو سلا کر اور اپنے بچپن کے ساتھی ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف نکل جاؤ!

فرشتہ ہجرت کا پیغام دے کر چلا گیا!

مرکزِ کائنات نے حرکت کی ———

عرش نے جُھک کر دیکھا ——— فرش تھرّا اُٹھا!

فرشتوں نے درود پڑھا ——— شجر و حجر نے سلامی دی!

نبیؐ نے باہر دیکھا ——— ننگی تلواریں چمک رہی تھیں ———

نیزے تانے ہُوئے تھے اور تیر کمانوں سے نکلنے ہی والے تھے!

عرض کی یا اللہ ——— مکان گھیرے میں ہے اور تلواریں چمک

رہی ہیں۔ کیسے نکلوں؟

فرمایا ـــــ سُورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہُوئے دشمنوں کے قریب سے نکل جاؤ۔ تم نظر نہیں آؤ گے!

نبیؐ نے دروازہ کھولا اور سُورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے کفارِ مکہ کے پاس سے نکل گئے!

وہ قدموں کی آہٹ تو سنتے تھے۔ مگر کوئی نظر نہیں آتا تھا!

وہ دُرّ آتا ہُوا وحدت کا دم بھرتا ہُوا نکلا
تلاوت سُورۂ یٰسین کی کرتا ہُوا نکلا
کھچی ہی رہ گئیں خونریز خُوں آشام شمشیریں
کسی نے کھینچ دیں ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

والیٔ دوجہاں حضرت علی المرتضیٰ کے پاس گئے اور فرمایا!

اے علی میں اللہ کے حکم سے مکہ چھوڑ کر مدینہ جا رہا ہُوں!

مشرکینِ مکہ میرے قتل کے ارادے سے مکان کا محاصرہ کئے کھڑے ہیں!

آج رات تم میرے بستر پر سو جاؤ!

علی المرتضیٰ سمجھ گئے کہ امتحان شدید ہے ـــــ اس لئے کہ آج نبیؐ کے بستر پر سونا گویا تلواروں کے سایہ میں سونا تھا!

یہ موت اور ہلاکت سے دست بدست جنگ تھی!

عشق و محبت کی آزمائش اور جانثاری کا امتحان تھا!

مکہ کے مشہور قبیلوں کے نامور بہادروں کی تلواروں کا مقابلہ تھا!

ہر لمحہ جان جانے کا خطرہ اور ہر گھڑی موت کا انتظار کرنا تھا!
کفارآج اٹل ارادے سے آئے ہوئے تھے! آج وہ نبی کو قتل کرکے
حق واسلام کا خاتمہ کرنے آئے تھے اور شمع توحید کو بجھا کر اپنے
بتوں کی آبرو بچانے کی نیّت سے کھڑے تھے۔
یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی علی المرتضیٰؓ نے بغیر کسی تأمّل
کے اپنے آقا و مولا کے بستر پر سونا منظور کر لیا ہے۔
اس لئے کہ نبیؐ کے حکم کے بعد سوچنا ایمان کی توہین ہے!
علیؓ اپنے محبوبِ حقیقی کے بدلے اپنی جان قربان کرنے کی
نیّت سے اس کے بستر پر جا لیٹے!
مشرکینِ مکّہ کو نہ نبیؐ کے جانے کا پتہ چلا اور نہ علیؓ کے آنے کا!
سیّدالانبیا صلی اللہ علیہ وسلّم ابوبکرؓ کے گھر گئے اور فرمایا:۔
ابوبکرؓ میں خدا کے حکم سے مکّہ کی بستی کو چھوڑ کر مدینہ جا رہا
ہوں۔ اور خدا کا یہ بھی حکم ہے کہ تجھے ساتھ لے جاؤں!
آج اگر تو نے میرا ساتھ دیا تو کل جنّت میں بھی تو میرا ساتھی ہوگا!
صدیقِ اکبرؓ بھی یہ جانتے تھے کہ آج نبیؐ کے ساتھ جانا گویا موت
کو دعوت دینا ہے اور مصائب و مشکلات کے سمندر میں کودنا ہے!
اس لئے کہ یہ کوئی تفریحی یا تجارتی سفر نہیں تھا۔ بلکہ زندگی
اور موت کا سودا تھا۔ حیات و ممات کی جنگ تھی اور کفّارِ مکّہ کی
فولادی تلواروں سے کھیلنا تھا! آقا کی حفاظت میں پہلے اپنی جان
فدا کرنے کا فیصلہ تھا۔
یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی صدیقِ اکبرؓ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے

اپنے آقا و مولا کے ساتھ جانے کی حامی بھرلی۔
اس لئے کہ محبوب کی رضا سے منہ پھیرنا محبت کی شکست ہے!
حضرتِ عائشہؓ اور حضرتِ اسماءؓ نے کھانا تیار کیا اور رختِ سفر باندھا۔ حضرتِ اسماءؓ کو کھانا باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی، تو اپنا دوپٹہ پھاڑ کر باندھا اور دربارِ نبوتؐ سے ذات النطاقین کا خطاب پایا!
سواری کے لئے دو اونٹنیاں پہلے ہی سے تیار تھیں۔ ایک پر دونوں عالم کا شہنشاہ اور دوسری پر وفادار غلام سوار ہو گیا۔
چاند چھپ چکا تھا اور رات کی تاریکیوں کے سائے عرب کی پہاڑیوں پر چھا چکے تھے!
پہاڑی راستے کے نشیب و فراز اور نوکدار پتھروں کی پگڈنڈیوں پر نبیؐ و صدیقؓ کا یہ مقدس قافلہ رات کے سکوت میں خاموشی سے جا رہا تھا۔
دونوں ایک دوسرے کے شناسا تھے! ایک محب تھا تو دوسرا محبوب۔ ایک آقا تھا دوسرا غلام۔ ایک رحمت کا دریا تھا دوسرا پیاسا! ایک دو جہان کا شہنشاہ تھا دوسرا گدا گر!
ایک کے سر پر نبوت کا تاج تھا دوسرے کے سر پر صداقت کا سہرا!
نبی نے اس کو اپنا وفادار ساتھی اور جانثار غلام سمجھ کر ساتھ لیا تھا اور صدیق اس نشے میں جا رہا تھا کہ اپنے محبوبِ حقیقی کی ایک گھڑی کی رفاقت کی نعمت پر دونوں جہان کی نعمتوں کے

جزانے قربان!

اور اگر اس کی رفاقت میں موت آبھی گئی تو یہ وہ شہادت ہوگی۔ جس پر آسمان کے فرشتے تحسین و آفرین کے پھول برسائیں گے اور جنت کی حوریں میری سچی دوستی کے قصیدے پڑھیں گی!

آقا نے غلام سے فرمایا۔ میں اونٹنی پر بیٹھے تھک گیا ہوں۔

غلام نے اپنی اونٹنی سے نیچے اتر کر آقا کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

آسمان کے دروازے کھل گئے اور عرش والوں نے رشک کی نگاہوں سے دیکھا! قدرت نے ایوانِ قدرت سے جھانک کر شانِ قدرت کا نظارہ کیا۔

اور ہونا بھی کیوں نہ!

عرشِ الٰہی پر قدم رکھنے والا آج ابوبکر صدیقؓ کے کندھوں پر سوار ہے!

بارِ نبوت کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر حضرت صدیق اکبرؓ کے دل میں خوشی و مسرت کے ہزاروں گلستاں مہک اٹھے اور کفارِ مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر اپنے وطنِ مالوف کی حسین بہاروں کو چھوڑ کر کانٹے دار جھاڑیوں میں چلنا اس کے لئے جنت کا راستہ بن گیا۔ اس لئے ——— کہ لطف و کرم کا مرکز اس کے کندھوں پر سوار تھا اور رحم و شفقت کا منبع اور جنت کا مختار اس کے شانوں پر بیٹھا تھا۔

رات کے سناٹے، تاروں کی چھاؤں اور خدا کی نگہبانی میں مدینہ کے دونوں مسافر خوف و خطر سے بے پرواہ ہو کر چلے جا رہے تھے!

اس مقدس قافلہ کی پہلی منزل غارِ ثور تھی! زمین سمٹتی گئی - اور منزل قریب آتی گئی! رات آدھی سے ڈھل چکی تھی اور یہ دونوں مسافر اللہ کی راہ میں سفر کرتے ہوئے غارِ ثور کے دہانے پر آپہنچے!

آقا نے فرمایا میں اندر جاتا ہوں - غلام نے دست بستہ عرض کی، نہیں حضور، خدا کی قسم میں آپ کو پہلے نہیں جانے دوں گا!

والیٔ دو جہاں نے پوچھا کیوں؟

خدمتگزار نے کہا - آقا غار بہت پرانی ہے اور اس کے طول و عرض اور اس کی پہنائی و گہرائی کا بھی کچھ پتہ نہیں اور پھر خدا جانے اس کے اندر کون کونسی بلائیں ہیں - آپ تشریف رکھیں پہلے میں اندر جا کر اس کے اندرونی حصّہ کا معائنہ کر لوں اور آپ کے بیٹھنے کے قابل بنا لوں -

صدیق اکبرؓ اندر گئے ——— غار کیا تھی؟

خار دار جھاڑیوں کا مرکز - نوکدار پتھروں کی کالی کالی چٹانیں اور اور سنگریزوں کے بے ترتیب ڈھیروں کا مجموعہ

وفادار غلام کو غارِ ثور میں کئی سوراخ نظر آئے یارِ غار نے کپڑے پھاڑ کر غار کو صاف کیا اور سوراخوں کو بند کر کے آواز دی یا رسول اللہ اندر تشریف لے آئیے -

محبوب خدا علیہ السلام بھی غار کے اندر چلے گئے - جاں نثار ساتھی نے دیکھا ایک سوراخ ابھی کھلا ہے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا -

آقا اپنے غلام کے زانو پر سرِ اقدس رکھ کر لیٹ گیا - گویا کہ صدیقِ اکبرؓ کی جھولی میں دونوں جہاں کی دولت رحمت آ گئی! مرکز نبوّت

آغوش میں چھپ گیا اور ساری کائنات دامن میں سمٹ گئی!

خدا جانے وہ اژدھا کملی والے کی زیارت کے لئے کب سے اسی غارِ ثور میں رہ رہا تھا۔ اس کی آرزو بر آنے کا وقت آن پہنچا تھا۔ حسین محبوب کا نظارہ کرنے کی حسرت پوری ہونے کی گھڑیاں سر پر کھڑی تھیں اور ہجر و فراق کی خزاں سے مرجھائے ہوئے اس کی زندگی کے چمنستان میں وصل و دیدار کی بہار جانفزا آ چکی تھی۔

وجودِ مصطفٰے علیہ السّلام کی خوشبو نے سانپ کو کیف و مستی عطا کی وہ اٹھا اور بل کھاتا ہوا رُخِ مصطفٰے علیہ السّلام کا نظارہ کرنے کی خاطر آگے بڑھا۔

تمام راستے بند تھے۔ وہ بیقراری میں اِدھر اُدھر چکر لگانے لگا۔ آخر اس سوراخ پر آیا جس پر نبیؐ کے جانثار غلام نے اپنا پاؤں رکھا ہوا تھا۔

اژدھا حیران تھا کہ کیا کروں۔ ڈنگ مارتا ہوں تو گستاخی ہے اور نہیں مارتا تو محبوبِ خدا علیہ السّلام کی زیارت سے محروم رہ جاتا ہوں۔ آخر اس نے یہ سوچ کر ڈنگ چلا دیا کہ جس کے حُسنِ تاباں کو دیکھنے کی آرزو میں ایک مدت سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں اگر آج بھی وہ حسرتِ دیدار پوری نہ ہوئی تو پھر خدا جانے کبھی ایسا موقعہ ہاتھ آئے یا نہ!

سانپ نے اس خیال سے ڈنگ چلایا تھا کہ ایک معمولی انسان ہے ڈنگ کھا کر پاؤں اٹھالے گا لیکن اس عاشقِ صادق نے سمجھا کہ دشمن ہے پاؤں اور دبا دیا۔

زہر رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا مگر اس جانثار غلام نے
خیال سے جنبش نہ کی کہیں محبوب کے آرام میں فرق نہ آجائے
یق اکبرؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ رُخِ مصطفٰے
یہ السلام پر گرا ــــــ والئ دو جہاں نے آنکھیں کھولیں اور
مایا "صدیق روتے کیوں ہو؟"
عرض کی آقا سانپ نے ڈنگ مارا ہے! رحمتِ دو عالم نے
حضرتِ صدیق اکبرؓ کا پاؤں پکڑ کر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے
فادار ساتھی کا درد جاتا رہا۔ ساری تکلیف دُور ہو گئی اور
یار کو شفا مل گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اتنا بڑا اور پرانا اژدھا تھا۔
ور سوراخوں میں کپڑے کے معمولی سے ٹکڑے تھے وہ اگر چاہتا
اپنی زہریلی پھنکار سے ان کپڑوں کو جلا کر اپنا راستہ بنا سکتا تھا
یکن نہیں وہ کسی اور سوراخ کی طرف نہیں گیا بلکہ صدیق اکبر
کے پاؤں والے سوراخ پر ہی بار بار ڈنگ چلاتا ہے۔
کیوں؟
اس لئے کہ ایک تو وہ صدیق اکبرؓ کی محبت اور اس عاشقِ
صادق کی وفاداری و جانثاری کا امتحان لینا چاہتا تھا اور دُوسرے
یہ کہ وہ سانپ یہ جانتا تھا کہ نبیؐ کو ملنے کے لئے راستہ صدیقؓ کے
پاؤں میں ہے۔
جب تک یہ راستہ نہیں دے گا۔ میں نبیؐ کو نہیں دیکھ سکتا۔
کفارِ مکہ ساری رات اس انتظار میں کھڑے رہے ہیں کہ محمد

صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی باہر نکلے گا اس پر تیروں کی بارش کر کے حق و اسلام کا خاتمہ کر دیں گے۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ رُوحِ مکہ نکل کر مدینہ والوں کو حیاتِ نَو بخشنے کے لئے جا چکی ہے۔

آخر رات کی تاریکیوں میں صبح کا ستارہ نمودار ہو گیا۔ لیکن حجرۂ مصطفےٰ علیہ السّلام سے کوئی بھی باہر نہ نکلا!

وُہ دیوار پھاند کر اندر گھُس گئے! دیکھا تو نبیٔ کریم علیہ السّلام کے مقدّس بستر پر یمنی چادر اوڑھے کوئی سو رہا ہے!

ابو جہل نے تلوار کھینچ لی —— وار کرنے ہی والا تھا۔ کہ علی المرتضےٰ رضؓ نے دامنِ ردا کو سرکا اور چہرہ بستر نبوت سے مرکزِ ولایت نے چادر سے مُنہ باہر نکالا! ابو جہل نے یہ خلافِ توقع نظارہ دیکھ کر کہ یہ تو محمدؐ کی جگہ علیؓ ہے۔ گرج کر پوچھا۔ محمدؐ کہاں ہے؟

علی المرتضیٰ رضؓ نے مُسکرا کر جواب دیا۔ ساری رات اُن کے لئے جاگتے تم رہے ہو اور پُوچھتے مجھ سے ہو۔

مشرکینِ مکہ وہاں سے مایُوس و ناکام ہو کر حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے اور حضرتِ ابُوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ سے پوچھا —— تمہارا باپ کہاں ہے؟

حضرتِ اسماءؓ نے بڑی متانت سے جواب دیا۔ پتہ نہیں!

ابو جہل نے غضبناک ہو کر اسماءؓ کے چہرے پر طمانچہ مار دیا!

کفارِ مکہ کو جب یہ یقین ہو گیا کہ محمدؐ و ابوبکرؓ اکٹھے مکہ سے جا چکے ہیں تو انہوں نے ان کی تلاش شروع کر دی!

قریشی بہادروں نے جنگلوں اور میدانوں میں ڈھونڈھا۔

دیوں اور ویرانوں میں تلاش کیا مگر ان کا کہیں نام و نشان
نہ مل سکا۔
چند جوان غارِ ثور کے قریب بھی پہنچ گئے۔ مگر قدرتِ خداوندی
شانِ قدرت دکھائی۔ کہ مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے دہانے
ورًا جالا تن دو اور کبوتری کو ارشاد ہوا کہ اس جالے میں
ے دے دو۔
ایک آن واحد میں مکڑی نے جالا بھی تن دیا اور کبوتری
انڈے بھی دے دیئے۔
بخاری شریف جلد ا۔ صفحہ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ قریشی نوجوان جب
ار کے قریب آگئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
وف و ہراس کے عالم میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دشمن غار کے منہ پر آ گئے ہیں اگر انہوں نے ذرہ بھی جھک کر دیکھا
و ہم دونوں نظر آ جائیں گے!
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا!
پیارے صدیق غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور اُس نے
ہماری حفاظت کا سامان پیدا کر دیا ہے۔
قریشی جوان غار کے دہانے پر مکڑی کے جالے اور کبوتری
کے انڈے دیکھ کر اور یہ سمجھ کر واپس چلے گئے کہ اگر وہ غار کے
اندر گئے ہوتے تو مکڑی کا جال ٹوٹ گیا ہوتا!
جہاں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰے نے گلستانِ نبوت کی حفاظت
میں اپنی وفاداری و جانثاری کا حق ادا کیا وہاں ہجرت کی رات آپ کی

صاحبزادی حضرت اسماؓ اور آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ اور آپ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ نے بھی اپنی غلامی و خدمتگذاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی ہدایت پر حضرت عبداللہؓ دن بھر مکہ مکرمہ کے بازاروں میں پھر کر حالات کا جائزہ لیتے اور غروب آفتاب کے بعد دونوں بہن بھائی کھانا لے کر غار ثور میں چلے جاتے اور حضرت عامرؓ سارا دن مکہ کے گرد و نواح میں بکریاں چراتے اور شام کو بکریوں کا ریوڑ لے کر اس غار میں پہنچ جاتے۔ جہاں ساری کائنات کا گوہر مقصود پنہاں تھا۔ اور راستہ میں بکریوں کو عبداللہؓ کے قدموں کے نشانات پر چلاتے جاتے تاکہ مشرکین مکہ کو کسی قسم کا کوئی شک و شبہ پیدا نہ ہو سکے۔

یہ ہیں قرآن و حدیث۔ تاریخ و تفسیر اور کتب شیعہ سے پیش کردہ براہین و دلائل اور حقائق و بصائر جن کو شیعہ حضرات آج تک نہیں سمجھ سکے اور شاید اپنے دلوں میں بغض صحابہ کرامؓ رکھنے کی بنا پر وہ ان حقایق کو قیامت تک سمجھ سکیں!

افسوس تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات کو چاہیئے تو یہ تھا کہ علم و عقل کے چراغوں کی روشنی میں سیدھی راہ تلاش کرتے مگر انہوں نے ایسا کرنے کی بجائے اُلٹا قرآن پاک کی ہر اس آیت اور نبی کریم علیہ السلام کی ہر اس حدیث پر جس سے کہ شان صحابہ روشن ہوتی ہے طرح طرح کے اعتراضات اور بیہودہ قسم کی تاویلات پیدا کر کے عظمت صحابہ کے چمکتے ہوئے چاند پر تھوکنے کی ناکام کوشش میں اپنا منہ ہی پلید کر لیتے ہیں۔

شب ہجرت کے ایمان افروز واقعات اور صدیق اکبرؓ کی شان

ظمت کے بے پایاں دلائل کو بھی دیکھو کہ شیعہ حضرات قرآن و حدیث۔
فسیر و تاریخ اور اپنی مستند کتابوں کو بھی ٹھکرا کر کیسے کیسے لغو اور
لایعنی اعتراضات کر کے اپنی دین و ایمان کی کھیتی کو ویران کر رہے ہیں۔
حالانکہ ان کے اپنے عالی علماء و مجتہدین اور پاک آئمہ عظام نے
بھی ان حقائق کا بڑی شد و مد سے اقرار کیا ہے کہ حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا و رسول کے حکم سے شب ہجرت نبیؐ
کریم علیہ السلام کے رفیق سفر بنے تھے۔ اور صدیق اکبرؓ پوری وفاداری
و جانثاری کی نیت اور پورے ایثار و خلوص کے پیش نظر اپنے آقا و
مولا کے ساتھ گئے تھے۔ اور واذ قال لصاحبہ نبیؐ کریم علیہ
السلام نے اپنے وفادار غلام ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا تھا۔ اور غار
میں صدیق اکبرؓ کا رونا اپنے لئے نہیں تھا۔ بلکہ اپنے آقائے دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ اور سانپ کا زہریلا ڈنگ کھانے
کے باوجود بھی انہوں نے اس خیال سے حرکت نہ کی کہ کہیں محبوب
خدا کے آرام میں خلل نہ آجائے۔
محدث الحاکم المستدرک جز ۹ صفحہ ۱۰۔ ابونعیم جز ۲۔ صفحہ ۱۱۲۔
العینی جز ۸۔ صفحہ ۱۰۱ میں حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے ارادۂ ہجرت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف یہ حقیقت
ہی واضح نہیں ہوتی کہ مرکز نبوت اور مجسمۂ صداقت کا نکلنے سفر
ہجرت کرنا منشاءِ الٰہی کے عین مطابق تھا۔ بلکہ اس یارِ غار کی شان و
عظمت اور محبت و عقیدت بھی نکھر کر سامنے آجاتی ہے!
روایت کے الفاظ یہ ہیں :۔ وَتَجَهَّزَ اَبُوْبَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ

لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رِسْلِكَ فَاِنِّیْ اَرْجُوْ اَنْ یُّؤْذَنَ لِیْ۔ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَتَرْجُوْ ذٰلِكَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ۔ فَحَبَسَ اَبُوْبَکْرٍ نَفْسَہٗ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِصُحْبَتِہٖ وَ عَلَفَ رَاحِلَتَیْنِ عِنْدَہٗ وَرَقَ السَّمُرِ اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ۔

کہ جب حضرتِ ابوبکرؓ ہجرت کے لئے تیار ہوئے تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ رُک جاؤ۔ اُمید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔ حضرتِ ابوبکرؓ نے اپنے آپ کو اس شوق میں روک لیا کہ حضور علیہ السّلام کے ہمراہ جاؤں گا۔ اُنہوں نے اسی دن سے دو سواریاں خرید لیں اور چار ماہ تک انہیں ببول کے پتّے کھلاتے رہے۔

حضرتِ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن محبوبِ خدا علیہ السّلام اچانک ہمارے گھر تشریف لائے اور تنہائی چاہی۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ علیہ السّلام میری ان دو بیٹیوں یعنی عائشہؓ اور اسماءؓ کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے۔

حضرتِ ابوبکرؓ نے اس رازداری کا سبب پُوچھا تو رحمتِ دوعالم علیہ السّلام نے فرمایا کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔

عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ سفر ایک ساتھ ہوگا؟

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَلصُّحْبَۃُ۔

فرمایا۔ ہاں۔ اَلصُّحْبَۃُ۔

حضرتِ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اُس وقت پتہ چلا کہ کوئی شخص خوشی کی زیادتی سے بھی رو پڑتا ہے۔
حَتّٰی رَأَیْتُ اَبَا بَکْرٍ یَبْکِیْ یَوْمَئِذٍ۔ جب میں نے اپنے باپ کو روتا دیکھا۔

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۵۔ قالت عائشۃ والو سعید و ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللّٰہ عَنْھُمْ کَانَ اَبُوْ بَکْرٍ مَعَ النَّبِیِّ فِی الْغَارِ عَنِ الْبَرَا بْنِ عَازِبٍ قَالَ اشْتَرَی اَبُوْ بَکْرٍ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا بِثَلَاثَۃِ عَشَرَ دِرْھَمًا۔ کہ ابو بکرؓ غار میں نبی کریم علیہ السّلام کے ساتھ تھے اور اُنہوں نے حضرتِ برا ابن عازب سے تیرہ دراہم سے سواری خرید لی تھی۔ ایک سواری نبیؐ کریم علیہ السّلام نے ہجرت کے وقت قیمت لی تھی۔

احادیث و تواریخ کی ان معتبر روایات کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرتِ ابو بکرؓ صدیقِ معظم اور یارِ غار کی شان و عظمت اور رفاقت و صداقت کا انکار کرتا ہے۔ تو پھر اس کے اپنے ایمان کی کمزوری اور اسلام سے بغاوت ہے۔

اب شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ ابو بکرؓ اچھی نیت سے ساتھ نہیں گئے تھے اور لصاحبہ سے ابو بکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ قرآن میں

سوال نمبر ا۔ حضرتِ یوسف علیہ السّلام کے ساتھیوں کو بھی صاحبی کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھے۔ اور ابو بکرؓ غار میں اس لئے روئے تھے کہ کفارِ مکّہ کو پتہ چل جائے اور اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ۔

سوال ۲ :۔ کے مصداق رسول خدا ہیں ابو بکر نہیں اس لئے کہ خدا نے جب بھی کسی پر اپنی طرف سے تسلی نازل کی ہے تو پہلے رسول کا ذکر آتا ہے اور پھر کسی اور کا مطلب یہ کہ نبی کی شرکت کے بغیر خدا کسی پر تسلی نازل نہیں کرتا۔ جیسا کہ یوم حنین کے موقعہ پر خداوند تعالے نے فرمایا ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المومنین) کہ پھر اللہ نے تسلی نازل فرمائی اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر ـــــــ اس آیت میں رسول پہلے ہے اور دوسرے ایمان والے بعد میں ـــــــ اور ابو بکرؓ کا حزن و ملال معصیت تھا اس لئے کہ اگر وہ اطاعت ہوتا تو رسولِ خدا لاتحزن کہہ کر اس کو منع نہ کرتے۔

سوال ۳ :۔ اور ابو بکر کا نبی کو کندھوں پر اٹھانا غلط ہے اس لئے کہ کعبہ سے بت توڑنے کے وقت جس رسول کو شیر خدا نہ اٹھا سکے اس کو ابو بکرؓ نے کیسے اٹھا لیا۔

سوال اوّل کا جواب :۔ اگر شیعہ حضرات کی یہ بات صحیح مان لی جائے کہ حضرت ابو بکر کی نیت اچھی نہیں تھی تو پھر ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کے علیم بالذات الصدور ہونے اور نبی کریم کے عالم ما کان و ما یکون ہونے کا انکار لازم آ جائے گا حالانکہ شیعہ حضرات بھی اس حقیقت کو مانتے ہیں۔ کہ خدا علیم بالذات الصدور اور مصطفٰے عالم ما کان و ما یکون ہے۔

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ خدا و مصطفٰے کو تو حضرت ابو بکرؓ کی بری نیت کا علم نہ ہو سکا اور ایسے خطرناک وقت میں جبکہ کفار

مکہ نبیؐ کی جان لینے کے درپے تھے۔ ابوبکرؓ کو رسول کا رفیق سفر منتخب کر لیا۔ مگر چودہ سو سال کے بعد شیعہ حضرات کو یہ پتہ چل گیا ہے کہ ابوبکرؓ کی نیت اچھی نہیں تھی۔

نہیں بلکہ خدا نے حضرت ابوبکرؓ کے عشق و محبت اور وفاداری و جانثاری کو جانتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایثار و خلوص اور اس کی الفت و عقیدت کو دیکھتے ہوئے اپنی حفاظت کے لئے چنا تھا اور اگر خدا و رسول کو ابوبکرؓ کی نیت پر ذرہ بھر بھی یہ شبہ ہوتا کہ یہ کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا ہے یا یہ کہ یہ مشرکینِ مکہ سے ملا ہوا ہے تو ایسی صورت میں یہ دونوں حضرت ابوبکرؓ کو اس نازک ترین موقعہ اور خوفناک سفر کے لئے منتخب نہ کرتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور نبی کریم علیہ السلام کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت و دوستی! وفا و اطاعت اور رفاقت و امانت پر پورا پورا اعتماد تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اکرم علیہ السلام کے دوست تھے یا دشمن!

اگر دوست تھے تو پھر ان کے ایمان میں شبہ کیوں؟

اور اگر دشمن تھے تو پھر وہ ان دشمنوں کے ساتھ کیوں نہ گئے۔ جو نبیؐ کے قتل کرنے کے ارادے سے ساری رات مکان کا محاصرہ کرکے بیٹھے رہے!

یہ عجیب بات ہے کہ شیعہ حضرات کے عقیدے کے مطابق جو لوگ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کم دشمن تھے وہ تو ننگی تلواریں لے کر رسولِ خدا کو قتل کرنے کے ارادے سے مکان کو گھیرے میں لے کر بیٹھے رہیں، اور جو رسولِ خدا کا سب سے بڑا دشمن تھا وہ اپنے گھر آرام سے لیٹا ہے اور پھر رفیقِ سفر بن کر مدینہ منورہ تک لے جائے!

کسی انسان کی قلبی کیفیات ۔ اس کے دلی ارادوں اور اس کے اندرونی جذبات کا پتہ اس کے بیرونی اعمال وافعال اور خارجی حرکات وسکنات سے چل جاتا ہے ۔ آئیے اب ذرہ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بیرونی اعمال وافعال اور اُن کی خارجی حرکات وسکنات کا پتہ کریں تو اس کے لئے شیعہ حضرات کی مستند ومعتبر کتاب تفسیرِ امام حسن عسکری کے حوالے سے یہ لکھا جا چکا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کو یہ فرمایا تھا ۔ کہ اے ابو بکرؓ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ جن مشکلات ومصائب میں میں مبتلا ہونے والا ہوں ان میں تو بھی مبتلا ہو اور کیا تو اس پر راضی ہے کہ کفار مکہ جس طرح مجھے قتل کرنا چاہتے اسی طرح تجھے بھی قتل کیا جائے تو اس عاشقِ صادقؓ نے جو جواب دیا یہ تھا ۔

کہ اے میرے آقا و مولا آپ کی محبت میں اگر میں تمام عمر کسی سخت عذاب میں بھی مبتلا رہوں تو مجھے یہ تو منظور ہے لیکن یہ منظور نہیں کہ آپ کے دامن کو چھوڑ دوں ۔

اور صاحب منتہی الکلام ریاض النظرہ کے حوالے سے یہ بھی نقل کرتے ہیں!

ریاض النضرہ جلد اوّل۔ صفحہ ۹۰ و ۹۱۔ ابی جعفر احمد الشہیر

اَمَّا اللَّیْلَۃَ فَلَمَّا خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَارِبًا

مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ خَرَجَ لَیْلًا فَتَبِعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ فَجَعَلَ یَمْشِیْ مَرَّۃً

اَمَامَہٗ وَمَرَّۃً خَلْفَہٗ وَمَرَّۃً عَنْ یَمِیْنِہٖ وَمَرَّۃً عَنْ شِمَالِہٖ!

کہ وہ رات جب نبی کریم علیہ السّلام کفارِ مکّہ سے بچ کر رات کو مکّہ سے نکلے تو حضرت ابوبکرؓ بھی ان کے ساتھ تھے! اور حضرت ابوبکر کبھی نبیؐ کریم علیہ السّلام کے آگے ہو جاتے اور کبھی پیچھے۔ کبھی دائیں ہو جاتے اور کبھی بائیں۔ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے پوچھا اے ابوبکرؓ یہ کیا کر رہے ہو؟

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں اس لئے چلتا جا رہا ہوں تاکہ کفارِ مکّہ اگر کسی طرف سے بھی نکل آئیں تو میں آپ کی حفاظت کر سکوں!

اور نبیؐ کریم علیہ السّلام پاؤں کی انگلیوں پر چل رہے تھے حتّٰی حُفِیَتْ رِجْلَاہُ۔ یہانتک کہ پاؤں مبارک سوج گئے، فَحَمَلَہٗ عَلٰی کَاھِلِہٖ۔ اور پھر اس رفیق باوفا! عاشق صادق اور جانثار ساتھی نے اپنے آقا و مولا کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبیؐ کی محبت میں شدید عذاب میں مبتلا رہنے کا اقرار کرنا۔ شب ہجرت کے اس خوفناک سفر میں کملی والے آقائے دو عالم کے ہمراہ جانا۔ راستے میں کفارِ مکّہ کے خوف میں اپنے آقا و مولا کی حفاظت کے لئے آگے پیچھے اور دائیں بائیں

چلنا۔ بارِ نبوت کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر غارِ ثور تک لے جانا۔
غار کو صاف کر کے اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخوں کو بند کرنا۔
اژدھا کا زہر آلود ڈنگ کھا کر جنبش نہ کرنا اور خدا و مصطفٰے کا
اس خطرناک سفر کے لئے اس رفیقِ باوفا کو منتخب کرنا یہ سب کچھ
اس عاشق صادق کی نیک نیتی۔ محبتِ رسولؐ۔ وفا و صفا اور
اطاعت و فرمانبرداری کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

اب ایسے ایمان افروز حقائق کے بعد بھی شیعہ حضرات اگر
حضرتِ ابوبکرؓ کی نیک نیتی اور محبتِ رسول میں شبہ رکھتے ہیں
تو پھر یہ ان کے اپنے دین و ایمان کی موت ہے!

سوال :۔ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ اذ قال لصاحبہٖ سے
حضرتِ ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن میں مصاحب
یوسف کا ذکر بھی ہے۔ حالانکہ وہ دونوں کافر تھے!

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنِ پاک میں صاحبی یوسف نہیں
ہے بلکہ صاحبی السجن ہے یعنی جیل کے ساتھی۔ صاحبی مضاعف
اور السجن مضاف الیہ ہے صاحبی کی ی ضمیر متکلم کی نہیں ہے بلکہ
اصل میں صاحبین تثنیہ تھا۔ اضافت کے سبب نون ساقط ہو
گیا۔ تو وہ صاحبِ زنداں تھے اور یہاں لصاحبہٖ میں صاحب کی
اضافت ضمیر کی طرف ہے جو رسولِ خدا کی طرف راجع ہے!

پھر جیل میں رہنے والے حضرتِ یوسف علیہ السلام کے ساتھی
ان کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم کے سبب قید ہوئے تھے
اور یہاں لصاحبہٖ والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسول خدا

کی مرضی سے ساتھ گیا تھا۔

سوال ۔ حضرتِ ابوبکرؓ غار میں اس لئے روئے تھے کہ کفار کو نبیؐ کریم علیہ السلام پتہ چل جائے۔

جواب :۔ کیا خدا تعالےٰ علیم بالذات الصدور اور عالم الغیب والشہادۃ اور وھو بکل شیئٍ علیم اور رسولِ خدا علیہ السلام عالم ما کان وما یکون اور علمک ما لم تکن تعلم اور وما ھو علی الغیب بضنین ہے کہ نہیں ؟

اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کرو!

اور اگر ہیں اور یقیناً ہیں اور شیعہ حضرات بھی مانتے ہیں تو پھر ایسی صورت میں خدا اور رسول پر الزام آئے گا۔ کہ انہوں نے صدیقِ اکبرؓ کے متعلق سب کچھ جانتے ہوئے بھی ساتھ بھیج دیا!

اور یہ کفر ہے۔

دوسرے یہ کہ حزن اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ غیر کے لئے ہوتا ہے جیسے کہ حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے متعلق قرآنِ پاک فرماتا ہے وابیضت عیناہ من الحزن ۔ کہ حضرتِ یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق و غم میں سفید ہو گئیں! یا جیسا کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی موت پر فرمایا تھا۔ اِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ ۔ اے ابراہیم ہم تیرے فراق میں غمناک ہیں۔ تیسرے یہ کہ خوف کو گناہ میں شامل کرنا ہی غلط ہے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے انبیاء علیہم السلام پر الزام آتا ہے۔ حالانکہ خوف ان امورِ بشریت سے

ہے کہ جس سے کسی بھی بشر کو چارہ نہیں چاہے وہ نبی یا امام ہی کیوں نہ ہو اور اس پر خدا کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں اس لئے کہ یہ گناہ معصیت ہی نہیں!

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو خدا کی طرف سے جب حکم ہوا کہ فرعون کو جا کر تبلیغ کرو اور اس کو حق و صداقت کی راہ دکھاؤ تو ان دونوں نے عرض کی:۔

رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی۔

کہ اے ہمارے رب ہمیں خوف ہے کہ وہ کہیں ہم پر غالب نہ آ جائے یا ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے!

تو خداوند کریم علیہ السلام نے ان کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا۔

لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا۔ کہ خوف نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

غور کا مقام ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام جب خوف کریں تو ان پر خدا کی طرف سے کوئی عتاب نہ آئے اور ان کی نبوت میں کوئی فرق نہ پڑے تو اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نبی بھی نہیں تھے خوف کیا تو کونسا گناہ ہے بلکہ اگر غور سے سمجھا جائے۔

تو یہاں اس عاشقِ صادق کی شان اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ جس طرح خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو اِنَّنِیْ مَعَکُمَا کہہ کر مطمئن کر دیا تھا۔ اسی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے رفیقِ غار کو اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہہ کر تسلی دے دی۔

اور اگر شیعہ حضرات اپنے بغض و عناد کی بناء پر حضرت صدیق اکبرؓ پر گناہ و معصیت کا الزام لگائیں گے تو پھر یہ الزام انبیاء علیہم السلام

پر بھی آئے گا اور یہ کفر ہے۔
چہارم یہ کہ حزن کے معنی نالہ و فریاد اور آہ و بکا خدا جانے
کس لغت میں ہیں! حزن کا معنی غم ہے اور غم کا تعلق دل سے
ہوتا ہے یا اس کے اظہار کے لئے چہرہ پر آثار!
سوال کہ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ کے مصداق رسولِ خدا
ہیں ابوبکر نہیں اس لئے کہ خدا نے جب بھی کسی پر تسلّی نازل فرمائی
پہلے رسول پر اور پھر دوسرے مسلمانوں پر جیسے کہ جنگِ حنین کے
موقع پر خدا تعالےٰ فرماتا ہے ثم انزل الله سكينته على رسوله
وعلى المومنين۔ یہاں رسول پہلے ہے اور دوسرے ایمان والے
بعد میں۔
جواب:۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور لطف و عنایت سے
رسول کی شرکت کے بغیر بھی اور پہلے مسلمانوں پر بھی اپنی تسلّی نازل
فرما دیتا ہے۔
جیسے کہ پارہ ۲۶۔ سورۃ فتح میں ہے:۔
فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِمْ۔ کہ اللہ نے اپنی تسلّی ان
ایمان والوں پر نازل فرما دی جنہوں بیعت کی۔
یہاں تسلّی کا نزول رسولِ خدا کی شرکت کے بغیر بھی مسلمانوں
پر ہے۔ یا
پارہ ۲۶۔ سورۃ الفتح۔
هو الذی انزل السكينة فی قلوب المومنين!
کہ اس نے اپنی تسلّی ایمان والوں کے دلوں پر نازل فرما دی۔

سوال :- اگر ابوبکرؓ کی یہ اطاعت ہوتی تو لاتحزن کہہ کر ان کو منع نہ کیا جاتا اور نہی کا صیغہ نہ لایا جاتا اور جس چیز سے خدا منع کرے وہ معصیت و گناہ میں شامل ہوتی ہے !

جواب :- خدا جانے شیعہ حضرات نے یہ کلیہ کہاں سے پیدا کر لیا ہے کہ جس چیز سے خدا منع کرے وہ گناہ و معصیت میں داخل ہوتی ہے اس لئے کہ اگر یہ بات صحیح تسلیم کر لی جائے تو سینکڑوں انبیاء علیہم السلام کا بھی گنہگار ہونا ثابت ہوگا ! نعوذ باللہ

مثلاً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بتقاضائے بشریت اژدھا کو دیکھ کر ڈر گئے تو خداوند کریم فرمایا :-

لا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولی

کہ اے موسیٰ علیہ السلام خوف نہ کھا !

لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون

لا تخف انک انت الاعلی ۔

سید الانبیاء علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

لا تحزن علیھم ولا تکن فی ضیق مما یمکرون ۔

اور مومنین سے خطاب ہے ۔

الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ

یہ تمام نہی کے صیغے ہیں جو انبیاء علیہم السلام ۔ مومنین اور سید المرسلین علیہ السلام کے لئے نازل ہوئے !

اب شیعہ حضرات بتائیں کہ انبیاء کرام سے جو بتقاضائے بشریت حزن و خوف ثابت ہے کیا ان کا یہ حزن و خوف اطاعت .

یا معصیت ؟
اگر اطاعت تھا تو خدا کا اطاعت سے منع کرنا ثابت ہُوا !
اصل میں یہ شیعہ حضرات اپنی کم علمی و کم ظرفی اور دُشمنیٔ صحابہؓ کرامؓ میں ایسے گمراہ ہو چکے ہیں کہ بغضِ صحابہ میں عصمتِ انبیاء کا بھی لحاظ نہیں کرتے ورنہ کون نہیں جانتا کہ نہی کے صیغے صرف زجر و توبیخ کے لئے ہی استعمال نہیں ہُوا کرتے بلکہ دوستوں کو تسلّی و تشفّی اور حوصلہ و اطمینان دلانے کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے کہ قرآنِ پاک کی متعدّد آیات سے ثابت ہو چکا ہے !
لیکن شیعہ حضرات کی یہ کتنی بد دیانتی اور خیانتِ مجرمانہ ہے کہ ایک لفظ جو قرآن پاک میں سینکڑوں جگہ پر تسلّی و تشفّی کیلئے استعمال ہو وُہی لفظ ایک جگہ پر زجر و توبیخ کے لئے استعمال کر کے حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کی شانِ اقدس کی صدق و صفا کی سفید چادر کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش میں ہیں !
حالانکہ بظاہر وہاں اور یہاں کوئی فرق نہیں پایا جاتا اس لئے اگر ان آیتوں میں لا تخشی نوا اور لا تخافوا تسلّی و تشفّی کے لئے ہیں تو غارِ ثور والی آیت بھی تسلّی و تشفّی کے لئے ہے اور اگر وہاں زجر و توبیخ کے لئے ہے تو یہاں بھی !
لیکن اتحادِ الفاظ کے باوجود وہاں تسلّی و تشفّی پر محمول کرنا اور یہاں زجر و عتاب پر محمول کرنا حیرت و تعجّب کا باعث ہے۔
سوال :۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ میں علیہ کی ضمیر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف راجع ہے ابُو بکرؓ کی طرف نہیں اور نہ

معنٰی یہ ہے کہ پس نازل کی خدا نے اپنی تسلّی اپنے رسول علیہ السّلام پر۔

جواب:۔ یہ ہے کہ حزن وملال اور خوف وخطرہ تو حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھا اور تسلّی اس پر نازل کی گئی۔ جو بالکل مطمئن بیٹھا تھا ایسی صورت میں ایک تو قرآنِ پاک کی آیت بے ربط اور اس کا مفہوم بے معنٰی ہو کر رہ جاتا ہے اور دُوسرے یہ بات خلافِ عقل ونقل ہوگی کہ حزن وملال اور خوف وخطر تو کسی اور کو ہو اور تسلّی و تشفّی کسی اور کو دی جائے۔

اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تسلّی نبیؐ کریم علیہ السّلام پر نازل ہُوئی تھی تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حزن وملال بھی نبیؐ کریم علیہ السّلام کو تھا حالانکہ فریقین کی مستند کتابوں اور قرآن کی تفاسیر سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ حزن وملال حضرت ابُوبکرؓ ہی کو تھا! اور وہ حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذاتِ اقدس تھی۔

فیصلہ کُن بات تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات ناموسِ صحابہ کرامؓ کی مقدّس چادر کو داغدار کرنے کے لئے قرآنِ پاک کی ایسی آیتیں پیش کرتے ہیں جن کا تعلق اس موضوع سے دُور کا بھی نہیں ہوتا! اور اگر بفرضِ محال یہ مان لیا جائے کہ وہ آیتیں شانِ صحابہ کرامؓ کو دوبالا نہیں کرتیں تو پھر بھی شیعہ حضرات کو ایسی آیات پیش کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ جب شیعہ حضرات کا اس موجودہ قرآن پر ایمان ہی نہیں ہے تو پھر کسی کے ایمان وکفر میں امتیاز اور حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے اسی قرآن کی آیات پیش کرنے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔

جس قرآن پر ان کا ایمان نہیں اسی قرآن کو اپنے عقائدِ باطلہ کے ثبوت میں دلائل کے طور پر پیش کرنا شیعہ حضرات کی ایک سازش ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۸۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء۔ آل عمران۔ پارہ ۴۔

اس آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :۔

روی انہ علیہ السلام کتب مع ابی بکر الی یہود بنی قینقاع یدعوھم الی الاسلام والی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وان یقرضوا اللہ قرضاً حسنا۔

کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی قینقاع کے یہودیوں کی طرف تبلیغِ اسلام اور نماز و زکوٰۃ کی تلقین کرنے اور قرضِ حسنہ لینے کی خاطر بھیجا!

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب ان کو یہ پیغام دیا تو فنحاص یہودی نے کہا۔ ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء حتٰی سالنا القرض کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں جو ہم سے قرضہ مانگتا ہے فَلَطَمَہٗ اَبُوْبَکْرٍ فِیْ وَجْھِہٖ۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا اور کہا کہ اگر ہمارے اور تمہارے درمیان عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا!

اس یہودی نے نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اس جسارت کی شکایت کی اور جو اس نے

خُود کہا تھا اس کا انکار کر دیا۔ فنزلت ھٰذہ الآیت
تصدیق لا بی بکر۔ تو حضرتِ ابوبکرؓ کی تصدیق کے لئے یہ آیت
نازل ہوئی۔

رہا شیعہ حضرات کا یہ سوال کہ شبِ ہجرت حضرتِ ابُوبکرؓ کا نبی
کریم علیہ السّلام کو اپنے کندھوں پر اُٹھانا غلط ہے اس لئے
کہ فتح مکہ میں کعبہ سے بُت توڑنے کے وقت جب رسولِ اکرم علیہ
السّلام کو شیرِ خُدا حضرتِ علیؓ نہ اُٹھا سکے تھے۔ تو حضرتِ ابوبکرؓ
نے کیسے اُٹھا لیا۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ تو خدا تعالےٰ کی دین ہے۔ جس کو جب
چاہے عطا کر دے۔ اللہ کریم نے اپنی خلافت و نیابت کو زمین و
آسمانوں اور پہاڑوں پر نازل فرمایا کہ میری خلافت و نیابت
کے اس بوجھ کو اُٹھا لو۔ مگر اُنہوں نے اس بوجھ کو اُٹھانے سے
انکار کر دیا۔ لیکن ایک انسان نے اس بوجھ کو اُٹھا لیا۔ انا
عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبالِ الیٰ قولہ
وحملھا الانسان۔

یہ تو اس خالقِ کائنات کی مرضی ہے۔ جب کسی سے چاہے
اور جو چاہے اور جس وقت چاہے کوئی کام لے لے۔ بُت توڑنے
کے وقت حضرتِ علیؓ نبیٔ کریم علیہ السّلام کو نہ اُٹھا سکے اور شبِ ہجرت
خدا تعالےٰ نے حضرتِ ابوبکر صدیقؓ میں اتنی قوت پیدا کر دی۔ کہ
انہوں نے بارِ نبوّت کو اُٹھا لیا۔

حملہ حیدری میں ملا باذل ایرانی کا یہ شعر ملاحظہ ہو :۔

دراں کس چناں قوت آمد پدید
کہ بارِ نبوّت تو اند کشید!

کہ اس وقت حضرتِ ابُوبکر صدیقؓ میں اتنی قوّت پیدا کر دی گئی۔ کہ اُنہوں نے بارِ نبوّت کو اُٹھا لیا۔

اور پھر خداوندِ کریم اگر چھوٹی چھوٹی چڑیوں سے ابرہہ کے ہاتھیوں کو مروا دے تو کونسے اعتراض کی بات ہے۔ اور اس میں کونسا تعجب ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ خدا تعالیٰ کی مشیّتِ ایزدی پر کوئی اعتراض کرے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شانِ صدیق اکبرؓ

احادیث نبویؐ میں!

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱۶ - مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۷۲ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ - عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَنْ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا -

حضرتِ ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا - کہ انسانوں میں سے یعنی میرے امتیوں میں سے جس شخص نے دوستی و محبت اور مال و دولت سے میری اعانت و خدمت کی وہ ابو بکرؓ ہے - اور اگر میرے لئے کوئی خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ابو بکرؓ کو اپنا خلیل بناتا!

وَلٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُہٗ - لیکن وہ برادری اور وہ بھائی چارہ جو مسلمانی کا حق ہے اور وہ محبت و الفت جو مومن کی شان ہے وہ میرے دل میں پوری طرح موجود ہے -

لَا تُبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَۃٌ اِلَّا خَوْخَۃَ اَبَابَکْرٍ - اور مسجد کے طرف کھلنے والے تمام روشندان اور کھلنے والی کھڑکیاں بند کر دی جائیں - مگر ابو بکر کا روشندان بند نہ کیا جائے -

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک میں تھوڑا سا بھی غور و فکر کرنے کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنی قدر و منزلت تھی اور وہ ان سے کتنی محبت رکھتے تھے۔

اس لئے کہ خلیل اس انسان کو کہا جاتا ہے۔ جس میں صداقت و محبت کی آخری منزل پائی جاتی ہو اور محب کے دل میں اس کے سوا کسی اور کی محبت کی گنجائش ہی باقی نہ ہو۔ اور حاجات و مہمات میں اس پر کلی طور پر اعتماد و اعتبار کیا جائے لیکن چونکہ میرا تعلق اس نسبت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ سے ہے اس لئے میں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیل نہیں بنایا۔ ورنہ اگر میں نے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو ایک خلیل میں ہوتی ہیں۔

مسجدِ نبوی سے ملحقہ مکانات میں اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کھڑکیاں! دریچے اور روشندان رکھے ہوئے تھے تاکہ ہم نبی کریم علیہ السلام کو مسجد میں آتا دیکھا کریں! مگر امام الانبیاء علیہ السلام نے آخری خطبہ شریف میں ان تمام دریچوں اور روشندانوں کو بند کروا دیا تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ کے دریچہ کو کھلا رکھنے کا حکم دیا تھا تاکہ میں ابوبکرؓ کو مسجد میں آتا دیکھا کروں۔ اور جب دوسرے اصحابہ کرامؓ نے اس کا سبب پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ایسی اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ مجھے خدا تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵ و ۵۵۶ - ترمذی شریف جلد ۲-
صفحہ ۲۰۸- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ
میری ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ میں کسی طریقہ سے حضرت ابو بکرؓ پر
کسی معاملہ میں سبقت لے جاؤں!

ایک دن نبی کریم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے
کا حکم فرمایا اور اتفاق کی بات ہے کہ اس دن میرے پاس بہت
سا مال تھا اس لئے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج میں حضرت
ابو بکرؓ سے بڑھ جاؤں گا-

چنانچہ میں گھر گیا اور آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑ کر
آدھا مال نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا-
نبی کریم علیہ السلام مجھ سے پوچھا کہ کیا لائے ہو تو میں نے عرض
کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھا مال گھر چھوڑ آیا ہوں
اور آدھا پیشِ خدمت ہے!

تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابو بکرؓ بھی گھر کا سارا مال لے
کر حاضرِ خدمت ہو گئے- نبی کریم علیہ السلام نے پوچھا مَا اَبْقَیْتَ
لِاَهْلِكَ فَقَالَ اَبْقَیْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ - کہ اے ابو بکرؓ
گھر والوں کے لئے کیا باقی چھوڑ آئے ہو تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب
دیا ان کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول علیہ السلام کو چھوڑ
آیا ہوں- یعنی فصلِ غار اور یارِ مصطفےٰ!

اور ہو بھی کیوں نہ اس واقفِ اسرارِ نبوت اور یارِ غار
کے دل میں عشقِ مصطفےٰ علیہ السلام کی جو بے پایاں دولت

تنبیدہ تھی اس کے ہونے ہوئے وہ کسی اور چیز کو اپنے پاس کیونکر
رکھ سکتے تھے!

ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۱۰ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶ - حضرت
ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے
فرمایا - اَنَا اَوَّلُ مَنْ تُنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ
عُمَرُ الخ - کہ حشر کے دن سب سے پہلے میں مزار اقدس سے اٹھوں گا -
پھر حضرتِ ابو بکرؓ اور پھر عمر فاروقؓ - اور پھر جنت البقیع میں
دفن ہونے والے الخ - قانونِ قدرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس
ترتیب سے یہ نفوسِ قدسیہ روضۂ انور میں داخل ہوئے - اسی
ترتیب سے اٹھیں -

پہلے نبی کریمؐ علیہ السلام تشریف لے گئے تھے - پھر حضرتِ ابو بکر
صدیقؓ اور پھر عمر فاروقؓ اور قیامت کے دن بھی اسی ترتیب
سے اٹھیں گے! پہلے امام الانبیا علیہ السلام پھر صدیقِ اکبرؓ اور
پھر عمر فاروقؓ -

ایسی دوستی و رفاقت پر قربان کہ دونوں حضرات
نے دامنِ مصطفےٰ علیہ السلام کو ایسی محبت و عقیدت
اور مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے، کہ نہ زندگی میں چھوڑا
ہے اور نہ ہی قبر شریف میں، اور نہ ہی قیامت کے
دن چھوڑیں گے -

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶ - حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ نبی کریمؐ علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج

کی رات کو پایا کسی اور وقت جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس دروازہ سے میری اُمّت نے جنّت میں داخل ہونا ہے۔ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدَدْتُ اِنِّیْ کُنْتُ مَعَکَ حَتّٰی اَنْظُرَ اِلَیْہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَّکَ یَا اَبَا بَکْرٍ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ!

پس حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام میں پسند کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ہی ہوں اور میں بھی وہ دروازہ دیکھوں تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تو میری اُمّت میں سے سب سے پہلے جنّت میں داخل ہوگا!

مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۴۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اتَّبَعَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ جَنَازَۃً قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ مِسْکِیْنًا قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْکُمُ الْیَوْمَ مَرِیْضًا قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا اجْتَمَعْنَ فِیْ امْرِءٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے آج کس نے روزہ رکھا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی میں نے! نبیٔ کریم علیہ السلام نے پوچھا تم میں سے آج کس نے کسی کا جنازہ پڑھا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی میں نے! نبیٔ کریم علیہ السلام نے پھر فرمایا۔

تم میں سے آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابُو بکرؓ نے عرض کی میں نے!

نبیؐ کریم علیہ السّلام نے پھر سوال کیا تم میں سے آج کس نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابُو بکرؓ نے عرض کی میں نے!

پس نبیؐ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ تمام چیزیں موجُود ہوں وہ جنّتی ہے!

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱۷ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے فرمایا - فَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوۃِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوۃِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ - کہ جس نے دُنیا میں نماز پڑھی وہ قیامت کو نماز کے دروازے سے بہشت میں جائیگا! جس نے دُنیا میں روزے رکھے وہ قیامت میں ریان کے دروازہ سے جنّت میں جائے گا -

داناٴے اسرارِ رسالت حضرت ابُو بکر صدیقؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام میرے ماں باپ کے سر آپ پر قربان - کیا آپ کی اُمّت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کے لئے یہ تمام دروازے کھلے ہوں؟

نبیؐ کریم علیہ السّلام نے فرمایا —— ہاں ——

وَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ - کہ تیرے لئے تمام دروازے کھلے ہیں -

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۴ - حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تیری اُمّت کے چار صد ہزار بغیر حساب کے جنّت میں داخل کر دوں گا!

فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ زِدْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ - حضرتِ ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام اور زیادہ کر دو - تب نبیٔ کریم علیہ السّلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کھول کر اُلٹا دئے جیسے کسی کو کوئی چیز عطا کرنے کے وقت ہاتھوں کو کیا جاتا ہے - جس کا مطلب یہ تھا کہ لو میں نے زیادہ کر دئے ہیں - حضرتِ ابوبکرؓ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام اور زیادہ کر دو - نبیٔ کریم علیہ السّلام نے پھر ویسے ہی کیا -

فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا یَا اَبَا بَکْرٍ - پس حضرتِ عمرؓ نے کہا اے ابوبکر ہم کو چھوڑ دو تاکہ ہم لوگ خوفِ الٰہی سے بے پرواہ نہ ہو جائیں اور لوگ اعمال و افعال سے کنارہ کش نہ ہو جائیں - پس حضرتِ ابوبکرؓ نے کہا کہ اے عمرؓ اگر خدا تعالےٰ کملی والے کے صدقے ہم تمام کو جنّت میں داخل کر دے تو تجھے کیا عُذر ہے - تب حضرتِ عمرؓ نے کہا کہ خُداوند کریم اگر چاہے گا تو اپنی ایک ہی مُٹھی یعنی رحمت کے ایک ہی اشارے سے ہم سب کو جنّت میں داخل کر دے گا!

نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرتِ عمرؓ نے سچ کہا ہے!

حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گنہگاروں سے ہمدردی! شفقت! غمخواری اور ان کی دستگیری و اعانت پر غور کرو - کہ نبیٔ

کریم علیہ السّلام کی زبانِ پاک سے خدا کی رحمت و بخشش کی خوشخبری سُن کر فوراً گنہ گاروں کا خیال کرکے چاہتے ہیں کہ سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ساری اُمّت بغیر حساب کے جنّت میں داخل ہو جائے! اور پھر نبی کریم علیہ السّلام بھی اپنے اختیارِ نبوّت سے زیادہ کرتے جاتے ہیں۔

اگر حضرتِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ روکتے تو خدا کا دریائے رحمت جوش میں تھا۔ کملی والے آقا علیہ السّلام کا دامنِ شفاعت وسیع تھا اور حضرتِ ابوبکرؓ کا سایۂ شفقت پھیل چکا تھا!

حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مقامِ فقر و غنا پر تھے اور حضرتِ عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقامِ تسلیم و رضا پر۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۳۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸۔ حضرتِ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت نبی کریم علیہ السّلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اُس نے چند مسئلے پوچھے۔ حضور علیہ السّلام نے بتا دیئے۔ اس عورت نے عرض کی یارسول اللہ علیہ السّلام اِنْ لَّمْ اَجِدْکَ کہ اگر میں کسی وقت تجھے نہ پاؤں۔ قَالَ اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَابَکْرٍ۔ کہ اگر تُو مجھے نہ پائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آجانا۔

نبی کریم علیہ السّلام نے جہاں کئی بار حضرتِ ابوبکر صدیقؓ کا نام لے کر اپنے بعد خلیفۂ اوّل ہونے کا اعلان فرمایا ہے وہاں کئی مقامات پر اشارۃً بھی خلافتِ اوّل کے لئے ان کا حق بتلایا ہے۔

اس حدیث پاک میں بھی امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت ابا بکرؓ کی خلافت کا اشارہ فرمایا ہے کہ اگر میں تجھے نہ ملوں تو میرے بعد حضرت ابو بکرؓ کے پاس آجانا! اور یہ اس لئے بھی تھا کہ وہ تمام رموزِ قدرت۔ اسرارِ الہٰیہ۔ نکاتِ فطرت اور رازہائے نبوت و رسالت اور علومِ ظاہری و باطنی جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ سے حاصل کئے تھے وہ تمام کے تمام نبیؐ کریم علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سینۂ انور میں ڈال دئے تھے!

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۲۔ نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا مَا صَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبُوْ بَکْرٍ! کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ میرے سینے پاک میں ڈالا ہے وہ سب کچھ میں نے حضرت ابو بکرؓ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۸۷۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دن انگوٹھی دے کر فرمایا۔ کہ اس میں لا الٰہ الا اللہ لکھوا لاؤ۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے وہ انگوٹھی ایک صراف کو دی اور فرمایا اُکْتُبْ فِیْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ اس میں کلمہ شریف لکھ دو۔ اُس نقاش نے لکھ دیا۔ لیکن جب وہ انگوٹھی نبیؐ کریم علیہ السلام کے پاس واپس آئی تو اُس میں لکھا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ و ابو بکر الصدیق سید المرسلین علیہ السلام نے فرمایا اے ابو بکرؓ میں نے تو صرف خدا کا اسم ہی لکھوانے کو کہا تھا مگر تُو نے میرا بھی اور اپنا نام بھی

لکھوا لیا ہے۔

عرض کی آقا۔ آپ کا تو میں نے لکھوایا ہے۔ مگر میرے کا پتہ نہیں اس لئے کہ میں نے مناسب نہ سمجھا اور میرے ایمان و میری محبت نے یہ برداشت نہ کیا کہ آپ کو اللہ کے نام سے جُدا کر دوں!

فَجَاءَ جِبْرِیْلُ وَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا اِسْمُ اَبِیْ بَکْرٍ فَکَتَبْتُہٗ۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السّلام آئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام آپ کا نام تو ابوبکرؓ نے لکھوایا ہے اور ابوبکرؓ کا نام میں نے لکھا ہے۔ اس لئے کہ صدیق کے ایمان نے یہ قبول نہ کیا کہ آپ کے نام کو خدا کے نام سے جُدا کرے۔ اور خدا نے یہ پسند نہیں کیا کہ صدیق کو آپ سے علیحدہ رکھے!

عمدۃ التحقیق صفحہ ۵۳۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۳۱۔ علامہ سیوطیؒ

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ ھَبَطَ عَلَیَّ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَعَلَیْہِ طَنْفَسَۃٌ کہ میرے پاس حضرتِ جبرائیل علیہ السّلام آئے اور اُس نے ٹاٹ کا لباس پہنا ہُوا تھا۔ میں نے پُوچھا۔ اے جبریل علیہ السّلام یہ کیا ہے۔ تو جبریل علیہ السّلام نے عرض کی۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمَلٰٓئِکَۃَ اَنْ تَتَخَلَّلَ کَتَخَلُّلِ اَبِیْ بَکْرٍ فِی الْاَرْضِ۔ کہ خدا تعالےٰ نے آسمانوں کے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ زمین پر ابوبکر صدیقؓ نے ٹاٹ کا لباس پہن رکھا ہے۔ تم آسمان پر ٹاٹ کا لباس پہن کر صدیق کی سُنّت کو ادا کرو۔

تاریخ الخلفاء۔ صفحہ ۳۴۔ ریاض النظرہ جلد ا۔ صفحہ ۱۴۷:—

اَبُوجعفر احمد الشہید عَنْ اَبِی ھُرَیْرَہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ فَمَا مَرَرْتُ بِسَمَاءٍ اِلَّا وَجَدْ فِیْھَا اِسْمِیْ مَکْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَبُوْبَکْرٍ صدیق من خَلْفِیْ -

حضرتِ اَبُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات کو میں جس آسمان پر سے گزرا۔ میں نے اس پر یہ لکھا ہُوا دیکھا محمد رسول اللہ اور میرے بعد اَبُوبکر صدیق ہے۔

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۴۔ امام نسفیؒ کے حوالہ سے علامہ صفوریؒ لکھتے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ میں ایک آدمی فوت ہوگیا، نبیٔ کریم علیہ السلام نے اُس کا جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا فَنَزَلَ جِبْرَئِیْلَ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَا تُصَلِّ عَلَیْہِ ۔ کہ حضرتِ جبریل علیہ السلام نازل ہُوئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اس کا جنازہ نہ پڑھائیں۔ حضور علیہ السلام رُک گئے فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ صَلِّ عَلَیْہِ فَمَا عَلِمْتُ عَنْہُ اِلَّا خَیْرَ۔ فَنَزَلَ جِبْرَئِیْلَ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ صَلِّ عَلَیْہِ فَاِنَّ شَھَادَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ مُقَدَّمَۃٌ عَلٰی شَھَادَتِیْ - پس حضرتِ اَبُوبکرؓ حاضر ہُوئے اور عرض کی یا نبی اللہ علیہ السلام اس کا جنازہ پڑھاؤ۔ پھر حضرتِ جبریل علیہ السلام بھی حاضر ہوگئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام جنازہ پڑھا دو۔ اس لئے کہ میری گواہی سے اَبُوبکرؓ کی گواہی افضل ہے!

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۴۔ نبیٔ کریم علیہ السلام نے حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اِنَّ اِسْمَ اَبِیْکِ مَکْتُوْبٌ عَلٰی قَلْبِ الشَّمْسِ۔ کہ تحقیق تیرے باپ اَبُوبکرؓ کا نام

آفتاب کے دل پر لکھا ہُوا ہے اور جب وہ خانہ کعبہ کے بالمقابل آتا ہے تو رک جاتا ہے اور پھر فرشتے سورج کو یہ کہتے ہیں۔ بِحَقِّ مَا فِیْکَ مِنَ اِسْمِہٖ۔ کہ اس نام کے طفیل چل جو تیرے دل پر لکھا ہُوا ہے۔ حضرتِ ابُو بکرؓ کا نام سُن کر آگے کو چل پڑتا ہے۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۹۔ حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادہ حضرتِ عبدالرحمٰنؓ جنگِ بدر میں مشرکین کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے اپنے باپ حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا۔ لَقَدْ اَھْدَفْتَ لِیْ یَوْمَ بَدْرٍ فَانْصَرَفْتُ عَنْکَ وَ لَمْ اَقْتُلْکَ۔ کہ اے ابا جان میدانِ بدر میں آپ کئی بار میری زد میں آئے۔ مگر میں نے باپ سمجھ کر آپ کو قتل نہ کیا۔

تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ لٰکِنَّکَ لَوْ اَھْدَفْتَ لِیْ لَمْ اَنْصَرِفْ کہ اگر تم میری زد میں آجاتے۔ تو میں کبھی تجھے نہ چھوڑتا اور قتل کر دیتا۔ اس لئے کہ اسلام اور مصطفےٰ کے مقابلے میں مال و دولت اور جان و اولاد کوئی چیز نہیں ہیں۔

ریاض النظرہ جلد ۱۔ صفحہ ۱۲۵۔ حضرتِ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن نبیٔ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ صدیق اکبرؓ سے پُوچھا۔ اَنَا اَکْبَرُ اَوْ اَنْتَ۔ کہ میں بڑا ہُوں یا تم۔ تو ابا بکرؓ نے عرض کی۔ بَلْ اَنْتَ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَ اَکْرَمُ وَ خَیْرٌ مِّنِّیْ وَ اَنَا اَسَنُّ مِنْکَ۔ کہ عُمر تو میری زیادہ ہے لیکن بڑے آپ ہیں! اس ادب کے قربان جاؤں۔

مثنوی شریف میں مولانا رُومیؒ لکھتے ہیں کہ ایک دن ابُو جہل

نے نبیؐ کریم علیہ السّلام کو دیکھا اور گستاخی کی کہ نعوذ باللہ میں نے تجھ سا کوئی بدصورت نہیں دیکھا۔ حضور علیہ السّلام فرمایا۔ تُو نے سچ کہا ہے! پھر راستے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے تو اس عاشقِ صادق نے حسنِ یار کو دیکھا اور بول اُٹھے۔

دید صدیقش بگفت اے ماہتاب
نے ز شرقی نے زغربی خوش بتاب

کہ میں نے ساری کائنات میں تجھ سا حسین و خوبصورت کوئی نہیں دیکھا۔ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ تُو نے سچ کہا ہے!

غلاموں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ السّلام سمجھ نہیں آئی۔ ابُو جہل بھی سچا اور ابُو بکرؓ بھی سچا۔

نبیؐ کریم علیہ السّلام نے فرمایا:۔

گفت من آئینہ ام مصقول دست
ترک و ہندو دید آں در من کہ ہست

کہ میں ایک پاک و صاف شیشہ ہوں۔ جو مجھے دیکھے گا اسے اپنی صورت نظر آئے گی۔

ابُو جہل نے دیکھا اسے اپنی شکل نظر آئی۔ اُس نے کہا تجھ سا بدصورت کوئی نہیں۔

صدیقؓ نے دیکھا تو اسے اپنی صورت نظر آئی۔ اُس نے کہا کہ دونوں جہان میں آپ جیسا حسین کوئی نہیں ہے!

ریاض النظرہ جلد ا صفحہ ۱۰۴۔ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۸۴

حضرت قیس بن حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن

حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو ملے اور حضرت علیؓ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت علیؓ نے
ان کے مسکرانے کا سبب پُوچھا۔ تو حضرت ابُوبکرؓ نے فرمایا۔ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَجُوْزُ اَحَدٌ
الصِّرَاطَ اِلَّا مَنْ کَتَبَ لَہٗ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبِ الْجَوَازَ۔
میں نے نبیٔ کریم علیہ السّلام سے سُنا ہے۔ کہ پُل صراط سے وہی
سلامتی سے گزُرے گا۔ جس کو علیؓ پرچی دے گا۔
یہ سُن کر حضرت علیؓ بھی مسکرائے اور فرمایا۔ اَے ابُوبکرؓ میں
تجھے مُبارک نہ دُوں ؟
فرمایا۔ کیسی۔
حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ
علیؓ اس کو پرچی دے گا۔ جو ابوبکرؓ سے محبّت رکھے گا!
لَا یَکْتُبُ الْجَوَازَ اِلَّا لِمَنْ اَحَبَّ اَبَا بَکْرٍ۔
گستاخانِ حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کر گئے!
عمدۃ التحقیق صفحہ ۱۳۰۔ شیخ ابراہیم العبیدی المالکی رحمتہ اللہ
تعالیٰ علیہ امام یافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب روض الریاحین
حاشیہ۔ عرب شریف کی ایک بستی کے ایک جوان کو کوڑھ ہو گیا۔
اور کئی سال تک اس موذی مرض میں مبتلا رہا۔ فَاَلْھَمَہُ اللہُ
تعالیٰ ذِکْرَہُ الصِّدِّیْقُ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات
ڈال دی کہ صدیق کا ذکر کر! وہ جوان صُبح و شام یَا صِدِّیْقُ
یَا صِدِّیْقُ کا ذکر کرتا۔ یہاں تک کہ اس کا کوڑھ دُور ہو گیا۔

بِالشُّوْرَ اَبِیْ بَکْرٍ عَافَاہُ اللّٰہُ مِنَ الْجُذَامِ۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۰ میں درج ہے۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ علیہ وَسَلَّمَ لَمَّا کَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اَخَذَتْہُ وَحْشَۃٌ فَسَمِعَ فِیْ حَضْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِصَوْتِ اَبِیْ بَکْرٍ۔ کہ جب نبیٔ کریم علیہ السلام معراج کی رات کو قاب قوسین او ادنٰی کے مقام پر پہنچے تو آپ کو کچھ گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ کہ فوراً آپ نے حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سُنی اپنے ساتھی دوست کی آواز سُن کر آپ کو سکون و اطمینان حاصل ہو گیا۔

عمدۃ التحقیق صفحہ ۲۲۶۔ شیخ عبد الغفار القوصی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَسُبُّ اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ ایک آدمی حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرتِ عمرؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اُس کی بیوی اور لڑکوں نے اُس کو منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ فَمَسَخَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خِنْزِیْرًا فِیْ عُنُقِہٖ سِلْسِلَۃٌ عَظِیْمَۃٌ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کی شکل خنزیر کی کر دی اور اُس کی گردن میں زنجیریں پڑ گئیں۔ اس کا لڑکا لوگوں کو دکھاتا پھرتا تھا۔ حضرتِ شیخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھا ہے۔ وَھُوَ یَصْرُخُ صُرَاخَ الْخَنَازِیْرِ۔ کہ وہ خنزیروں کی طرح چیختا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آپکے صدیقؓ ہونیکے ثبوت

اوّل

وجہ تسمیہ

مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۸۲ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ - بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۹ - حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوۡبَکۡرٍ وَعُمَرُ وَعُثۡمَانُ - کہ ایک دن نبیؐ کریم علیہ السّلام حضرت ابوبکرؓ - حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ احد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا - پس رسولِ اکرم علیہ السّلام نے فرمایا - اُثۡبُتۡ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیۡقٌ وَشَہِیۡدَانِ - کہ اے احد پہاڑ ٹھہر جا کہ تجھ پر نبیؐ - صدیقؓ اور شہید ہے ! جبلِ حرا پر بھی ایسا ہی ہوا اور فَتَحَرَّکَ وہ ہلنے لگا - تو نبیؐ کریم علیہ السّلام نے ایسا ہی فرمایا - مِمَّا عَلَیۡکَ اِلَّا نَبِیٌّ وَّصِدِّیۡقٌ وَشَہِیۡدَانِ !

ریاض النظرہ جلد ا - صفحہ ۶۲ - کفارِ مکہ نے رسولِ معظم علیہ السّلام کے واقعہ معراج کا انکار کیا تو حضرتِ صدیقِ اکبرؓ نے بغیر کسی تامّل کے معراجِ مصطفےٰ علیہ السّلام کو تسلیم کرتے ہوئے تصدیق کردی -

فَلِذَالِكَ سُمِّیَ الصِّدِّیْقُ۔ پس اس وجہ سے وہ صدیق ہوئے۔
پھر حضرت ابوبکر نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے
اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام بیت المقدس کی صفات
بیان فرماؤ۔ رسولِ اکرم علیہ السلام نے تمام بیان کر دیا۔ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ
صَدَقْتُ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ عرض کی آپ نے سچ فرمایا
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ علیہ السلام لِاَبِیْ بَکْرٍ وَّاَنْتَ یَا اَبَابَکْرٍ
الصِّدِّیْقُ۔ نبیٔ اکرم علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔ کہ اے
ابوبکرؓ تو بھی صدیق ہے۔

سیدالمرسلین علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا
کہ میری قوم میرے معراج کو نہیں مانے گی۔ قَالَ جِبْرِیْلُ یُصَدِّقُکَ
اَبُوْبَکْرٍ وَّھُوَالصِّدِّیْقُ۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ ابوبکر تصدیق کرے گا۔ اور
وہ صدیق ہے!

اسی کتاب میں صفحہ ۸۷ پر لکھا ہے۔ حضرتِ علی المرتضیٰؓ نے منبر
پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ سَمّٰی اَبَابَکْرٍ عَلٰی لِسَانِ
نَبِیِّہٖ صِدِّیْقًا۔ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیٔ اکرم علیہ السلام
کی زبان پر ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھا ہے۔

عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّہٗ کَانَ یَحْلِفُ بِاللّٰہِ اَنَّ اللّٰہَ
تَعَالٰی اَنْزَلَ اِسْمَ اَبَابَکْرٍ مِنَ السَّمَاءِ الصِّدِّیْقُ۔

۔ حضرتِ علیؓ خدا کی قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ کریم نے ابوبکر کا

نام آسمان سے صدیق نازل فرمایا ہے۔

ریاض النظرہ جلد ا صفحہ ۴۸ ۱۔ حضرت ابی دردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات کو عرشِ اعظم پر ایک سبز رنگ کی تختی پر یہ لکھا ہُوا دیکھا لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ ابو بکر الصدیق۔

مکتوبا حول العرش

ریاض النظرہ جلد ا صفحہ ۱۴۲۔ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۸۴۔ مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک انصاری عورت رسولِ اکرم علیہ السّلام کے پاس آئی اور عرض کی یَا رَسُوْلَ اللہ علیہ السَّلَام رَأَیْتُ الْمَنَامِ کَانَ النَّخْلَۃِ فِیْ دَارِیْ وَقَعَتْ وَ زَوْجِیْ فِی السَّفَرِ۔ کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میرے گھر کا درخت اکھڑ کر گر پڑا ہے اور میرا خاوند سفر میں ہے۔ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ اب تجھے صبر کرنا چاہیئے کیونکہ وہ فوت ہو چکا ہے۔

وُہ عورت روتی ہُوئی واپس جا رہی تھی۔ کہ رستے میں حضرت ابُو بکرؓ مل گئے۔ اس عورت نے ان سے بھی رات والی خواب بیان کی۔ لیکن نبیؐ کریم علیہ السّلام کا فرمان نہ سُنایا۔ فَقَالَ اذْھَبِیْ یَأْتِکِ تَجْتَمِعِیْنَ بِہٖ فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ حضرت ابُو بکرؓ نے فرمایا۔ کہ گھر چلی جاؤ۔ آج رات کو تمہارا خاوند گھر آجائے گا۔ وہ عورت حیران ہو کر اور نبیؐ کریم علیہ السّلام

کے فرمان پر غور کرتے چلی گئی۔
جب رات ہوئی تو اُس کا خاوند گھر آ گیا۔
صبح اٹھ کر وہ عورت رسولِ معظم علیہ السّلام کے پاس گئی اور سارا ماجرا سُنایا۔ حضور علیہ السّلام اس کی طرف دیر تک دیکھتے رہے۔ فَجَاءَ جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْ قُلْتَهُ هُوَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ كَمَا قَالَ الصِّدِّيْقُ!
پس حضرت جبریل علیہ السّلام حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام جو کچھ آپ نے اس عورت کو فرمایا تھا وہی سچ تھا لیکن جب ابو بکر صدیقؓ کی زبان سے یہ نکل گیا کہ تیرا خاوند زندہ ہے تو خدا تعالیٰ نے صدیق کی صداقت کو قائم رکھنے کی خاطر اس کو پھر زندہ کر دیا ہے۔
عمدۃ التحقیق صفحہ ۳۰۹ شیخ ابراہیم العبید المالکی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ روض الریاض امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ نبی کریم علیہ السّلام نے حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ سورج کی پیشانی پر ایک آدمی کا نام لکھا ہوا ہے۔ اور ساٹھ ہزار فرشتے نوری لگاموں سے سورج کو کھینچ کر مشرق سے مغرب کی طرف لاتے ہیں۔ جب سورج کعبۃ اللہ کے اوپر آتا ہے۔ تو ٹھہر جاتا ہے۔ والملائیکۃ تجر الشمس۔ اور فرشتے سورج کو کھینچتے ہیں۔ تاکہ آگے چلے۔ لیکن سورج نہیں چلتا یہاں تک کہ فرشتے عاجز آ جاتے ہیں۔ فاللہ تعالیٰ یوحی الی الملائیکۃ ... وحی الیھم۔ ایتھا الشمس بحرمۃ الرجل الذی اسمہ

منقوش علی وجھك المنیر۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کی طرف وحی
الہام فرماتا ہے۔ اور پھر فرشتے سورج سے کہتے ہیں۔ کہ اے
سورج اس نام کی طفیل آگے چل جو نام کہ تیری روشن پیشانی
پر لکھا ہوا ہے۔ تو سورج آگے چل پڑتا ہے۔

حضرتِ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام
وہ کون آدمی ہے جس کا نام سورج کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے؟
سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ھو ابو بکر الصدیق
کہ وہ حضرتِ ابو بکر صدیقؓ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عمدۃ التحقیق صفحہ ۳۸۔ شیخ ابراہیم العبیدی المالکی حضرتِ
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن انصار و
مہاجرین رسولِ اکرم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے
کہ حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اے اللہ
کے رسول لم اسجد لصنم قط۔ کہ میں نے کبھی بھی کسی بت
کو سجدہ نہیں کیا۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوشِ غصّے
میں آگئے اور کہنے لگے کہ آپ فلاں یہ وہ کرتے رہے ہیں!

حضرتِ ابو بکرؓ نے فرمایا ان اباقحافہ اخذ بیدی فانطلق
بی الی مخدع فیہ الاصنام۔ کہ ایک دن میرے باپ ابو قحافہ
نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک مکان میں لے گئے۔ جہاں بت تھے اور مجھے
کہا کہ یہ ہیں تیرے خدا ان کو سجدہ کرو۔ میں نے ان بتوں سے کہا۔
اِنِّی جَائِعٌ فَاَطْعِمْنِی۔ فَلَمْ یُجِبْنِی۔ فَقُلْتُ اِنِّی عَارٍ فَاکْسِنِی۔

قطع بخشیتی۔ کہ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دو۔ پس کوئی جواب نہ آیا۔ میں نے کہا۔ میں ننگا ہوں۔ کوئی جواب نہ آیا۔ پھر میں نے ایک پتھر اُٹھایا اور کہا کہ اگر تم خدا ہو تو اپنے آپ کو بچاؤ پھر بھی کوئی جواب نہ آیا۔ پھر میں نے پتھر مار کر ان کو توڑ دیا۔

پھر میرے والد مجھے ماں کے پاس لے آئے اور سارا ماجرا سُنایا۔ تو میری ماں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس کے پیدا ہونے کے وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی تھی۔

یَا اَمَۃَ اللّٰہِ عَلَی التَّحْقِیْقِ۔ اَبْشِرِیْ بِالْوَلَدِ الْعَتِیْقِ۔ اِسْمُہٗ فِی السَّمَاءِ الصِّدِّیْقُ۔ کہ اے اللہ کی بندی بالتحقیق اپنے بچے عتیق کی مبارک ہو۔ اس کا نام آسمان پر صدیق ہے لِمُحَمَّدٍ صَاحِبٌ وَّ رَفِیْقٌ۔ اور یہ مصطفٰے علیہ السلام کا دوست ورسا تھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جب کلام ختم کی۔ نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ وَقَالَ۔ صَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ ابوبکر سچ کہتے ہیں۔ اور یہ تین بار فرمایا۔

کتبِ شیعہ سے آپ کے صدیق ہونے کا ثبوت

کشف الغمہ صفحہ ۲۲۰۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ کیا "تلوار کو زیور لگانا جائز ہے
کہ نہیں - آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے - قد حلی ابوبکر
صدیق سیفہ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو لگایا
ہوا تھا -

سائل نے پوچھا - فتقول الصدیق - کہ آپ بھی ابوبکر
کو صدیق کہتے ہیں - تو حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اُچھل پڑے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے تین بار فرمایا :-
نَعَمْ اَلصِّدِّیْق - نَعَمْ اَلصِّدِّیْق - نَعَمْ اَلصِّدِّیْق -
ہاں وہ صدیق ہے - ہاں وہ صدیق ہے - ہاں وہ صدیق ہے
لَمْ یَقُلْ اَلصِّدِّیْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلاً فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ
اور جو ان کو صدیق نہیں کہتا دنیا و آخرت میں خدا اس کی کسی
بات کو سچا نہ کرے - یعنی اس کے ایمان پر ہی اعتبار نہیں ہے !

تفسیر قمی صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶ - لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْغَارِ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ اَنْتَ
الصِّدِّیْقُ - کہ جب نبی کریم علیہ السلام شب ہجرت غارِ ثور
میں تھے تو آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا - کہ تو صدیق ہے - کُلُّ
نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ کے قانون قدرت کے پیش نظر اس
جہانِ فانی میں کسی کو دوام نہیں - ہر شئے مسافر ہے اور ہر چیز
راہی !

زمین و آسمان بھی فانی ہیں اور فرش و عرش بھی - لوح و قلم
بھی حادث ہیں اور چاند و سورج بھی - دریا و پہاڑ بھی مٹنے

والے ہیں اور کہکشاں و ستارے بھی۔ جن و انس کو بھی موت ہے اور درند و پرند کو بھی!

غرضیکہ اس کارخانۂ ہست و بود کا ہر پرزہ نابود ہونے والا ہے اور زندگی کے ہر مسافر کا راستہ ختم ہونے والا ہے۔ اسی قانونِ قدرت کے تحت رازدارِ اسرارِ نبوت! واقفِ رموزِ رسالت۔ عالمِ علومِ ظاہری و باطنی۔ غلامِ جانثار۔ صاحبِ وفادار۔ یارِ غار اور عاشقِ صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی وہ وقت آ ہی گیا۔ جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔

آپ نے اپنے دوستوں کو اکٹھا کرکے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر میرا جنازہ روضۂ مصطفےٰ علیہ السلام پر لے جانا پھر میں جانوں اور میرا محبوب!

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۷۵۔ اَمَّا اَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ لَمَّا حُمِلَتْ الْجَنَازَۃُ اِلٰی بَابِ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالُوْا وَنُوْدِیَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ علیہ وَسَلَّمَ ھٰذَا اَبُوْ بَکْرٍ بِالْبَابِ اِفَاِذَا الْبَابُ قَدِ انْفَتَحَ وَاِذَا بِھَاتِفٍ یَھْتِفُ مِنَ الْقَبْرِ اُدْخُلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ۔

اور پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنازہ اُٹھا کر جب نبیٔ کریم علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر لے جایا گیا۔ تو غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا غلام اور یار آپ کے دروازۂ رحمت و شفقت پر حاضر ہے۔

بس پھر کیا تھا یہ کہنے کی دیر تھی کہ روضۂ مصطفےٰ علیہ السّلام کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور اندر سے آواز آئی۔ کہ

یار کو یار کے پاس جلدی لے آؤ!

اس جانثار غلام کی محبّت وعقیدت اور ایمان ویقین کو دیکھو کہ مرنے کے بعد بھی آغوشِ محبوب میں جانے کی تمنّا ہے اور اس محبوب حقیقی کی رحمت وشفقت اور لطف وکرم کو دیکھو کہ اپنے عاشقِ صادق کو اپنے پہلو میں سلانے کے لئے روضۂ اقدس کا دروازہ کھول کر اپنی آغوشِ محبّت میں لے لیا۔ اور اس طرح یارِ غار کو زندگی بھر کی خدمت گزاری کا عوض۔ جانثاری کا بدلہ اور وفاداری کا صلہ مل گیا!

گزشتہ صفحات میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ انسان جس مٹّی سے پیدا ہوتا ہے اس مٹّی میں دفن ہوتا ہے۔

یہ غار میں پہلے گیا اور وہ مزار میں پہلے گئے۔ اس نے غار کو صاف کیا اور انہوں نے مزار کو ضیا بخشی۔ اس نے غار میں تین دن تک ان کی حفاظت کی۔ اب وہ مزار میں اس کی حفاظت قیامت تک کرتے رہیں گے۔

سچ پوچھو تو یہ ثانی اثنین کی عملی تفسیر ہے۔ ہر مقام! ہر جگہ! ہر حالت اور ہر موقع پر یہ اُن کا ثانی یعنی دُوسرا ہے۔

ایمان میں بھی اوّل وہ ہیں اور دوسرے یہ۔ شبِ ہجرت کے پُر خطر سفر میں بھی اوّل وہ ہیں۔ اور دُوسرے یہ۔ غارِ ثور میں بھی اوّل وہ ہیں۔ اور دُوسرے یہ۔ خلافت وامامت میں بھی اوّل وہ ہیں اور

دوسرے یہ۔ اور مزار میں بھی اول وہ ہیں اور دوسرے یہ!
اب ستر ہزار فرشتوں کی وہ جماعت جو دُرود و سلام کے پھول
نچھاور کرنے اور اپنے نورانی پروں سے مزار پُر انوار کو جھاڑنے
کے لئے ہر روز آتی ہے۔ ان فرشتوں کے نورانی پروں کے جھرمٹ
میں جہاں مصطفےٰ علیہ السلام کا جسمِ اطہر زندہ و تابندہ ہے
وہاں حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجودِ مسعود بھی آغوشِ
رحمت میں جلوہ نما ہے!

اس ایمان افروز حقیقت سے شیعہ حضرات کے اس عقیدۂ بد
کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ نعوذ باللہ اصحابِ ثلاثہ منافق تھے!
اس لئے کہ قرآن مجید کے فیصلہ کے مطابق تو خدا تعالیٰ نے نبی کریم
علیہ السلام کو کفار و منافقین سے جہاد کرنے کا حکم فرمایا ہے اور
ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ کافروں اور منافقوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

پارہ ۱۰ ۔سورۃ توبہ۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ
وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِیْرُ ۝ کہ اے میرے نبی علیہ السلام کُفار و منافقین سے جنگ
کرو۔ اور ان پر غصہ کر اور ان کفار و منافقین کا ٹھکانہ جہنم
ہے۔ اور بُری جگہ رہنے کی۔

اب اس آیت پر غور کرنے سے یہ پوری طرح واضح ہو جاتا
ہے کہ خداوند تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و
منافقین سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا ہے لیکن یہ بڑے ہی تعجب
کی بات ہے۔ کہ خدا تعالیٰ تو نبی کریم علیہ السلام کو کفار و منافقین

سے جنگ کرنے کا حکم دے اور یہ خدا کے حکم کی نافرمانی!
بجکم عدولی اور روگردانی کرتے ہوئے ایک کے نکاح میں اپنی دو صاجزادیاں دے کر اسے ذوالنّورین کے لقب سے سرفراز فرماتا ہے اور دو کی صاجزادیاں اپنے نکاح میں لے کر اسے رحمتِ خداوندی کا مستحق بنا دیتا ہے۔

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے عقیدہ کے مطابق اصحاب ثلاثہ نعوذ باللہ منافق تھے۔ تو نبیؐ کریم علیہ السّلام نے حکمِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے ان سے کبھی جنگ و جدال کیا تھا یا نہیں؟

اگر کیا ہے تو دلائل سے ثابت کرو!

اگر نہیں کیا۔ اور یقیناً نہیں کیا تو پھر اپنے اس عقیدۂ بد سے توبہ کر کے ان نفوسِ قدسیہ کا دامن تھام کر اپنے لئے نجاتِ اُخروی کا سامان پیدا کرو۔

اور اگر تم نے اپنے اس عقیدہ سے باز نہیں آنا تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ رسولِ معظّم علیہ السّلام نے ان سے جنگ نہ کر کے خُدا کی نافرمانی اور حکم عدولی کی۔ اور یہ کُفر ہے۔

دُوسری بات یہ کہ قرآنِ پاک کے فیصلہ کے مطابق تو کفّار و منافقین کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔ اور ان کے لئے بُری جگہ رہنے کی ہے۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفلین۔
کہ منافق جہنّم کے بدترین گڑھے میں ہوں گے!

مگر یہ عجیب قسم کے منافق ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ تو روضۂ مصطفےٰ علیہ السلام میں دفن ہوں اور حضرتِ عثمانؓ جنت البقیع میں آرام فرما۔

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ اگر اصحابہ ثلاثہ تمہارے باطل عقیدہ کے مطابق نعوذ باللہ منافق تھے تو پھر ابو بکر و عمرؓ روضۂ مصطفےٰ علیہ السلام میں مدفون کیوں ہیں؟ جب کہ منافقوں ٹھکانہ قرآنِ مجید کے فیصلہ کے مطابق جہنم ہے!
اور اگر ان کو منافق سمجھتے ہو تو پھر سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اقدس کو بھی نعوذ باللہ جہنم سمجھو!
اور اگر ایسا سمجھوگے تو یہ کفر ہے!

ایمان والوں کے لئے جنّت ہے اور روضۂ مصطفےٰ علیہ السّلام جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳۱۔ عن ابی ھریرۃ عن النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قال مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ میرے حجرۂ مقدّس اور منبرِ پاک کا درمیان جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے!

فروعِ کافی جلد ا صفحہ ۵۸۵ کتابِ شیعہ۔ عن عبد اللہ السّلام قال قال رَسُوْلُ اللہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ وَمِنْبَرِیْ تُرْعَۃٌ مِّنْ تُرَعِ الْجَنَّۃِ وَمِنْبَرِیْ تُرْعَۃٌ من تُرَعِ الْجَنَّۃِ

وَ قَوَائِمُ مِنْبَرِیْ فِی الْجَنَّۃِ۔

حضرت عبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصّہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر شریف جنّت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے اور میرے منبر پاک کے پائے جنّت میں ہیں۔

اور حضرت عثمان غنیؓ بھی مدینہ منوّرہ کی اِس زمینِ مقدّس کے پاک ٹکڑے میں مدفون ہیں۔ جس کا نام بھی جنّت البقیع ہے۔

جس روضۂ انور کی زیارت کے لئے خطّۂ ارضی کے امیر و غریب تڑپتے ہیں۔ شاہ و گدا روتے ہیں۔ غنی و مفلس التجائیں کرتے ہیں! رومیؒ و سعدیؒ آہیں بھرتے ہیں۔ حافظؒ و جامیؒ اشک بہاتے ہیں۔ جنیدؒ و بایزیدؒ دُعائیں کرتے ہیں۔ فرشتے سلام بھیجتے ہیں۔ اور عرشِ الٰہی جھک کر نظّارہ کرتا ہے اِس روضۂ اقدس کے گنبدِ خضریٰ میں، ابُو بکرؓ و عمرؓ اپنے آقا و مولا کے پہلو میں آرام فرما کر دُنیا والوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ دوستی ہو تو ایسی ہو کہ مرنے کے بعد بھی دامنِ محبُوب نہ چھوٹے!

اور اگر نجفِ اشرف کی خاکِ مقدّس اور مقبرۂ حضرتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب دفن ہونے والا شیعہ حضرات کے نزدیک جنّتی ہو سکتا ہے۔ تو پھر اِس روضۂ انور میں دفن ہونے والے بھی یقینی جنّتی ہیں۔ جو زمین پر ہی جنّت

کا ایک باغ ہے!

غرضیکہ حضرتِ صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ فاروق اور حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نعوذ باللہ اگر منافق ہوتے۔ تو محبوبِ خدا علیہ السلام کے ساتھ گنبدِ خضریٰ میں دفن نہ ہوتے! روضۂ مصطفیٰ علیہ السلام میں ان کا دفن ہونا اور جنت البقیع میں حضرتِ عثمان غنیؓ کا آرام فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ تینوں حضرات پکے وسچے مومن اور رسولِ اکرم علیہ السلام کے وفادار ساتھی۔ جانثار غلام اور عاشق صادق تھے۔

شہزادی کونین کا نکاح؟

موجودہ دَور کے متعصّب اور غالی شیعہ عظمتِ صحابہ کرامؓ کی مقدّس چادر کو اپنے بُغض وعناد کی سیاہی سے داغدار کرنے کی ہزار کوشش کریں۔ مگر پھر بھی وہ پاک وصاف ہی رہے گی۔ اس لئے کہ جس چادر میں صدیق کی حق وصداقت کے موتی۔ عُمرؓ کی جلالت وعدالت کی دولت اور عثمانؓ کی حیا وسخاوت کا خزانہ چھپا ہو اور جن کی مدح وثنا خود خدا ورسول فرمائے اس چادر کی ایک تار بھی داغدار نہیں ہوسکتی۔

اور آجکل کے شیعہ حضرات ان رُشد وہدایت کے ستاروں اور حق وصداقت کے چراغوں کو اپنی گستاخ پھونکوں سے بجھانے کے لئے لاکھ ہاتھ پاؤں ماریں۔ اور کروڑوں کروٹیں بدلیں مگر جن کو خدا روشن کرے اور جنہیں نبی ضیاء بخشے ان کی چمک دمک

میں کبھی بھی کوئی فرق نہیں آسکتا۔ اسلئے کہ پہلے شیعہ مجتہدین و مفسرین حقائق کی روشنی میں انصاف کی قلم سے شانِ صحابہ میں جو کچھ لکھ گئے ہیں۔ وہ اس دور کے تبرّائی شیعوں سے مٹایا نہیں جا سکتا۔

جیسا کہ پہلے شیعہ حضرات کی مستند و معتبر کتابوں سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اب حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح مبارک کو دیکھئے کہ اس کی تحریک بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق نے شروع کی۔ اور خاتونِ جنّت کا جہیز بھی حضرت صدیق اکبر رضؓ نے تیار کیا۔

جلاء العیون صفحہ ۵۵-۵۶-۵۸۔ ملّا باقر مجلسی حضرت ابو بکر رضؓ حضرت عمر رضؓ اور حضرت معاذ رضؓ مسجدِ نبوی میں بیٹھے خاتونِ جنّت کے نکاح کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے فرمایا کہ بڑے بڑے قریشی سرداروں نے حضور علیہ السّلام سے حضرت فاطمہ رضؓ کا رشتہ طلب کیا ہے۔ مگر نبی کریم علیہ السّلام فرما دیتے ہیں۔ امرِ او بسوئے پروردگار اوست۔ کہ یہ معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔

مبدا تم آنست کہ خدا و رسول فاطمہ را نگاہ نداشتہ اند مگر از برائے او۔ اور جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ و رسول نے حضرتِ فاطمہ رضؓ کو حضرتِ علی رضؓ کے لیئے رکھا ہے۔ مگر حضرتِ علی رضؓ نے حضور علیہ السّلام سے اس بارے میں کبھی کوئی بات نہیں کی۔ شاید اس لئے کہ اسے اپنی تنگدستی کا خیال ہو۔ اگر تنگ دستی اُو را مانع باشد ما او را دریں باب مدد کنیم۔ اگر حضرت علی رضؓ کو اپنی تنگدستی مانع ہے۔ تو ہم اُس کی مدد کریں گے۔

پھر یہ حضرات حضرتِ علی رضؓ کے پاس گئے۔ اور ان کے کہنے پر

حضرت علی امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

شیخ طوسی بسندِ معتبر از حضرت امیرالمومنین روایت کردہ است کہ نزدِ من آمدند ابو بکرؓ و عمرؓ و گفتند کہ چرا نزد حضرت رسولِ خدا علیہ السّلام نمی روی کہ فاطمہ را خواستگاری نمائی پس رفتم بخدمت آنحضرت علیہ السّلام۔

شیخ طوسی معتبر سند سے حضرتِ علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے پاس ابو بکرؓ و عمرؓ آئے اور کہا کہ تم حضور علیہ السّلام کے پاس جا کر حضرتِ فاطمہؓ کا رشتہ کیوں طلب نہیں کرتے۔

پس میں نبیؐ کریم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا مدّعا عرض کیا۔ کملی والے نے منظور فرما لیا۔ فرماتے بھی کیوں نہ ـــــ جبکہ حضورؐ جانتے تھے کہ علیؓ خود نہیں آیا۔ بلکہ اسے ابُوبکرؓ و عمرؓ نے بھیجا ہے۔

امیرالمومنین ایں سخنہا را از ابو بکر شنید آب از دیدہ ہائے مبارکش فرو ریخت و فرمود کہ اندوہ مرا تازہ کردی۔

حضرتِ علی المرتضیٰ علیہ السّلام نے جب حضرتِ ابُو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات سُنی تو اُن کے آنکھوں مُبارک سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا کہ تُو نے میرے غم و اندوہ کو تازہ کر دیا ہے اور میرے دل کی خواہش کو پھر زندہ کر دیا ہے جو ابھی تک پوشیدہ تھی ـــــ حضرت علی فرماتے ہیں

پھر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ علی اٹھو اور اپنی زرہ فروخت کردو۔ پس میں نے اپنی زرہ فروخت کردی رقم نبی کریم علیہ السلام کی جھولی میں ڈال دی۔

پس یک کف ازاں زر گرفت بلال را طلبید و باو گفت از برائے فاطمہؓ بوئے خوش بگیر۔ پس دو کف ازاں دراہم برگرفت و با ابوبکر داد و فرمود کہ برو بہ بازار و از برائے فاطمہ بگیر آنچہ او را در کار است از جامہ و اثاث البیت۔

پھر حضور علیہ السلام نے اس رقم میں سے ایک مٹھی بھر کر حضرتِ بلالؓ کو دی کہ بازار سے میری بیٹی فاطمہؓ کے لئے خوشبو لے آؤ۔ اور پھر دو مٹھیاں بھر کر حضرتِ ابوبکرؓ کو دیں کہ جاؤ اور فاطمہؓ کے لئے کپڑے اور گھر کا ساز و سامان خرید لاؤ۔

محبتِ اہلِ بیت کے جھوٹے دعویدار شیعہ حضرات بتائیں۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ تزویج فاطمہؓ کی تحریک بھی شروع کریں اور حضرتِ علیؓ کی تمنا کے مطابق انہیں رضامند بھی کریں اور حضرتِ علیؓ سن کر یہ اعتراف بھی کریں کہ تم نے میری دل کی خواہش کو پھر زندہ کر دیا ہے۔ اور پھر اُن کے کہنے پر وہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس بھی جائیں اور حضورؐ علیؓ کے مطالبہ کو یہ جان کر رد نہ کریں کہ اُسے بھیجنے والے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اور پھر حضرت صدیق اکبرؓ حضرت فاطمہؓ کا جہیز بھی تیار کریں تو کیا ایسے مقدس انسانوں پر کسی قسم کی بدگمانی کی جا سکتی ہے ـــــ

نہیں ——— بلکہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ابُوبکرؓ و عمرؓ اور علیؓ کے مابین کوئی جھگڑا کوئی نزاع اور کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ آپس میں شیر و شکر تھے۔ دوست تھے اور یار تھے اور ایک دُوسرے کی تمنّاؤں کو جانتے تھے۔ ایک دُوسرے کے خیر خواہ و ہمدرد تھے۔ اور ایک دُوسرے سے مُحبّت و پیار اور دوستی و اُلفت رکھتے ہُوئے رحماء بینھم کی عملی تفسیر تھے۔

اور پھر نبیؐ کریم علیہ السّلام کا حضرتِ ابُوبکرؓ کے ہاتھوں اپنی بیٹی کا جہیز تیار کروانا کیا اس بات کی روشن دلیل نہیں کہ حضور علیہ السّلام کو صدیقِ اکبر پر پُورا بھروسہ و اعتماد تھا اور اُن کی دیانت کو جانتے۔ حقّانیت کے سمجھنے اور صدّیقیت پر مکمل یقین رکھتے تھے۔

اگر نہیں تو شیعہ حضرات ثابت کریں۔ اور یہ سب کچھ تھا اور یقیناً تھا تو پھر ان کے دین و ایمان۔ عشقِ رسول۔ صدق و صفا اور حلم و وفا کو تسلیم کرلیں۔

حملہ حیدری باذل ایرانی صفحہ ۶۰ و ۶۱۔ جناب خاتُونِ جنّت سیّدہ فاطمہ علیہا السّلام کے نکاح کی تحریک کے متعلق یُوں لکھتا ہے۔

چنیں گفت راوی کہ خیر النساء
چوں آمد بحدِ تمیز از صبا

راوی یُوں کہتا ہے۔ کہ جب حضرت سیّدہ فاطمہ خیر النسا علیہم السّلام جوان ہُوئیں تو۔

یکے روز بُو بکر نزدِ نبیؐ
بشُد خُواستگاریش را بمندی

ایک دن حضرتِ ابُوبکر نبیؐ کریم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور سب سے پہلے سیّدہ فاطمہؓ کے لئے عرض کی :-

بپاسخ بگفت اشرفِ انبیا
کہ ہست اختیارش بدستِ خدا

رسُولِ معظّم علیہ السّلام نے فرمایا کہ میری بیٹی کے نکاح کا اختیار خدا تعالےٰ کے ہاتھ ہے۔

پھر حضرتِ عُمر حاضر ہُوئے ۔ حضور علیہ السّلام نے وُہی جواب دیا۔

چُوں بگذشت چندے بریں واولی
یکے روز رفتند نزدِ علیؓ

کچھ دن گزرنے کے بعد یہ دونوں یعنی حضرتِ ابُوبکرؓ و عُمرؓ حضرتِ علی المرتضیٰؓ کے پاس گئے۔

ز یارانِ مخصُوص او چند تن
بگفتند آں شمع انجمن

حضرتِ علیؓ کے خاص الخاص دوستوں نے کہا کہ اے اسلام کی انجمن کی شمع ——

رو از خدمتِ سیّد انبیاء
بکن خواستگاریِ خیر النساء

کہ نبیؐ اکرم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں جاؤ۔ اور
حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی خواہش کرو۔

بگفتند یاران اے شہریار
تو در خاطر خویش ازینہار میار

حضرت علیؓ کے یاروں۔ ساتھیوں اور دوستوں نے کہا۔
کہ اے علیؓ اس معاملہ میں اپنے دل میں کوئی خطرہ پیدا نہ کرو۔
بے دھڑک اور بے خوف و خطر جا کر حضرت فاطمہؓ کا اپنے لئے
رشتہ طلب کرو۔ کیونکہ تمہارا حضور علیہ السلام سے اور بھی
تعلق اور رشتہ ہے۔ پھر تین دن حضرتِ علیؓ حاضرِ خدمت ہوتے
رہے اور عرض کرتے رہے۔ تین دن کے بعد

بیامد بفرمانِ ربّ الجلیل
بنزدِ رسولِ خدا جبرائیل

حضرتِ جبرائیل علیہ السلام خدا تعالےٰ کے حکم و فرمان لے
کر رسولِ خدا علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی کہ اللہ
تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرتِ
علی المرتضیٰؓ سے کر دو۔

منصف مزاج شیعہ مجتہد ملا۔ باذل ایرانی کی اس حقیقت
بیانی کے بعد بھی اگر موجودہ دَور کے متعصّب و غالی شیعہ
حضرات حضرتِ ابوبکرؓ و عمرؓ کی شان و عظمت اور حضرتِ
علیؓ کے ساتھ ان کی دوستی و یاری کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر
اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ حضرتِ علیؓ کو بھی نہیں

مانتے۔ اور یہ ہے بھی سچ۔

کتاب صاف بتا رہی ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا رکھتے۔ دوست تھے اور ساتھی تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان پہ پورا بھروسہ تھا۔ یکمشت اعتماد تھا۔ اور ان سے پکی دوستی تھی ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امامتِ اوّل سیّدنا صدیقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سنّیوں اور شیعوں میں مدّت سے خلافتِ اوّل کا جھگڑا چلا آرہا ہے اور خدا جانے کب تک ہوتا رہے گا! شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام کے بعد خلافتِ اوّل کا حق حضرت علیؓ کا تھا جو زبردستی چھین کر حضرتِ ابوبکرؓ کو دے دیا گیا اور دُوسرے حضرات تو خلافت کے حقدار ہی نہیں تھے!

مگر سُنّی حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی زندگی میں ہی حضرتِ ابوبکرؓ کے سرپر اپنے بعد خلافتِ اوّل کا تاج رکھ دیا تھا تو پھر اس میں کسی کو چوں وچرا اور ایسے ویسے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ ہے بھی صحیح!

اس نزاع کا فیصلہ ہوتا اس لئے بھی ناممکن ہے کہ شیعہ حضرات نہ تو اس موجودہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ اُن کے دل کی تاریکیوں میں نُورِ ایمان کا اُجالا پیدا ہوتا ہے۔ جس سے وہ سیدھا راستہ تلاش کر سکیں اور نہ ہی اُنھوں نے احادیث نبوی پر ہی یقین کرنا ہے۔ جن سے اُن کی آنکھوں سے بُغض وعناد کے پردے اُٹھ جائیں اور وہ دین وایمان کی منزل کا نشان پاسکیں۔ اور نہ ہی اُنھوں نے اپنے مجتہدین کے اقوال کو صحیح تسلیم کرنا ہے۔

جن سے اُن کے دل و دماغ سے ضلالت و گمراہی کا غبار دُور ہو جائے اور وہ کوئی صحیح فیصلہ کر سکیں۔

آئیے ذرا قرآن و حدیث کی روشنی میں اور عقلی و نقلی دلائل سے اس متنازع مسئلہ کا حل تلاش کریں!

پارہ ۱۸۔ سُورہ نور۔ آیت ۵۵۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص۔ کہ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور پھر اُنہوں نے اچھے عمل کئے کہ البتہ ضرور ان کو خلیفہ بناؤں گا۔ زمین پر جس طرح کہ خلیفہ بنایا تھا۔ ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔

اس آیت پاک سے یہ حقیقت واضح طور پر عیاں ہوتی ہے کہ رسُولِ اکرم علیہ السّلام کے بعد خلافت و امامت کسی فردِ واحد کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ اس عطیۂ خداوندی میں اور حضرات بھی شامل ہیں۔ اس لئے کہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ صیغہ جمع کا ہے اور جمع کا صیغہ کم از کم تین افراد کے لئے بولا جاتا ہے زیادہ چاہے کتنے بھی ہوں!

پھر شیعہ حضرات کا خلافت و امامت کو صرف حضرت علیؓ کے لئے مخصوص کر کے انہیں میں بند کر دینا غلط ہے اور قُرآنِ پاک کے خلاف ہے!

اس آیتِ پاک سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ بھی خلیفہ ہوں گے۔ وُہ ایمان میں کامل و اکمل۔ دین میں پکے و

سچے اور اعمالِ صالح سے سرفراز بھی ہوں گے!

اور یہ بھی ثابت ہے کہ خلافت و امامت کا وعدہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ جو کسی صورت بھی ٹل نہیں سکتا۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد! اور اس آیت سے یہ حقیقت بھی کھلتی ہے کہ ان کی خلافت و امامت زمین پر ہوگی۔ کہ ایک طرف تو وہ دین کے بادشاہ ہونگے اور دوسری جانب انکے رعب و جلال کا سکہ تمام روئے زمین پر بیٹھ جائے گا!

مسلم شریف جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۷۳ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵

عن الزھری عن عروہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی (ای انا مستحق الخلافۃ) ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے مجھے بیماری کی حالت میں فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ۔ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا حقدار ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کے لئے چن لیا ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک پر تھوڑا سا بھی غور و فکر کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح روشن

ہو جاتی ہے۔ کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام اپنے بعد حضرت ابو بکرؓ کو ہی خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور اپنے بعد پیدا ہونے والے اس جھگڑے کو مٹانے کی خاطر ایک تحریری دستاویز اُمّتِ مسلمہ کے حوالے کر دینا چاہتے تھے۔

شیعہ حضرات حدیثِ قرطاس کو پیش کر کے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت اوّل بلا فصل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ علی المرتضیٰؓ کی خلافت لکھنی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے وہ تحریر نہ لکھنے دی!

اس حدیثِ قرطاس پر تو مفصّل بحث انشاء اللہ العزیز آگے آئے گی۔ یہاں صرف اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ حدیثِ قرطاس میں ظاہری طور پر کسی کا نام نہیں ہے۔ لیکن یہاں تو حضرتِ ابو بکرؓ کا کھلے لفظوں میں اسمِ گرامی موجود ہے! جس طرح شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے حضرت علیؓ کی خلافت لکھنی تھی۔ اسی طرح سُنّی حضرات بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرتِ عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت ترتیب تدوین کے ساتھ لکھنی تھی! یا ہو سکتا ہے۔ کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے یہ لکھنا ہو۔ کہ میرے بعد خلافتِ اربعہ کی اس ترتیب کا جو منکر ہو گا۔ وہ کافر ہے۔

وہاں تو ہر چیز اخفا میں ہے۔ مگر اس حدیثِ پاک میں تو نبیؐ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ ابو بکرؓ کا صاف طور پر نام

لے کر فرما دیا ہے کہ میں اس کے حق میں کچھ لکھ دوں۔
مسلم شریف جلد ا۔ صفحہ ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹۔
ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۸۔ مختلف الفاظ کے ساتھ۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے پاس گیا۔ اور نبیؐ کریم علیہ السلام کی بیماری کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّی النَّاسُ قُلْنَا لَا وَھُمْ یَنْتَظِرُوْنَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ کہ نبیؐ کریم علیہ السلام پر جب بیماری کا اثر ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے کہا کہ نہیں! بلکہ تمام لوگ مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

پھر نبیؐ کریم علیہ السلام پر بیماری کا غلبہ ہو گیا اور پھر جب آپ کا مزاج اقدس پرسکون ہوا تو پھر آپ نے یہی پوچھا۔ کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟

ہم نے پھر وہی جواب دیا کہ نہیں! مسجد میں نمازی آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ پھر تیسری بار وہی حالت پیش آئی اور پھر تیسری بار بھی آپ نے یہی پوچھا۔ اور ہم نے پھر وہی جواب دیا۔ پھر نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔ کہ جاؤ حضرت ابوبکر رضؓ سے کہو۔ کہ میرے مصلّے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔

فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی

اِلیٰ اَبِیْ بَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ کہ نبیٔ اکرم علیہ السّلام نے ایک آدمی کو حضرت ابُوبکرؓ کی طرف بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُکَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَکَانَ رَجُلًا رَقِیْقًا یَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِکَ فَصَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ تِلْکَ الْاَیَّامَ۔ وہ قاصد حضرت ابُوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہا کہ رسُولِ معظّم علیہ السّلام نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت ابُوبکرؓ چونکہ نرم دل۔ رقیق القلب اور حسّاس تھے اور وہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ کہ جس مصلّے پر امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھاتے رہے ہوں آج اس مصلّے پر میں کھڑا ہوں۔ اس لئے انہوں نے حضرتِ عُمرؓ کو فرمایا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ لیکن حضرتِ عمرؓ نے یہ کہہ دیا کہ آپ ہم تمام سے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضرتِ ابوبکرؓ نے پھر ان ایام میں لوگوں کو نبیٔ کریم علیہ السّلام کے مصلّے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

حضرتِ عائشہ صدیقہؓ نے جب یہ عرض کی کہ اے محبوبِ خُدا علیہ السّلام میرے باپ ابُوبکرؓ یہ برداشت نہیں کریں گے کہ آپ کے مصلّے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں تو نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ کہ تم تو حضرتِ یُوسف علیہ السّلام کے متعلق مصر کی عورتوں کی طرح بحث کرتی ہو۔ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ۔ ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز

پڑھائے۔ اور پھر جب حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانی شروع کر دی۔ تو رسولِ اکرم علیہ
السّلام حجرہ اقدس سے اُٹھے فَخَرَجَ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا
الْعَبَّاسُ۔ اور دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے
فلما راٰہ ابوبکر ذھب یتاخر فاومأ الیہ النبی ان لا یتاخر
پس جب حضرتِ ابوبکرؓ نے نبئِ کریم علیہ السّلام کو مسجد میں آتے دیکھا
تو ارادہ کیا کہ میں مصلے سے ہٹ جاؤں کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام
نے اشارہ فرمایا قُمْ مَکَانَکَ کہ اپنے مقام پر کھڑے رہو۔
اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں مسجد میں
تشریف لائے کہ وجلاہ تخطان فی الارض کہ پاؤں مبارک
زمین پر گھستے جاتے تھے۔

حضرتِ صالح حضرت ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں۔
کہ مجھے حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ حضرتِ ابوبکرؓ
لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور سوموار کا دن تھا۔ وھم
صفوف فی الصلوٰۃ اور لوگ نماز میں صفیں باندھے کھڑے
تھے کَشَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ سِتْرَ الْحُجْرَۃِ فَنَظَرَ اِلَیْنَا وھو قائم
کان وجھہ ورقۃ مصحف ثم تبسم رسول اللہ۔ کہ رسولِ
معظم علیہ السّلام نے حجرۂ انور کا پردہ اُٹھایا اور ہماری طرف
دیکھا کملی والے کا چہرہ مبارک قرآنِ پاک کی طرح کھلا ہوا تھا۔
اور چاندی کے صاف ٹکڑوں کی طرح چمک رہا تھا۔
حضرتِ صدیقِ اکبرؓ نے ارادہ کیا۔ کہ میں مصلے سے اتر جاؤں۔

لیکن نبیؐ اکرم علیہ السلام نے فرمایا۔ اَنْ اُمْکُثْ مَکَانَکَ۔ کہ اپنے مقام پر ٹھہرے رہو۔

فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ جَالِساً وَاَبُوْ بَکْرٍ قَائِم یقتدی ابوبکر بصلوٰۃ النبی ویقتدی الناس بصلوٰۃ ابوبکر۔ اور پھر نماز اس انداز میں پڑھی گئی کہ نبیؐ کریم علیہ السلام بیٹھ گئے۔ اور ابوبکر کھڑے رہے حضرت ابوبکرؓ نے رسولِ خدا علیہ السلام کی اقتدا کی اور لوگوں نے حضرتِ ابوبکرؓ کی۔ یعنی نبیؐ و صدیقؓ ایک ہی مصلے پر برابر کھڑے ہو گئے اور صدیقؓ نے پیچھے نبیؐ کے اور لوگوں نے پیچھے صدیقؓ کے نماز پڑھی۔ صدیقؓ کا امام نبیؐ اکرم علیہ السلام تھے اور لوگوں کے امام ابوبکر صدیقؓ تھے۔

حضرتِ عبید اللہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ابنِ عباس کو بتایا کہ اتدری من الرجل الذی لم تسم عائشۃ ھو علی کہ تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کے سہارے رسول اکرم علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تھے اور حضرتِ عائشہؓ نے اس کا نام نہیں بتایا۔ وہ حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے!

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ایمان افروز حقائق کی روشنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ کی کی خلافتِ اوّل بلافصل میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا اور یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ نبیؐ اکرم علیہ السلام

نے اپنی حیاتِ طیّبہ میں ہی اپنے ثانی اثنین اور یارِ غار کو اپنے مصلّے کا وارث بنا دیا تھا اور بیماری کے باوجود بھی وہ حضرت عباسؓ اور حضرتِ علیؓ کے سہارے یہ دیکھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے کہ کون میرے پیارے صدیق کی خلافتِ اوّل کا مخالف ہے۔

اگر امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد خلافتِ اوّل کے حقدار حضرت علی المرتضیٰ ہوتے تو محبوبِ خُدا کو کونسا خوف تھا۔ کہ جس کی بنا پر وہ بار بار حضرتِ ابُوبکر ہی کو امامت کے لئے حکم فرما رہے ہیں حالانکہ حضرت علیؓ بھی پاس ہی تھے اور پھر کملی والے آقائے دو عالم علیہ السّلام کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور قابلِ عزّت داماد بھی۔

سچ پُوچھو تو ایسا کرنے سے حضرتِ ابُوبکرؓ کو خُدا کی طرف سے عطا کیا ہُوا ثانی اثنین کے قابلِ قدر خطاب میں فرق آتا تھا! ذرا غور اور تصوّر تو کرو۔ کہ مسجدِ نبوّی کے ایک مصلّے پر دو امام کس شان سے کھڑے ہیں!

ایک امام المرسلین ہے اور دُوسرا امام المومنین۔ ایک کو امام المرسلین خدا نے بنایا اور دُوسرے کو امام المومنین مصطفٰے نے!

ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۸۔ حضرتِ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا لا ینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یومھم غیرہ۔ کہ جس قوم میں حضرت ابو بکرؓ موجود ہوں

تو پھر کسی کو حق نہیں ہے کہ کوئی اس کی موجودگی میں امامت کرائے۔

اس کا عملی ثبوت رسولِ اکرم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ہی خود اپنے مصلّے پر حضرتِ ابو بکرؓ کو کھڑا کرکے دیدیا تھا۔

ان ایمان افروز حقایق کے ہوتے ہوئے بھی شیعہ حضرات اگر حضرتِ ابو بکرؓ کی خلافتِ اوّل کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر اس کا صاف و واضح مطلب یہ ہے۔ کہ یہ لوگ سرورِ کائنات شہنشاہ کونین۔ مختارِ دو عالم اور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیصلے کو نہیں مانتے اور جو اس حاکمِ کائنات کے کسی فیصلے کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں۔

فلا وربك لا یومنون حتّی یحکموك فیما شجر بینهم

اے میرے محبوب پاک علیہ السلام یہ لوگ جب تک تجھے حاکم اور تیرے فیصلہ کو نہیں مانتے اس وقت تک یہ مومن نہیں ہو سکتے۔

نبیؑ کریم علیہ السلام کا حضرتِ ابو بکرؓ کو اپنی موجودگی میں امام بنانا جہاں اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو رسولِ معظّم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بعد خلیفہ اوّل بلا فصل بنا دیا تھا۔ وہاں اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ حضرتِ ابو بکرؓ تمام اصحابہ کرام سے افضل تھے۔

نووی حاشیہ مسلم شریف جلد ا۔ صفحہ ۱۷۸۔ اَنَّ الْاِمَامَ اِذَا عُرِضَ لَهٗ عُذْرٌ عَنْ حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ اَسْتَخْلَفَ مَنْ یُّصَلِّی بِهِمْ وَاَنَّهٗ لَا یَسْتَخْلِفُ اِلَّا اَفْضَلَهُمْ۔ کہ جب کسی امام کو

کوئی ایسا عذر پیش آجائے کہ لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکے تو وہ اپنی جگہ کسی ایسے آدمی کو نماز پڑھانے کے لئے منتخب کرے۔ جو تمام سے افضل ہو۔

اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکرؓ کو اپنے مصلے پر کھڑا دیکھ کر اور لوگوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھ کر مسکرانا اس لئے تھا۔

نووی صفحہ ۱۷۹۔ فَرَحَهٗ بِمَا رَاٰی مِنْ اِجْتِمَاعِهِمْ عَلَی الصَّلٰوةِ وَ اِتِّبَاعِهِمْ لِاِمَامِهِمْ وَ اِقَامَتِهِمْ شَرِیْعَتَهٗ وَ اِتِّفَاقِ کَلِمَتِهِمْ وَ اِجْتِمَاعِ قُلُوْبِهِمْ۔ کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنے غلاموں کے اجتماع اور شریعت کی پابندی اور حضرت ابوبکرؓ کی امامت پر تمام کا اتفاق دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی۔ کہ آپ مسکرا دیئے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۶۳۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۴۵۔
حضرت سفینہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسولِ اکرم علیہ السلام سے یہ سنا ہے:۔

الخلافة ثلثون سنة ثم تكون ملكا خلافة ابوبكر سنتين وخلافة عمر عشرة وعثمان اثنی عشرة وعلی ستة۔ کہ میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکرؓ دو۲ سال۔ حضرت عمرؓ دس۱۰ سال۔ حضرت عثمانؓ بارہ۱۲ سال اور حضرت علیؓ چھ۶ سال۔ کل تیس۳۰ سال۔

اگر شیعہ حضرات امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ

حق ترجمان کو آنکھوں سے بغض و عناد کی پٹی اتار کر دیکھیں تو اُن کو بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ نبیؐ اکرم علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ اپنے بعد خلافتِ راشدہ کی مدت بیان کردی۔ بلکہ خلافت و امامت کی ترتیب و تدوین بھی واضح کردی کہ پہلے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد حضرتِ عمرؓ۔ اُس کے بعد حضرت عثمانؓ اور سب سے آخر میں حضرت علیؓ۔

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک دُوسری حدیث سے بھی اسی ترتیب کی تصدیق ہوتی ہے۔

خیرالقرونِ قرنی - کہ زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ اب قرنی کے حروف کو دیکھو اور خلفائے راشدہ کے اسمائے گرامی کو دیکھو تو حقیقت کھُل جاتی ہے۔

قرنی کا پہلا حرف ق ہے اور صدیقؓ کا آخری حرف ق ہے۔ قرنی کا دُوسرا حرف ر ہے اور عمرؓ کا آخری حرف ر ہے۔ قرنی کا تیسرا حرف ن ہے اور عثمان کا آخری حرف ن ہے۔ قرنی کا چوتھا حرف ی ہے اور علیؓ کا آخری حرف ی ہے۔

اب اگر شیعہ حضرات حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خلیفۂ اوّل بلا وصل تسلیم کرتے ہیں تو نبیؐ اکرم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق خلافتِ راشدہ کی مدت تیس ۳۰ سال ثابت کریں!

اس لئے کہ اگر فرض کر لیا جائے۔ کہ حضرتِ علیؓ خلیفۂ اوّل تھے تو حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کی موت تو پہلے واقع ہو گئی تھی پھر اُن کی خلافت نہیں رہتی۔ حالانکہ وعدۂ الٰہی اور فرمانِ مصطفےٰ

علیہ السّلام کے مطابق اُن کی خلافت بھی حق تھی!

تو ایسی صورت میں تیئس سال کی مدت کہاں رہتی ہے!

قربان جاؤں اس عالم ما کان وما یکون کے علم غیب پر کہ خلافتِ راشدہ کی کلی مدت بھی بتا دی اور ہر ایک کی خلافت کی انفرادی مدت بھی۔ اور یہ اس لئے کہ نبی اکرم علیہ السّلام یہ بھی جانتے تھے۔ کہ ان میرے غلاموں کی موت بھی اسی ترتیب سے ہوگی۔

حروف تہجی چاہے اردو کے ہوں یا فارسی کے پہلا حرف الف ہے اور آخری حرف ی ہے۔ ابوبکر کے نام کا پہلا حرف الف ہے اور علی کا آخری حرف ی ہے! مطلب یہ کہ خلافت راشدہ ابوبکر کے الف سے شروع ہوئی اور علی کی ی پر ختم ہو گئی

تفسیر قمی صفحہ ۷۰۸ تفسیر شیعہ۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرتِ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔

ان ابا بکر یلی الخلافۃ من بعدی ثم من بعدہ ابوک۔
کہ تحقیق میرے بعد خلیفہ حضرتِ ابوبکرؓ ہوں گے اور اس کے بعد تمہارے باپ حضرتِ عمرؓ۔ عرض کی آپ کو کس نے بتایا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے!

نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۸۔ خطباتِ حضرتِ علی المرتضیٰ۔

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علیٰ ما بایعوھم علیہ۔ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماما کان ذالک للہ رضا۔

حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو لکھا کہ میری بیعت بھی اس قوم کی بیعت ہے جنہوں نے حضرتِ ابوبکرؓ۔ حضرتِ عمرؓ۔ اور حضرتِ عثمانؓ کی بیعت کی جس امر پر کی تھی۔ پس نہ تو کسی حاضر کے لئے اختیار کا حق ہے اور نہ کسی غائب کے لئے رد کرنے کا۔ مشورہ مہاجرین وانصار کے سپرد ہے۔ پس وہ اگر ایک مرد پر جمع ہو جائیں۔ اور اُسے اپنا امام تسلیم کر لیں تو اس میں خُدا تعالےٰ کی رضا ہے۔

قابلِ غور ہے کہ حضرتِ علیؓ نے اس خط میں اپنی خلافت کی صحت کا دار و مدار خلفاءِ ثلاثہ کی خلافت پر رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر اُن کی خلافت کو حق تسلیم کیا جائے تو حضرتِ علی کی خلافت بھی حق ہے اور اگر ان کی خلافتِ حقّہ کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تو حضرتِ علیؓ کی خلافت بھی مشکوک رہ جاتی ہے!

اس سے یہ پُوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت علیؓ کی خلافت برحق تھی۔ اسی طرح خلفائے ثلاثہ کی خلافت بھی برحق تھی۔

نہج البلاغۃ جلد ا صفحہ ۵۱۹۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ اربۃ کہ خدا کی قسم مجھے خلافت کی کوئی تمنّا نہیں ہے اور نہ کوئی حکومت وولایت کی حاجت ہے۔

قرآن واحادیث کی روشنی میں نقلی وعقلی دلائل سے اور شیعہ حضرات کی مستند کتابوں کی روایاتِ معتبرہ کے پیشِ نظر

جب حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافتِ اوّل بلا فصل ثابت ہو جاتی ہے۔ تو پھر شیعہ حضرات کا ان حقائق کے خلاف واویلا کرنا۔ شور مچانا اور حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت اوّل کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اور بغضِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

چمکتے ہوئے سورج کی سنہری کرنوں کے باوجود بھی یہ لوگ خُدا جانے ضلالت وگمراہی کے کس تاریک گڑھے میں گر چکے ہیں۔ کہ جہاں سے ان کو روشنی کی ایک کرن بھی دکھائی نہیں دیتی! اور اللہ جانے اُن کی کشتیِ حیات عقائدِ باطلہ کے کو نسے طوفانوں میں تھپیڑے کھا رہی ہے کہ جہاں سے ان کو لبِ ساحل نظر نہیں آتا۔

سوالات و جوابات

شرافت و دیانت اور عدل وانصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات اپنے دلوں سے بُغض وعناد کے غبار کو جھاڑ کر اور اپنی آنکھوں سے عداوت و نفرت کے تمام سیاہ پردے ہٹا کر خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو صحیح تسلیم کر لیتے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اور محبوبِ خدا علیہ السلام کے فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اوّل مان لیتے۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے خدا اور رسول کے مقرر کردہ تمام اُصولوں کو ٹھکرا کر اور اپنے مجتہدین کے اقوال کو بھی پامال کر کے اُن کی خلافت کو صحیح ماننے کی بجائے طرح طرح کے بے معنی اور بے مقصد سوالات

ل ایک ریت کی دیوار کھڑی کر کے اپنے لئے رحمت و بخشش
کے تمام دروازے بند کر لئے ہیں۔
سوال ۱:۔ چونکہ خلافت و امامت منصوص من اللہ
ہوتی ہے اس لیئے اس کے لئے کسی انتخاب کی ضرورت نہیں!
مثلاً:۔ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ
اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ اور جب رب کریم نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام کو کئی طریقوں سے آزمائش میں ڈالا اور
ان سے کئی امتحان لیئے مگر وہ ہر امتحان میں کامیاب ہوئے
تو پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں نسل کا امام بنا دیا ہے۔
یہ آیت ثابت کر رہی ہے کہ خلافت و امامت خدا کی طرف
سے عطا ہوتی ہے نہ کہ بندے منتخب کرتے ہیں۔
جواب ۱:۔ شیعہ حضرات بتائیں کہ کیا خلافتِ راشدہ
اور امامتِ فاخرہ عینِ نبوّت ہوتی ہے یا غیر نبوّت؟
اگر عینِ نبوّت ہوتی ہے۔ تو دلائل سے ثابت کرو!
اور اگر غیر نبوّت ہے۔ تو پھر دلیل میں اس امامت کو
کیوں پیش کرتے ہو جو عینِ نبوّت ہے؟
۲:۔ شیعہ حضرات بتائیں کہ امامت وہبی ہے یا کسبی؟
اگر کسبی ہے تو پھر بارہ میں حصر کیوں؟ ہر کوئی دین و ایمان
اور اعمالِ صالحہ اور طہارتِ قلب اور تزکیۂ نفس کر کے
امامت کی نعمت سے سرفراز ہو سکتا ہے۔
اور اگر وہبی ہے تو پھر آیتِ مذکورہ سے دلیل کیوں پکڑتے

ہو۔ جبکہ اس آیت میں حضرتِ ابراہیم علیہ کو امتحانات میں کامیاب ہونے کے انعام میں امامت کا رُتبہ دیا گیا ہے!

ع۳۔ اگر تمہارے عقیدہ کے مطابق امامت واقعی منصوص من اللہ ہوتی ہے۔ تو پھر وہ آیت پیش کرو۔ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کی امامت کا بالتصریح ذکر ہو!

سوال ع۲:۔ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ جب خدا تعالےٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ مَیں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں!

یہاں بھی حضرتِ آدم علیہ السلام کی خلافت منصوص من اللہ ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو خلیفہ بنانیکا حق صرف اللہ ہی کو ہے!

اور جب قرآن پاک سے یہ ثابت ہے تو پھر مدینہ منوّرہ کے مہاجرین انصار کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرتِ ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کرتے!

جواب ع۱:۔ کہ دعویٰ اس امامت و خلافت کا ہے جو غیر نبوت ہے اور دلیل اس امامت و خلافت کی دیتے ہو جو عین نبوت ہے!

جواب ع۲:۔ یہ بات غلط ہے کہ امامت کو خلافت کے انتخاب کا حق صرف خدا ہی کو ہے!

اس لئے کہ اگر یہ دُرست ہوتا۔ تو امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب کئی بار اپنے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا ذکر فرمایا اور پھر زندگی کے آخری ایّام میں خود اپنے مصلّے پر ان کو کھڑا کرکے دیکھا اور خوشی سے مسکرائے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ خُدا تعالےٰ اپنے محبُوب پاک علیہ السّلام کو فوراً منع

کر دیتا اور اسی وقت روک دیتا کہ خلافت و امامت تو منصوص من اللہ ہے اور کسی کو خلیفہ و امام میں ہی بناتا ہوں۔ میرے سوا کسی کو حق نہیں کہ کسی کو خلیفہ یا امام بنائے۔ تو آپ نے حضرت اُبو بکرؓ کو اپنی مرضی سے کیوں خلیفہ و امام بنایا ہے۔

اگر خدا تعالےٰ نے رسولِ اکرم علیہ السّلام منع کیا ہے تو ثابت کرو؟

اور اگر نہیں کیا اور یقیناً نہیں کیا تو پھر اس عقیدہ سے باز آجاؤ۔ کہ امامت و خلافت منصوص من اللہ ہوتی ہے۔ اور اس کے انتخاب کے لئے سوائے خدا کے کسی کو حق نہیں۔

اور اگر بفرضِ محال یہ اُصول تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو بھی حضرت خلفائے ثلاثہ کی خلافتِ حقہ ثابت ہے۔ خصوصاً حضرت اُبو بکر صدیقؓ کی۔

اس لئے کہ جب ان کو نبیؐ کریم علیہ السّلام نے خود خلیفہ و امام بنا دیا تھا اور ان کی خلافت و امامت کا فیصلہ کر دیا تھا۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کا فیصلہ خدا ہی کا فیصلہ ہوتا ہے! جبکہ اس کا بولنا اُس کا بولنا۔ اس کی تدبیر اُس کی تقدیر۔ اس کی حرکت اُس کی برکت۔ اس کے ہاتھ اُس کے ہاتھ۔ اس کی اطاعت اُس کی اطاعت اور اس کا فرمان اس کا قرآن ہے تو اس کا فیصلہ بھی خدا ہی کا فیصلہ ہے۔

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔

ان الذین یبا یعونک تحت الشجرۃ انما یبا یعون اللہ ۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔

جواب ۳ :۔ ان اللہ بعث لکم طالوت ملکا ۔
تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنایا ۔

اس آیت پاک سے طالوت کی بادشاہت نصِ قطعی سے ثابت ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ طالوت کو بادشاہ خدا نے بنایا تھا ۔

توکیا بادشاہ بھی منصوص من اللہ ہوتے ہیں ؟
نہیں —— اور یقیناً نہیں ۔ تو پھر وہ خلافت و امامت بھی جو غیر نبوت ہو ۔ منصوص من اللہ نہیں ہوتی ۔

سوال ۳ :۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت کے خلاف ہے اور ان کی توہین ہے ۔ کہ وہ شیرِ خدا بھی ہوں ! مشکل کشا بھی ہوں ۔ مرتضیٰ بھی ہوں ۔ اور دامادِ مصطفےٰ بھی ہوں اور خلیفہ سب کے آخر میں ہوں !

جواب :۔ تعجب ہے کہ محمد مصطفےٰ علیہ السلام سید المرسلین بھی ہوں ۔ رحمۃ للعالمین بھی ہوں ۔ شفیع المذنبین بھی ہوں ۔ امام الانبیا بھی ہوں ۔ حبیب کبریا بھی ہوں ۔ اور محبوبِ خدا بھی ہوں ۔ اور نبی سب سے آخر میں ہوں ۔

حقیقت یہ ہے ۔ کہ کملی والے کو بنایا سب سے پہلے تھا اور بھیجا سب سے آخر میں تھا ۔ اور حضرتِ علیؓ کو بھی بنایا سب سے پہلے تھا اور

خلیفہ سب سے آخر تھے۔
نبیؐ پر نبوت ختم ہے اور علیؓ پر خلافتِ راشدہ ختم ہے!
سوال ۴ :۔ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس! اے رسول اکرم علیہ السلام جو تیرے رب نے تجھ پر نازل فرمایا ہے۔ اسے پوری طرح دوسروں تک پہنچا دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو گویا تو نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔
شیعہ حضرات کہتے ہیں۔ کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر نبیؐ کریم علیہ السلام جب خمِ غدیر کے مقام پر پہنچے۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرتِ علیؓ کی خلافت کا پیغام لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام خدا تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے۔ کہ حضرتِ علیؓ کی خلافت کا اعلان فرما دو۔
یہ سُن کر رسولِ معظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں نے حضرتِ علیؓ کی خلافت کا اعلان فرمایا تو مجھے ڈر ہے کہ لوگ فتنہ و فساد اور قتل و غارت پر اُتر آئیں گے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے نبیؐ کریم علیہ السلام کے جواب میں یہ آیت پاک پڑھی۔ کہ خدا کا حکم ہے کہ جو کچھ آپ پر نازل کیا جائے اُسے من وعن لوگوں تک پہنچا دو۔ یعنی حضرتِ علیؓ کی خلافت کا اعلان کر دو!
اس آیتِ پاک کے نازل ہونے پر سیدالمرسلین علیہ السلام نے پھر ان الفاظ میں اعلان فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؓ مولا ہے۔ اور اے اللہ تو دوست رکھ اس کو جو علیؓ کو دوست رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔

اس آیتِ پاک سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت منصوص من اللہ تھی جسے غصب کر لیا گیا!

جواب ۱: خدا جانے شیعہ حضرات کو اس آیت پاک میں حضرتِ علیؓ کی خلافت منصوص من اللہ کہاں سے نظر آگئی۔ جب کہ آیت میں نہ تو کہیں حضرت علیؓ کا ذکر ہے اور نہ ہی اُن کی خلافت کا۔

اصل میں بات یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات اپنے عقائد باطلہ کو ثابت کرنے کے لئے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ لیکن کوئی چیز بھی ان کو ہاتھ نہیں آتی۔ اُن کے عقائد و مذہب کی بنیاد محض بے مقصد تاویلات اور بے معنی نظریات کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کھسیانی بلی کھمبا نوچے والی بات ہے!

اسی آیت پر غور کرو۔ اور پھر دیکھو اور سمجھو کہ کہاں حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کے اعلان کا حکم اور کہاں من کنت مولا فعلی مولاہ!

شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ نبی کریم علیہ السلام ڈر گئے تھے۔ کہ اگر میں نے حضرت علیؓ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ تو لوگ قتل و غارت

پر آمادہ ہو جائیں گے ۔ نبیؐ اکرم علیہ السّلام کی ذاتِ اقدس پر کتنا بڑا بہتان ہے ۔ اُن کی شانِ پاک میں کتنی بڑی گستاخی ہے اور مقامِ رسالت کی کتنی بڑی توہین ہے اور کتنا صریح کفر ہے ۔

اس لئے کہ وہ محبوبِ خدا علیہ السّلام جو کفارِ مکّہ کی چمکتی ہوئی تلواروں سے بھی خوف زدہ نہ ہوئے ۔ مشرکینِ عرب کی قوت و طاقت سے نہ گھبرائے ۔ منافقین کی مکّارانہ چالوں سے پریشان نہ ہوئے اور بدر و حنین کے اسلام و کفر کے معرکوں میں بھی نہ ڈرے وہ حضرتِ علیؓ کی خلافت کا اعلان کرنے کے متعلق اپنے ان غلاموں سے ڈر گئے جن کا دین و ایمان ہی نبیؐ کی محبت تھا ۔

اور اگر بفرضِ محال شیعہ حضرات کا یہ کہنا مان لیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے کسی نبی پر جب بھی کبھی ایسا وقت آیا کہ بتقضائے بشریت اسے کسی قسم کی گھبراہٹ یا کوئی خوف و ڈر پیدا ہوتا تھا ۔ خداوند کریم فوراً یہ کہہ کر اس کے خوف و ڈر کو دور کر دیتا تھا ۔

لا تخف ——— لا تخافا ——— لا تحزن

لا تخف انی لا یخاف لدیّ المرسلون ۔ کہ نبی و رسول سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے ۔ لا تخف یا ابراھیم ۔ نبی و رسول تو رہے ایک طرف وہ تو مسلمانوں اور ایمان والوں کو بھی فرماتا ہے ۔ لا تخافوا ولا تحزنوا ۔

تعجب ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السّلام کو تو خدا تعالےٰ یہ فرما کر ان کے خوف و حزن اور گھبراہٹ و ڈر کو دور کر دے ۔

کہ خوف نہ کرو۔ مَیں تمہارے ساتھ ہُوں اور گھبراؤ نہ میں تمہارے ساتھ ہُوں مگر سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ السّلام اور اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کی باری آئی تو بالکل ہی خاموش رہا۔ اور نبی کریم علیہ السّلام کو کسی قسم کی کوئی تسلّی نہ دی اور کوئی مژدہ نہ سُنایا اور خوف و ڈر دُور کرنے کی خاطر ایک لفظ بھی نہ فرمایا۔

تو جواب یہ ہے کہ جب ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں تو تسلّی واطمینان دلانے کی کیا ضرورت تھی۔

درحقیقت شیعہ حضرات کا یہ ایک من گھڑت افسانہ ہے۔ وگرنہ اگر کوئی بات ہوتی اور نبیؐ اکرم علیہ السّلام کو واقعی خوف و ڈر لاحق ہوتا تو اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کو تسلّی و اطمینان دلانے کی خاطر خداوندِ تعالےٰ ضرور کچھ ارشاد فرما دیتا۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ خدا تعالےٰ حکم تو کرے۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے اعلان کا اور نبی اعلان کر دے۔ حضرتِ ابو بکرؓ کی خلافت کا اور پھر اپنے آخری ایّام میں تین دن تک صدیق اکبرؓ کو اپنے مصلّے پر کھڑے کر کے اُن کی خلافت و امامت پر مُہر بھی ثبت کر دے!

جیسا کہ شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر قمی کے حوالہ سے پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ ان ابا بکر یلی الخلافۃ من بعدی ثم عمر!

اب میں شیعہ حضرات سے پُوچھتا ہوں کہ قرآن مجید کی اس آیت پاک پر عمل کرتے ہُوئے اور خداوند تعالےٰ کے ارشادِ گرامی کی تعمیل کرتے ہُوئے امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آخری وقت تک بھی حضرت علیؓ کی خلافت کا اگر کہیں اعلان فرمایا ہے، تو

ثابت کرو؟
اور اگر نہیں فرمایا اور یقیناً نہیں تو پھر تحریفِ قرآن اور تفسیر بالرائے کرکے اپنے دین و ایمان کی کھیتی کو کیوں پامال کرتے ہو۔

جواب ۲:۔ شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ یہ آیت پاک خمِ غدیر کے مقام پر نازل ہوئی تھی اس لئے کہ حافظ عمادالدین ابن کثیرؒ نے ترمذی شریف اور دیگر کتبِ احادیث سے نقل کیا ہے۔ کہ غلامانِ مصطفےٰ علیہ السلام ہر رات کو اپنے آقا و مولا کی حفاظت و پاسبانی کیا کرتے تھے۔ لیکن جب یہ آیتِ پاک نازل ہوئی تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے بالاخانہ سے سرِ اقدس باہر نکال کر فرمایا کہ اب تم لوگ واپس چلے جاؤ اس لئے کہ خداوندِ کریم نے میری حفاظت و پاسبانی کا وعدہ فرما لیا ہے۔

واللہ یعصمک من الناس

جواب ۳:۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ آیتِ پاک حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے نازل ہوئی تھی۔ لیکن نبیٔ کریم علیہ السلام نے قتل و غارت کے خوف سے اس کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ تو اس طرح رسولِ معظم علیہ السلام کا اپنی رسالت کا حق پوری طرح ادا نہ کرنے کا الزام آتا ہے اور یہ کفر ہے۔

اس لئے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک آیتِ پاک کا جب مطلب یہ ہے۔ کہ اے میرے رسول علیہ السلام میں نے تجھ پر جو کچھ نازل فرمایا ہے وہ پوری طرح لوگوں تک پہنچا دو یعنی حضرت

علیؓ کی خلافت کا اعلان فرمادو۔ اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو گویا تُو نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔

شیعہ حضرات کے اس مفروضہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام کا رسالت کا حق ادا کرنا موقوف تھا۔ حضرتِ علیؓ کی خلافت کے اعلان پر ——— اور جب آپ نے وہ اعلان نہیں کیا۔ تو رسالت کے حق کو ادا نہیں کیا ——— اور جو رسول برحق ہونے کے باوجود بھی اپنی رسالت کا حق پُوری طرح ادا نہ کرے وہ رسول کیسا؟

شیعہ حضرات کا یہ مفروضہ اور من گھڑت افسانہ کُفر پر مبنی ہے

جواب عـ۴ :۔ اگر شیعہ حضرات کے نزدیک خلافت حضرت علیؓ واقعی منصوص من اللہ تھی اور ان کے نزدیک یہ ایک اُصولی مسئلہ ہے تو پھر ان کو ایسے اُصولی اور بلند پایہ مسئلہ اور اسلام و کُفر اور حق و باطل کی پہچان کرانے والے اس اہم عقیدہ کے ثبوت میں لایعنی تاویلات اور بے جوڑ و بے ربط کہانیاں پیش کرنے کی بجائے کسی نصِ قرآنی سے ثابت کرنا چاہیئے۔

جواب عـ۵ :۔ کہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی منصوص خلافت کا اعلان اور کہاں مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کی منادی!

مولیٰ کا معنیٰ حاکم۔ امیر یا امام یا خلیفہ کرنا بالکل غلط اور قرآن پاک کی معنوی تحریف ہے۔

فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین

الملائکۃ بعد ذالک ظھیرا۔ تحقیق اللہ تعالےٰ اس کا والی
مددگار ہے اور جبرائیل علیہ السلام بھی اور نیک مومن اور
فرشتے بھی مددگار ہیں۔
اب اگر مولا کا معنیٰ حاکم۔ امیر۔ امام یا خلیفہ کیا جائے۔ تو
پھر اس آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ پس اللہ تعالےٰ اس کا حاکم و
امام اور امیر و خلیفہ ہے اور جبریل بھی اور نیک مومن بھی اور
فرشتے بھی اس کے حاکم و خلیفہ ہیں۔
اور اگر یہ معنیٰ کریں۔ تو پھر جبریل اور صالح مومنین کو بھی نبیؐ
کریم علیہ السلام کا سردار۔ حاکم۔ امیر اور خلیفہ و امام تسلیم کرنا
پڑے گا۔ حالانکہ یہ نقلاً و عقلاً محال ہے اور کھلی ہوئی ضلالت
و گمراہی ہے!
اصل میں آیتِ پاک میں نبیؐ کریم علیہ السلام کو جن اُمور کو
لوگوں کی طرف پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے وہ توحیدِ باری تعالےٰ۔
احکامِ خداوندی! قوانینِ شرعیؐ۔ اور آدابِ رسالت کے ساتھ
ساتھ حق و باطل کی پہچان ـــــ حلال و حرام میں تمیز اور نیکی و
بدی میں امتیاز کو واضح کرنا ہے۔ اور ایک رسول و نبی کا سب سے
اہم فریضہ بھی یہی ہوتا ہے۔ اور تمام نبی اسی مقصدِ اعلیٰ کی خاطر
مبعوث ہوتے رہے ہیں۔

سوال ع۵ :۔ بخاری شریف و مسلم شریف میں یہ حدیث
پاک موجود ہے۔ اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون
من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے۔ کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰ علیہ السلام۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰؓ بھی رسول کریم علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔

جواب علے:۔ اس حدیث پاک میں حضرت علیؓ کی خلافت کا کوئی ذکر نہیں ہے اگر ہے تو صرف یہ کہ نبیؐ اکرم علیہ السلام نے انہیں اہل بیت کی حفاظت کیلئے مقرر فرمایا تھا اور اس کا سبب ایک تو قرابت و رشتہ داری تھا اور دوسرا یہ کہ اہل بیت کی حفاظت و نگہبانی کا اہم فریضہ حضرت علیؓ ہی ادا کر سکتے تھے!

اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اسی حدیث پاک کے اول میں صاف طور پر یہ مذکور ہے کہ جب نبیؐ کریم علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو غزوۂ تبوک کے موقعہ پر پیچھے رہ جانے کا حکم فرمایا تھا۔ تو حضرت علیؓ نے عرض کی تھی اتخلفنی فی النساء والصبیان کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے لئے خلیفہ بناتے ہیں۔ اور بچوں اور عورتوں کے لئے مجھے پیچھے کر جا رہے ہو۔

جس کے جواب میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملے

فرمائے تھے!

اور اگر شیعہ حضرات کی بات مان لی جائے تو پھر شیعہ حضرات ہی بتائیں کہ حضرتِ ہارُون علیہ السّلام کی خلافت تو عارضی تھی کیا حضرتِ علیؓ کی خلافت بھی عارضی تھی ——— نہیں تو پھر یہ حدیث پاک تمہارے عقیدہ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔

اور پھر حضرتِ ہارُون علیہ السّلام تو حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے پھر اگر خلافتِ حضرتِ علیؓ کو خلافتِ حضرتِ ہارُون علیہ السّلام سے تشبیہ دی جائے تو کسی صُورت بھی دُرست نہیں ہے اور نہ ہی یہ استنباط ٹھیک ہے۔

جواب ۲ :- اگر حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل تھی تو پھر انہوں نے حیدرِ کرار اور شیرِ خدا ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کیوں کی؟

اور اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت ظالمانہ۔ غاصبانہ اور نعوذ باللہ جابرانہ تھی۔ تو پھر شیرِ خدا نے چوبیس ۲۴ سال تک اس کے خلاف کیوں نہ کچھ کیا۔

کیا ان کی ایمانی قوت اور ان کا جذبۂ ایمانی نعوذ باللہ حضرتِ امام حسینؓ سے بھی کم تھا۔ کہ جو ایک فاسق و فاجر اور ظالم و جابر یزید کے مقابلہ میں بے سرو سامانی کی حالت میں میدانِ کربلا میں آ گئے! قرآنِ پاک میں ہے:-

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار

کہ نہ جھکو ظالموں کی طرف ورنہ تمہیں آگ جھپٹ لے گی۔

کیا حضرت علیؓ شیرِ خُدا ہونے کے باوجُود بھی ظالموں کے آگے جُھکے رہے۔ نعوذ باللہ!

مَیں شیعہ حضرات سے دُکھ بھرے دل کے ساتھ اپیل کرتا ہُوں۔ کہ چلو اگر تمہارے دل بُغض صحابہ میں تاریک ہو چکے ہیں تو ہوں اور اگر تمہیں صحیح راستہ نظر نہیں آتا۔ تو نہ سہی۔ لیکن خدا کے لئے حضرتِ علیؓ کی شان و عظمت کو تو برقرار رہنے دو۔ کیا حُبِّ علیؓ اس کا نام ہے کہ اس شیرِ خدا کو بُزدل اور اس حیدرِ کرّار کو بے بس بنا کر دُنیا کے سامنے پیش کیا جائے!

جواب ع۳ :۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل حق اور منصوص من اللہ ہوتی تو وہ لوگوں کے بیعت کے مطالبہ پر یہ ہرگز نہ فرماتے۔

نہج البلاغۃ جلد ا صفحہ ۲۱۹ :۔ اَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا۔ کہ میرا وزیر رہنا تمہارے لئے امیر بننے سے بہتر ہے۔

جواب ع۴ :۔ اگر آپ منصوص من اللہ ہوتے تو کبھی یہ بیان نہ دیتے۔

نہج البلاغۃ جلد ا صفحہ ۵۱۹۔ وَاللّٰہِ مَا کَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَۃِ رَغْبَۃٌ وَّلَا فِی الْوِلَایَۃِ اَرْبَۃٌ۔ کہ خدا کی قسم نہ تو مجھے خلافت کی ضرورت ہے۔ اور نہ ولایت کی تمنّا۔

کیا حضرت علیؓ کو خدا کا فیصلہ منظور نہیں تھا؟

جواب ع۵ :۔ اگر شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق حضرتِ علیؓ کی خلافت منصوص ہوتی تو حضرتِ عثمانِ غنیؓ کی

شہادت کے بعد لوگوں کے مطالبۂ بیعت پر یہ ہرگز نہ فرماتے۔

نہج البلاغتہ جلد ا صفحہ ۲۱۹۔ دعونی والتمسوا غیری۔ کہ مجھے چھوڑ دو اور میرے سوا کسی اور کو تلاش کرو!

جواب ع۶:۔ اگر حضرتِ علیؓ کی خلافت منصوص من اللہ ہوتی۔ تو حضرتِ عباسؓ اور حضرتِ ابوسفیان رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے جب آپ سے بیعت کے لئے اصرار کیا تھا تو آپ یہ نہ فرماتے۔

نہج البلاغتہ جلد ا صفحہ ۴۶۔ هٰذَا مَاءٌ اٰجِنٌ وَّ لُقْمَةٌ يَغَصُّ بِهَا اٰكِلُهَا۔ کہ یہ خلافت ایک کڑوا پانی ہے اور ایک ایسا لقمہ ہے کہ کھانے والے کا گلا پکڑ لیتا ہے۔ اور میوہ سے پکنے سے پہلے جو اسے توڑتا ہے اس کی مثال ایسے ہے:۔ كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ اَرْضِهٖ۔ جیسے کسی دوسرے کی زمین میں کھیتی کر رہا ہو۔

یہ ہے خلافتِ اسلامیہ کا وہ تاج محل جسے خدا تعالےٰ کی مرضی کے پیشِ نظر اور رسولِ اکرم علیہ السّلام کے بتائے ہوئے نقشہ کے مطابق معمورۂ ہستی کے چار مقدّس انسانوں نے توحید و اسلام کے ساز و سامان سے حق و صداقت کی بنیادوں پر علم و حیا کی چھت ڈال کر سخاوت و شجاعت کا ایک مضبوط دروازہ کھڑا کر کے تیس سالوں میں مکمل کیا۔ اور پھر اس کی خوبصورت محرابوں پر نیکی و صداقت کے سچے موتیوں کی جھالریں لٹکا کر اور اس کے ستونوں میں رشد و ہدایت کے رنگ بھر کر دین و ایمان کے نقش و نگار سے مزّین کر دیا۔

جس کا نظارہ کرنے کی غرض سے نگاہ فطرت حریم ناز کے جھروکوں سے اُکھٹتی رہتی ہے۔ اور جسے دیکھنے کیلئے آسمان کے فرشتوں کی ایک نُورانی جماعت ہر روز مدینہ منوّرہ کی مقدّس گلیوں میں جنّت سے لائے ہُوئے درُود و سلام کے پھُولوں کی چادر لئے گھُومتی رہتی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ شیعہ حضرات کی اندھی آنکھیں خلافت اسلامیہ کے اس حسین و خوبصورت تاج محل کو نہیں دیکھ سکتیں! اسی لئے ان لوگوں کو ابھی تک یہ سمجھ نہیں آسکی۔ کہ اس کا اصلی و حقیقی مالک کون ہے! اور اس کو کس کی مرضی کے مطابق کن لوگوں نے بنایا تھا۔ اور اس میں جُڑے ہُوئے موتی اصلی تھے یا نقلی۔ اس کی دیواروں میں بھرے ہُوئے رنگ کچے تھے یا پکے اور اس کو مکمّل کرنے والے مسلمان تھے یا کوئی اور!

اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں سے بُغض و عناد کے پردے اُٹھا کر خلافت اسلامیہ کے اس خوبصورت تاج محل کو دیکھتے تو ان کو اس پر لگی ہوئی ہر چیز ٹھیک و دُرست نظر آتی! نہ ان کو اس کی بنیادیں کمزور نظر آتیں اور نہ ہی اس کی دیواروں پر کوئی دراڑ دکھائی دیتی! نہ ہی اس کی چھت میں کوئی شگاف دکھائی دیتا۔ اور نہ ہی اس کے دروازہ میں کوئی نقص نظر آتا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تاریخ اسلام میں جس مقدس ہستی کا نام بار بار زبان پر آتا ہے، وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اگر کسی ایسے زہد و تقویٰ کا بیان ہو کہ جو دُنیا کی تمام نعمتیں میسّر ہو جانے کے بعد بھی کسی انسان میں پوری طرح قائم رہے تو انہیں کا نام لیا جاتا ہے!

اگر کسی ایسے عدل و انصاف کا تذکرہ ہو کہ جو امیر و فقیر شاہ و گدا اور چھوٹے اور بڑے کے ساتھ یکساں طور پر کیا گیا ہو اور جس میں طمع و لالچ۔ حرص و ہوا اور غرض و نفس پرستی کا شائبہ تک نہ ہو۔ تو ان کا عدل و انصاف یاد آتا ہے۔

اور اگر کسی کے ایسے جاہ و جلال اور رُعب و ہیبت کا ذکر ہو کہ جو فقر و درویشی کی قبا اور اخلاق و شرافت کی چادر سے نمایاں ہوتا ہو تو انہیں کے جاہ و جلال کی حسین تصویر سامنے آتی ہے۔

اگر کسی ایسے سیاستدان کو یاد کیا جائے۔ کہ جس نے مختلف قبائل، مختلف گروہوں اور مختلف الخیال انسانوں کو اپنی سیاسی بصیرت سے اکٹھا کر کے ایک جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا ہو تو بھی

حضرت عمرؓ کی سیاسی بصیرت کا خوب صورت نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

اور اگر کسی ایسے بہادر جرنیل کے مجاہدانہ کارنامے اور اس کی فتوحات کا تذکرہ ہو کہ جس نے دس برس کی قلیل مدت میں ہزاروں قلعے فتح کئے ہوں تو بھی حضرت عمرؓ کی فتوحات کی سچی و رنگین داستانیں یاد آتی ہیں!

ہیبت و جلال کا یہ عالم کہ ہاتھ میں دُرّہ لے کر کبھی مدینہ منوّرہ کی گلیوں کا چکر لگاتے تو در و دیوار لرز اُٹھتے اور مساواتِ اسلامیہ اور عجز و سادگی کا یہ حال کہ ایک فاتح کی حیثیت سے جب بیت المقدّس میں داخل ہوتے ہیں۔ تو گھوڑے پر غلام سوار ہے اور آپ پیدل ہیں!

رُعب و دبدبہ کی یہ دُنیا کہ کبھی نگاہِ غضب سے کسی طرف دیکھتے تو اس کا پتّہ پانی ہو جاتا اور فقر و درویشی کی یہ حالت کہ قادسیہ کی فتح کی خوشخبری لانے والا قاصد سعد بن عمیلہ فزاریؓ جب مدینہ سے باہر دو میل کے فاصلہ پر ملتا ہے۔ تو جنگ قادسیہ اور اس کی فتح کی تفصیلات سُنتے سُنتے عمیلہ کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے ہیں اور وہ نہیں جانتا تھا کہ میرے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑنے والا کون ہے۔ جب یہ دونوں مدینہ منوّرہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یا امیرالمومنین کہہ کر سلام کرنا شروع کیا تو عمیلہؓ نے عرض کی آقا مجھے کیوں نہ بتایا کہ میں امیرالمومنین عمرؓ ہوں۔ فرمایا۔

میرے بجائی کوئی بات نہیں۔ مَیں فتحِ اسلام کی خوشخبری سُن کر اتنا محوِ مسرّت ہو گیا تھا کہ تمہیں بتانے کی ہوش ہی نہ رہی کہ مَیں کون ہوں۔

عدل و انصاف کا یہ عالم کہ نبیذ پینے کے جُرم میں اپنے بیٹے کو بھی معاف نہیں کرتے اور عفو و کرم کا یہ حال کہ منبر پر ٹوکتے والے ایک بدوی کو اس کی حق گوئی کی بنا پر درگزر کر دیتے ہیں۔

غریب نوازی۔ بندہ پروری۔ رحم و شفقت اور رعیّت کی خبر گیری کا یہ جذبہ کہ ساری ساری رات مدینہ منوّرہ کی گلیوں کا چکر لگا کر دیکھتے کہ کوئی بھوکا تو نہیں۔ کوئی مصیبت میں مبتلا تو نہیں اور کوئی یتیم بچّہ اور کوئی بیوہ عورت غربت و افلاس کے دُکھ میں روتے تو نہیں۔

اور انتظامِ حکومت کی دلچسپی تدابیر کہ ایک دن زکوٰۃ کی تھیلی ہاتھوں میں لئے مدینہ کے بازاروں میں آوازیں دیتے ہیں کہ ہے کوئی زکوٰۃ لینے والا مفلس و تنگدست۔ لیکن کوئی بھی دستِ سوال دراز نہیں ہوتا۔

غرضیکہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو۔ خطۂ ہستی کا کوئی گوشہ اور تاریخِ اسلام کا کوئی ورق ایسا نہیں ہے جس میں اس پیکرِ دین و ایمان۔ مجسّمۂ عدل و انصاف اور مرکزِ مہر و وفا کا نام روزِ روشن کی طرح نہ چمکتا ہو!

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ زندگی کی تمام نعمتوں سے

سرفراز اور دنیاوی آسائشوں سے مالا مال ہونے کے باوجود بھی وہ فقر و استغنا اور زہد و تقویٰ کی جیتی جاگتی تصویر اور عدل و انصاف کے درخشندہ آفتاب تھے!

اور خوفِ الٰہی رکھنے کی وجہ سے وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی خلافت و امامت کا قیامت کے دن ان سے حساب لیا جائے گا اور رعیت و قوم کے دکھ و درد۔ رنج و غم۔ غربت و افلاس اور مصائب و آلام کے بارے میں ان سے سوال ہوگا۔ اس لئے ان کے دل میں عدل و انصاف کا جذبہ۔ دستگیری کا ولولہ۔ بندہ پروری کا شوق اور ہمدردی و خیر خواہی کا طوفان ہر وقت موجزن رہتا تھا! خلافت سے پہلے عہدِ رسالت سے لے کر عہدِ صدیقی تک وہ مغرور و سرکش انسانوں کے لئے جتنے قہر و غضب کی برہنہ شمشیر تھے۔ خلافت کے بعد مسکینوں۔ کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کے لئے اتنے رحم و شفقت کا پیکر۔ لطف و کرم کا مجسمہ اور عفو و احسان کا مرکز بن گئے!

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے یہی محاسن و کمالات تھے کہ جن کی بدولت ان کے عہدِ خلافت میں اس خطۂ ارضی پر ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی گئی اور پھر اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ خلیفۂ اوّل حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصالِ پاک کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت عنانِ خلافت سنبھالی جس وقت کہ اسلامی فوجیں ایک طرف عراق و شام کی سرحدوں پر لڑ رہی تھی اور دوسری

طرف ایران و رُوم کی طاقتوں سے نبرد آزما تھیں۔

اور پھر اسلام کے اس نامور و بہادر جرنیل کی وفات اس وقت ہوتی ہے۔ جس وقت کہ عراق و شام۔ ایران و رُوم! مصر و یمن اور دمشق و مدائن پر اسلامی پرچم لہرا چکا تھا اور کفر و باطل کے ہزاروں قلعے حق و اسلام کی ٹھوکر سے مسمار ہو چکے تھے اور قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج مسلمان مجاہدوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندے جا چکے تھے اور کفر و شرک کا سینہ توحید و اسلام کے پرستاروں کے نیزوں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں فسق و فجور کی تاریکیوں اور ظلم و ستم کی راتوں میں حق و صداقت کے چراغ جل چکے تھے۔ نیکی و ہدایت کے فانوس روشن ہو چکے تھے اور عدل و انصاف کا آفتاب طلوع ہو چکا تھا۔ اور رُوم و شام کے قیصر و کسریٰ! نہاوند کے فیروزاں اور ایران کے یزدگرد و دیگر رستم کی تمام قوت منتظمی سپہ لشکر اسلام کے غازیوں کے مقابلہ میں خاک میں مل چکی تھی۔ اور اصفہان۔ ہمدان۔ رَے۔ طبرستان۔ آذربائیجان۔ آرمینیہ۔ فارس۔ کرمان۔ سیستان۔ حمص اور بیت المقدس کے در و دیوار مجاہدین اسلام کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ اور پھر تعجب تو یہ ہے کہ کفر و باطل کے اکھاڑے کے ان پہلوانوں نے ان عربی چرواہوں سے شکست کھائی۔ جو تھوڑا عرصہ پہلے متفرق قبیلوں کی صورت میں بٹے ہوئے تھے اور جو باہمی عداوت و نفرت کی بنا پر ایک دُوسرے سے نبرد آزما رہتے تھے اور

ذرہ سی ناراضگی کے باعث کئی کئی سال تک ان کی جنگ ختم نہ ہوتی تھی۔

اور پھر حیرانی تو اس بات کی ہے کہ ایک طرف تو عراق و ایران کے نامور شہسوار روم و شام کے بہادر جنگجو۔ مصر و یمن کے مشہور سپہ سالار نہاوند و مدائن کے مغرور سُورمے اور یزد گرد۔ فیروزان۔ جالینوس۔ ہرقل۔ ہرمزان اور رستم جیسے نامور پہلوان تھے۔ جن کے پاس فوجوں کی کثرت۔ جنگی ساز و سامان کی فراوانی۔ تلواروں! نیزوں۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی بہتات بھی تھی۔ لیکن ادھر لشکر اسلام کیا تھا؟

دلق پوشوں کی ایک مٹھی بھر جماعت۔ صبر کوشوں کا ایک چھوٹا سا گروہ! دین کے پرستاروں کا ایک معمولی سا ٹولہ اور محمد علیہ السّلام کے غلاموں کا ایک مختصر سا قبیلہ۔ جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے اور ہاتھوں میں ٹوٹی ہوئی تلواریں۔ جن کے جسموں پر لمبی لمبی کھدر کی قبائیں تھیں اور سروں پر ریشمی عمامے۔ جن کے پاس کھانے کے لئے جَو کے ستّو تھے۔ اور لڑنے کے لئے بے نیام شمشیریں اور شکستہ سے نیزے۔

وہ کون تھے؟

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضؓ۔ حضرت عبیدہ بن جراح رضؓ۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ۔ حضرت عاصم بن عمرو رضؓ۔ حضرت مثنیٰ رضؓ۔ حضرت شرجیل رضؓ۔ حضرت قعقاع رضؓ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہم یہ تھے اسلام کے وہ بہادر و جانباز سپہ سالار

اور دین کے سرفروش و سربکف مجاہد اور حق و ایمان کے جیالے و متوالے غازی جو خاکِ مدینہ سے طوفان بن کر اُٹھے اور پھر عراق و ایران اور روم و شام تک چھا گئے۔

اور ان مجاہدین اسلام کی کمان اسی خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی جو کبھی مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر جنگ کا نقشہ دیکھا کرتے تھے اور کبھی منبرِ رسول پر چڑھ کر میدانِ نہاوند میں لڑنے والے ساریہ کو آواز دیا کرتے تھے۔ یا ساریۃ الجبل۔ کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچ جاؤ۔

اور یہ وہی خلیفہ دوم ہیں جن کو شیعہ حضرات اپنے دینی ایمان کی کمزوری کی بنا پر نعوذ باللہ مسلمان ہی نہیں سمجھتے!

ان حقایق کے پیشِ نظر اگر کوئی شخص سکندرِ اعظم، چنگیز خان اور نپولین کی فتوحات کی بنا پر ان کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے۔ تو پھر اسلام کے اس خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی فتوحات کو نظر انداز کر کے ان کی شان و عظمت کا اقرار نہ کرنا ایک بہت بڑی بد یانتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نہ صرف یہ کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی پھیلائی ہوئی اسلامی فتوحات کی بساط کو روم و شام اور عراق و ایران تک پھیلا کر کفر و شرک کے اندھیروں میں توحید و اسلام کے چراغ جلائے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں حق و ہدایت کا نور پھیلایا بلکہ باقاعدہ طور پر خطۂ ارضی پر ایک

اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ کر ایک ایسا نظامِ حکومت دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس کی خوبیوں کا غیر بھی اقرار کرنے پر مجبور ہیں!

ایک ایسا صاف ستھرا معاشرہ قائم کیا۔ جس کی بدولت مسلمانوں کے دُکھ سکھ میں اور مصائب راحتوں میں بدل گئے ایک پاکیزہ ماحول کو جنم دیا۔ جس کی طفیل ہر ایک کو امن، سکون کی دولت نصیب ہو گئی۔

فاروقِ اعظمؓ کے نظامِ سلطنت۔ ان کی طرزِ حکومت۔ ان کے معاشی نظام۔ ان کے عدل و انصاف۔ ان کے اخلاق و کردار۔ ان کی اسلام دوستی۔ توحید پرستی۔ محبّتِ رسولؐ اور ان کی فتوحات کو دیکھتے ہوئے ایک انگریز مورّخ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ اگر حضرتِ عمرؓ دو سال اور زندہ رہتے دُنیا میں اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نظر نہ آتا۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمِ اسلام میں

آفتابِ رسالت طلوع ہو چکا تھا جس کی نورانی کرنوں سے کفر و شرک کے ایوانوں میں آہستہ آہستہ توحید و اسلام کی روشنی پھیل رہی تھی! سر چشمۂ نبوّت پھوٹ چکا تھا جس کے آبِ رواں سے ضلالت و گمراہی سے اُجڑی ہوئی کھیتیاں ہولی ہولی سیراب ہو کر حق و ہدایت کے سبزہ میں تبدیل ہو رہی تھیں۔

ماہتابِ ہدایت نمودار ہو چکا تھا۔ جس نے حق و صداقت کے حسین چہرہ پر فسق و فجور کے چھائے ہوئے سیاہ بادلوں کا نقاب اٹھا کر نیکی و شرافت کا نور بکھیر دیا تھا۔

چمنستانِ رسالت مہک اٹھا تھا جس کی کیف و مستی میں ڈوبی ہوئی خوشبو نے ساکنانِ مکہ مکرمہ کے دل و دماغ کو معطر کرنا شروع کر دیا تھا۔

قرآنِ پاک نازل ہو چکا تھا۔ جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے بڑے بڑے ادیبوں کی قلمیں ٹوٹ رہی تھیں اور مشہور شاعروں کی زبانیں گنگ ہو رہی تھیں۔

اور دعوتِ رسالت کو قبول کرتے ہوئے حضرتِ ابوبکر صدیق! حضرتِ ابوطلحہ بن عبیداللہ! حضرت عبدالرحمٰن بن عوف! حضرتِ سعد بن ابی وقاص! حضرتِ عثمان بن عفان! حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔ حضرت زبیر بن عوام اور حضرتِ حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے۔

جوں جوں دعوتِ حق کا دامن پھیلتا گیا توں توں مشرکینِ مکہ کی اس کے خلاف آتشِ غضب تیز ہوتی گئی اور عرب کے ان ظالم بت پرستوں نے بیکس و بے بس مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دئے۔ تاکہ یہ بے دست و پا ہو کر پھر بت پرستی کی لعنت میں مبتلا ہو جائیں۔

حضرتِ عمرؓ مسلمانوں کو قسم قسم کے عذاب پہنچانے اور طرح طرح اذیتیں دینے والے مخالفینِ اسلام کے ساتھ برابر کے شریک تھے

اور قدم قدم پر فرزندانِ توحید کے راستوں میں کانٹے بچھاتے اور جس مسلمان پر بھی ان کا بس چلتا اسے مارنے سے دریغ نہ کرتے!
سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے چند پیروکاروں کو اپنے دامنِ رحمت میں چھپا کر جب کبھی موقعہ ملتا تو قل ھو اللہ کی صدائے حق بلند کر کے اس سکوت کو توڑ دیتے جو بت پرستی کے باعث مکہ مکرمہ کی فضا میں ایک منحوس دیو کی طرح مسلّط ہو چکا تھا۔
رسولِ اکرم علیہ السّلام کفارِ مکہ اور مشرکین عرب کی پے در پے چیرہ دستیوں اور ان کے ظلم و ستم کو دیکھ کر یہ محسوس کرتے کہ اسلام کی گاڑی کو آگے چلانے کے لئے فولادی بہیّوں کی ضرورت ہے اور ان مخالفین توحید کے مقابلہ کے لئے کسی طاقتور اور جرّی انسان کا ہونا لازمی ہے۔
چنانچہ اس اشد ضرورت کو پوری طرح محسوس کرنے کے بعد آخر ایک دن محبوب خدا علیہ السّلام کے دستِ مبارک دعا کے لئے اٹھ ہی گئے اور کملی والے آقائے دو عالم علیہ السّلام کی نگاہِ انتخاب ان دو میں سے ایک پر پڑی جو اس وقت کے نامور بہادروں میں مشہور تھے۔ ایک ابی جہل بن ہشام اور دوسرے عمر بن الخطاب!
مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۹۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے ان دونوں میں ایک کے مسلمان ہو جانے کے لئے یہ دعا فرمائی:

اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب۔ کہ اے اللہ اپنے دین و اسلام کو ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب سے عزت بخش۔

بے دست و پا مسلمانوں پر ہر قسم کی سختیاں روا رکھنے اور ان توحید پرستوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھانے کے بعد یکایک حضرت عمرؓ کے مزاج نے پلٹا کھایا اور وہ سوچنے لگے کہ آخر یہ کیسا پیارا دین ہے اور یہ کیسا رسول ہے اور یہ کیسے عزم و استقلال کے مالک انسان ہیں کہ ہمارے ظلم و ستم کے باوجود بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں اور ہماری پتھروں کی بارش میں بھی محمد رسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں اور تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر بھی اپنے نئے دین سے منہ نہیں پھیرتے!

آخر ان بیچاروں کا کیا قصور ہے کہ جس کی سزا میں ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے اور ان کو اذیتیں دی جائیں سارا قصور تو محمد علیہ السلام کا ہے جس نے قریش کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے انتشار پھیلا دیا ہے اور ہمارے خداؤں کی عبادت کو شرک کہہ کر ہاشمی سرداروں کی توہین کی ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین کو کفر بنا کر لوگوں کو اپنے جاری کردہ نئے دین کی طرف بلاتا ہے تو کیوں نہ اس کا ہی قصہ پاک کر کے اپنے خداؤں کی عزت آبرو بچالی جائے اور قریشی سرداروں کے ننگ و وقار کو قائم رکھا جائے اور ہمیشہ کے لئے اس نئے دین کا خاتمہ کر دیا جائے۔

وہ پھر سوچنے کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ محمد علیہ السلام کو قتل کر کے یہ سب کچھ کیا تو جا سکتا ہے لیکن اس کو قتل کرنا بھی تو آسان نہیں ہے۔ اس لئے کہ میری بھی برادری کے چند آدمی اس کے دامن میں آچکے ہیں۔ اور پھر حمزہ جیسے شہ زور۔ عبیدہ بن جراح جیسے بہادر۔ عبدالرحمٰن بن عوف جیسے جنگجو۔ سعد بن ابی وقاص جیسے جری اور ابوبکر جیسے جانثار بھی اس کے پہریدار ہیں! پھر یہ بھی سُنا ہے کہ اس کی آواز میں لطافت۔ اس کی گفتگو میں مٹھاس اور اس کی کلام میں شیرینی ہے اور جب کبھی وہ اپنے اوپر نازل ہونے والی کلام پڑھتا ہے تو سننے والے کیف و مستی کے دریا میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور کیا ایک ایسے شخص کو محض اس لئے قتل کر دینا جائز ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟

رسولِ معظم کے بارے میں حضرت عمرؓ کا اس طرح سوچنا۔ دینِ اسلام کے متعلق یوں غور کرنا اور مسلمانوں کے یقین پر یہ پیچ و تاب کھاتا کیا کوئی اتفاقی امر تھا؟

نہیں ـــــ بلکہ دُعائے مصطفےٰ علیہ السلام قبول ہو چکی تھی! رضائے مختار علیہ السلام کام کر چکی تھی اور قدرت اسلام کی عزّت و توقیر بڑھانے دینِ حق کو قوت بخشنے اور توحید و رسالت کے اعلان کو دُور دُور تک پہنچانے کے لئے رسولِ اکرم علیہ السلام کی مرضی کے پیشِ نظر حضرت عمرؓ کو منتخب کر چکی تھی۔

رات اسی کشمکش میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے

ـر کے بارونق بازاروں میں یہ آواز سُن کر قریشی سرداروں کی
ـرف سے متفقہ طور پر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اپنی اور اپنے خاندو
ں آبرو بچانے کی خاطر جو شخص محمد علیہ السلام کو قتل کرے گا اسے
ـونے اور چاندی کے خزانوں سے مالا مال کردیا جائے گا۔

بس پھر کیا تھا حضرتِ عمرؓ کی آتشِ غضب بھڑک اُٹھی اور
ہاتھ میں فولادی شمشیر لے کر پورے قہر و غضب میں محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو قتل کرنے کے مصمم ارادہ سے چل پڑے۔ لیکن وہ نہیں
جانتے تھے کہ میری اس فولادی تلوار پر دُعائے مصطفےٰ علیہ السلام
کا منفناطیسی اثر ہو چکا ہے۔ اور میں جس شمشیر سے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں اس کے پاس جا کر یہ موم کی ایک بتی
کی طرح نورِ نبوت سے پگھل جائے گی۔ اور اس کا سر لینے کی بجائے
مجھے اپنا سر دینا پڑے گا۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایمان لانیکی مختلف روائتیں
ہیں لیکن سب سے معتبر روایت یہ ہے کہ ایک دن وہ بانیٔ اسلام
علیہ السلام کو قتل کرنے کے مصمم ارادہ سے شمشیر بدست نکلے
ابھی راہ میں ہی تھے۔ حضرتِ نعیمؓ بن عبداللہ مل گئے۔
پوچھا اے عمرؓ آج غضبناک حالت میں ننگی تلوار لے کر

کہاں جا رہے ہو؟
کہا! محمد کو قتل کرکے اسلام کا نام و نشان مٹانے اور نئے
دین کی شمع بجھانے جا رہا ہوں!
فرمایا۔ عمرؓ! تمہارا یہ خیال غلط اور ارادہ نامناسب ہے!

اور تم کبھی بھی اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے؟

پوچھا کیوں؟

جواب ملا۔ وہ نورِ خدا ہے۔ جو تمہاری پھونکوں سے نہیں بجھ سکتا۔

کہا ـــــ نہیں ـــــ آج ایسا ہی ہوگا!

میری تلوار پہاڑوں کے ٹکڑے کر سکتی ہے تو کیا محمد کا سر نہیں اڑا سکتی؟ ـــــ

فرمایا نہیں!

پوچھا ـــــ کیوں؟

جواب ملا ـــــ اس کے سر پر خدا کا سایہ ہے!

کہا ـــــ کیا کعبہ میں رکھے ہوئے ہمارے خداؤں کے علاوہ کوئی اور بھی خدا ہے؟

فرمایا ـــــ ہاں ـــــ ہے ـــــ اپنے چچا زاد بھائی سعیدؓ بن زید اور اپنی بہن فاطمہؓ بنت خطاب سے جا کر پوچھو ـــــ وہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں!

بس پھر کیا تھا۔ یہ سُن کر کہ میری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام لا چکے ہیں۔ عمرؓ کی آنکھیں غصّہ سے اور بھی سُرخ ہو گئیں!

حضرتِ خبابؓ فاطمہؓ کو قرآن پڑھا رہے تھے کہ دروازہ کھٹکا۔ فاطمہؓ نے پوچھا کون ہے؟

گرجتے ہوئے کہا۔ میں تمہارا بھائی عمر ہوں دروازہ کھولو۔

خباب حضرتِ عمر رض کی کڑکتی ہوئی آواز سُن کر ایک کونے میں چھپ گئے۔ فاطمہ رض نے قرآن پاک کے اجزا کو دامن میں چھپا کر اور یہ خیال کر کے دروازہ کھول دیا۔ کہ آج محبت آزمائی جائے گی!

حضرتِ عمر رض اندر آئے۔ غضبناک لہجے میں پوچھا۔

کیا کر رہے تھے؟

بہن نے بڑے حوصلہ سے جواب دیا۔ قرآن پاک پڑھ رہی تھی!

اچھا تو تم بھی مسلمان ہو چکے ہو؟

کہا —— ہاں

غصّہ سے کہا —— محمدؐ کا کلمہ چھوڑ دو۔ ورنہ تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔

بہن نے پھر بڑی جرأت سے کہا۔

ہم اس کلمہ پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔

حضرتِ عمر رض سعید رض کی طرف لپکے —— بہن نے دامن کھینچ لیا؟

بھائی نے بہن کو پھر اتنا پیٹا۔ کہ بدن سے خون کے فوارے بہہ نکلے اور بیہوش ہو کر فرش پر گر پڑی۔

ہوش آیا تو بھائی نے پھر پوچھا۔

کہو —— کیا ارادہ ہے —— محمد صلی اللہ علیہ السلام کا

دامن چھوڑو گی کہ نہیں؟

جواب ملا نہیں ۔ ہم ساری دُنیا کو چھوڑ سکتے ہیں ۔
بہن اپنے بھائی کو چھوڑ سکتی ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ السلام
کے دامن کو نہیں چھوڑ سکتی ۔

جواب ملا نہیں ـــــ ہم ساری دُنیا کو چھوڑ سکتے ہیں
بہن اپنے بھائی کو چھوڑ سکتی ہے ۔ لیکن محمد علیہ السلام کے
دامن کو نہیں چھوڑ سکتی ہے اور ہمیں جو دین و ایمان کی دولت ۔
حق و ہدایت کے خزانے اور قرآن و اسلام کی روشنی مل گئی
ہے ۔ ہم اس سے اب محروم نہیں ہو سکتے اور حقیقت و معرفت
کی جو بلندی ہمیں میسر آچکی اس سے اب گر نہیں سکتے ۔

اے عمرؓ! اگر تو ہمیں شکنجوں میں کسے ۔ بوٹیاں کتوں سے
نچوالے! پھانسی کے تختے پر لٹکا دے ۔ اور بھی جو چاہو ظلم و ستم
کرلے ۔ مگر ہمارے دلوں سے اب نہ تو محبتِ مصطفےٰ علیہ السلام
ہی نکل سکتی ہے اور نہ ہی دین و ایمان کا نور چھپایا جا سکتا ہے!

حضرت عمرؓ یہ تو پہلے ہی جانتے تھے کہ اسلام قدرت کا پھیلایا
ہوا ایک ایسا مضبوط جال ہے کہ اس میں جو بھی ایک بار پھنس
جاتا ہے ۔ وہ نکلتا نہیں اور حق و ایمان محمد علیہ السلام کی
عطا کی ہوئی ایک ایسی دولت ہے کہ جس کے مقابلے میں یہ
لوگ دُنیا کی تمام نعمتوں کو پلے نہیں باندھتے ۔ یہی ایمان افروز
نظارہ اپنے بہنوئی اور بہن میں دیکھا تو بول اُٹھے ۔

بہن ـــــ وہ قرآن جو تم پڑھ رہی تھی مجھے بھی سناؤ ۔

پھر فاطمہؓ نے بڑے ہی دردو سوز سے سورۂ طٰہٰ کی چند آیتیں تلاوت کیں۔

بہن نے قرآن پڑھا۔ عمرؓ کی تقدیر بدل گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور گردن جھکا دی۔ اور فرمایا۔ کتنا پیارا کلام ہے!

خبابؓ یہ سُن کر کونے سے نکل آئے۔ اور کہا۔ عمر! معلوم ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک نے تمہارے دل کی سیاہی دھو ڈالی ہے۔ اور قدرت نے تمہیں حق و اسلام کی گاڑی چلانے کے لئے چن لیا ہے اور ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا قبول ہو چکی ہے۔

حضرت عمرؓ نے دھیمی آواز میں فرمایا۔ ہاں۔ ایسا ہی ہے!

خبابؓ! میری راہنمائی کرو اور مجھے دربارِ رسالت ہیں لے چلو۔

رسولِ اکرم علیہ السلام حضرتِ ارقمؓ کے گھر قیام پذیر تھے اور حضرتِ حمزہؓ پہرہ دے رہے تھے۔

خبابؓ نے عمرؓ کا دامن پکڑا اور کھینچتے ہوئے سوئے بابِ رحمت لے چلے۔

ننگی تلوار ہاتھ میں تھی اور آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

مکّے کے کافر حیران تھے اور آسمان کے فرشتے خوش۔

قریشی سردار رو رہے تھے اور قدرت مسکرا رہی تھی۔

مسلمانوں نے عمرؓ کو شمشیر بدست آتے دیکھا۔ تو پکار اُٹھے۔ خبردار! ہوشیار ہو جاؤ۔ عرب کا ایک بہادر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے آ رہا ہے۔

حضرت حمزہؓ نے فرمایا۔ آتا ہے تو آنے دو۔ اگر عمرؓ نیک نیتی سے آیا ہے تو ہم اس کا استقبال محبّت سے کریں گے۔ اور اگر بُرے ارادہ سے آیا ہے۔ تو پھر اسی کی تلوار سے اس کی گردن اُڑا دی جائے گی!

محبُوبِ خُدا علیہ السّلام نے سُنا۔ تو فرمایا۔ دروازہ کھول دو۔ عمرؓ کو میں نے خود بُلایا ہے۔ اور اس کو رات میں نے خُدا سے مانگا تھا۔

دُعا قبول ہو گئی ہے اور خدا نے عمرؓ مجھے دے دیا ہے۔

حضرت عُمرؓ اندر آ گئے۔ مسلمانوں نے گردنیں جھکا دیں۔ حمزہؓ نے تلوار میان میں کر لی۔ اور مصطفٰے علیہ السّلام نے دامنِ رحمت پھیلا دیا۔

امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کھڑے ہو گئے اور حضرتِ عُمرؓ کی چادر کا کنارا پکڑا اور جھٹکا دے کر فرمایا۔ عُمرؓ! کس ارادے سے آئے ہو؟ عرض کی۔ آپ پر اور آپ کے خدا پر ایمان لانے کے لئے!

اور پھر اس طرح مکّہ مکرّمہ کا ایک بہادر جوان کلمہ طیّبہ پڑھ کر حریم اسلام میں داخل ہو گیا۔

ایوانِ کفر میں زلزلہ آ گیا۔ باطل کی دیواریں ہل گئیں۔ آسمانوں

کے دروازے کھل گئے۔ فرشتوں نے جھوم کر مبارکباد دی۔ مشرکینِ مکہ کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اسلام کی قوت بڑھ گئی۔ دین کے چمنستان میں بہار آ گئی۔ حق کا بول بالا ہُوا۔ فطرت مسکرائی اور آسمانِ دین وایمان پہ ایک اور نجمِ سحر نمودار ہو گیا۔

ابنِ ماجہ شریف صفحہ ۱۱۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

لما اسلم عمر نزل جبرئیل فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد استبشر اھل السماء باسلام عمر۔ کہ جب حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسلام لائے۔ تو حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نازل ہُوئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام عمرؓ کے اسلام لانے پر آسمان والوں کی طرف سے مُبارکباد ہو۔

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حریم اسلام میں داخل کرنے اور حق و اسلام کی سربلندی و عظمت کے لئے صرف رسولِ اکرم علیہ السلام پر ہی بیتاب نہیں تھے۔ بلکہ آسمانوں کے فرشتے بھی بڑے شوق سے اس کی راہ دیکھ رہے تھے!

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی جوش وخروش اور اسی غیرت وحمیت سے اسلام میں داخل ہُوئے۔ جس جوش وغیرت سے وہ پہلے دینِ حق کی مخالفت کیا کرتے تھے اسی لئے

لیئے وہ مسلمان ہونے کے بعد کفارِ مکہ کے قہر و غضب۔ سردارانِ قریش کے ظلم و ستم اور اپنی برادری کے بہادروں کی خون آشام شمشیروں سے خوفزدہ ہو کر چھپ کے نہیں بیٹھے تھے بلکہ جب نبیؐ کریم علیہ السلام نے مکان کے ایک کونے میں چھپ کر نماز پڑھنی چاہی تو اسلام کے اس مردِ مجاہد نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام چونکہ خدا بھی ایک اور سچا ہے۔ آپ بھی برحق نبی ہیں اور عمرؓ بھی مسلمان ہو چکا ہے۔ اس لیئے اب نماز حجروں میں چھپ کر پڑھنے کی بجائے کعبہ میں برسرِ عام ہو گی۔

اور پھر اس سرفروش غلام نے اپنی شمشیرِ براں کو ہوا میں لہرایا اور بلند آواز سے پکارا۔

اے مکہ کے بہادر کافرو۔ اور اے قریش کے جنگجو سورماؤ! خطاب کا بیٹا عمرؓ مسلمان ہو چکا ہے اور کعبہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہے۔ جس نے اپنی بیوی کو بیوہ کرنا ہو وہ نکل آئے جس نے اپنی زندگی کو ختم کرنا ہو وہ دیکھ لے۔

حملہ حیدری صفحہ ۲۱-۲۲ ملا بادل ایرانی۔ شیعہ مجتہد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق اس طرح لکھتا ہے۔ کہ تبلیغ اسلام اور دین کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر ابوجہل بدبخت دشمنِ اسلام اور باغیؐ اسلام کا سخت دشمن ہو گیا۔ اور ایک دن اس نے اعلان کیا۔ کہ جو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا۔ میں اسے دو کوہانوں والے ہزار اونٹ دوں گا۔ مال و دولت کے خزانے دوں گا۔ مصری ریشمی

شال۔ یمنی چادر کے علاوہ اور بھی بہت کچھ دُوں گا۔

عمرؓ چُوں شنید آں سخن گفتنش
بجنبید عرق طمع در تنش

عمرؓ نے جب ابوجہل کا یہ اعلان سُنا۔ تو طمع و حرص نے جوش مارا۔

ابوجہل سے قسم لی کہ اس بات پر قائم رہے۔

من امروز خدمت رسانم بجا
بیارم بہ پیشت سر مصطفےٰ

کہ مَیں آج یہ خدمت بجا لاتا ہُوں اور مصطفےٰ علیہ السّلام کا سر تیرے سامنے پیش کرتا ہُوں۔

ابوجہل سے قسم لے کر اور نبی کریمؑ علیہ السّلام کے قتل کے ارادہ سے عمرؓ ننگی تلوار لے کر نکلے۔ تو راستہ میں کسی نے اسے بتایا۔

کہ ہمشیرہ ات نیز با جفتِ خویش
گرفت است دینِ محمدؐ بہ پیش

کہ تیری بہن اور اس کا خاوند دونوں محمدؐ کے دین کو قبول کر چکے ہیں۔

عمرؓ یہ سُن کر اور بھی غضبناک ہوگئے۔ اور کہا کہ میں پہلے ان دونوں کو قتل کرتا ہُوں۔

در دروازہ پر پہنچے ——— تو

چُوں آمد بہ پیش درِ ایستاد   صدائے شنید و بآں گوش داشت

تو اندر سے آواز آ رہی تھی۔

شنید آنکہ می خواند مردِ نکو
کلامیکہ نشنید بُد مثلِ او

عُمرؓ نے سُنا کہ اس کا بہنوئی ایسا کلام پڑھ رہا ہے۔ جو اُس نے اس کی مثل پہلے نہیں سُنا تھا۔

پھر عمرؓ نے اپنے بہنوئی اور اپنی بہن کو مارنا شروع کیا۔ بہن نے کہا۔

بیائد دواں خواہرش نوحہ گر
بگفتش چہ خواہی زمانے عُمرؓ

بہن روتی ہُوئی آگے بڑھی اور کہا اے عمرؓ تو ہم سے کیا چاہتا ہے۔

اگر شاد گردی ز ما ور ملول
نمودیم دینِ محمدؐ قبول

اے عُمرؓ اگر تو ہم سے خوش ہو یا ناراض ہم نے تو دینِ محمدؐ قبول کر لیا ہُوا ہے۔

کنوں گر کشی سر بداریم پیش
ولے بر نگردیم از دینِ خویش

اب اگر تو ہمیں جان سے بھی مار ڈالے تو بھی ہم اپنے دینِ حق سے پھر نہیں سکتے۔

جب عُمرؓ نے ہمشیرہ سے یہ بات سُنی تو معلوم کر لیا کہ واقعی اب یہ دینِ اسلام کو نہیں چھوڑیں گے۔

بگفتش چہ دیدی تو از مصطفےٰ
کہ گشتی بہ دینش چنیں مبتلا

عمرؓ نے اپنی بہن سے کہا۔ کہ تو نے مصطفےٰ میں کیا دیکھا ہے
کہ اس نئے دین میں مبتلا ہو گئے ہو۔

بگفتا کلام خدائے جلیل
کہ آرد باو حضرتِ جبرائیل

بہن نے کہا۔ کہ ہم نے خدا کا کلام سنا ہے۔ جو اس پر جبرائیل
لاتے ہیں۔

حضرتِ عمرؓ کی اسلام و بانیٔ اسلام کے خلاف قلبی شقاوت
و عداوت اطاعت و محبت میں تبدیل ہو گئی۔ اور فرمایا:-

عمر گفت زاں قول معجز اساس
اگر یاد داری بخواں بے ہراس

کہ اگر ایسا معجزانہ کلام تجھے یاد ہے۔ تو بے خوف و خطر پڑھو۔

بر او خواہرش آیۂ چند خواند
عمر گوش چوں کرد حیراں بماند

بہن نے قرآنِ پاک کی چند آیات پڑھیں۔ تو حضرتِ عمرؓ
سُن کر حیران رہ گئے۔

ازاں پس بگشتند باہم رواں
بنزدِ رسولِ خدائے جہاں

پھر تمام مل کر محبوبِ خدا علیہ السلام کی طرف روانہ
ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ نے عمرؓ کو اس حالت میں آتے دیکھا۔ تو

حیران ہوئے اور نبیؐ کریم علیہ السّلام کو بتایا۔
چنیں گفت پس عمؓ خیر البشر
کہ غم نیست برفے کشائیدہ در
حضور علیہ السّلام کے چچا حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور کوئی غم نہ کرو۔
اگر از راہِ صدق آمدہ مرحبا
دگر باشد او را بخاطر دغا
بہ تیغے کہ دارد حمائل عمر
تنش را سبکسار سازم زسر
کہ اگر عمرؓ نیک ارادہ سے آیا ہے تو مبارک و مرحبا اور اگر اس کے دل میں کوئی دھوکا دفریب اور بدنیتی ہے تو پھر میں اسی کی تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ اندر گئے۔ تو نبیؐ کریم علیہ السّلام نے اسے عزّت سے بٹھایا اور بغلگیر ہوئے۔
تمام صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ دین کو تقویت ملی۔ کملی والا خوش ہوا۔ فرشتوں نے مبارکباد دی۔
اصحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اب نماز کعبہ میں ادا کرنی چاہیئے۔ حضور علیہ السّلام نے منظور فرما لیا۔
بسوئے حرم آشکارا روند
نماز جماعت بجا آورند
ناسخ التواریخ صفحہ — شیعہ حضرات کی معتبر اور مستند تاریخ

کی کتاب کا مصنف حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے متعلق یُوں لکھتا ہے :-

عرض کرد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از بہر آں آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم و کلمۂ توحید بہ زبان رانم۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از اسلام عمرؓ چناں شاد شد کہ بیانگ بلند تکبیر گفت و تکبیر آں حضرت را اصحاب شنیدند و ہمہ بہ یک بار تکبیر گفتند و با ستقبال عمرؓ بیروں آمدند۔ و آنگاہ عمرؓ گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافراں لات و عزّیٰ را آشکارا پرستش میکنند چرا باید خدائے را پنہانی پرستش کرد۔ پس آہنگ کعبہ کردند۔ کہ حضرتِ عمرؓ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ علیہ السلام میں مذہبِ اسلام قبول کرنے اور کلمۂ توحید پڑھنے کے لئے آیا ہُوں۔ نبیؐ کریم علیہ السلام حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے اتنے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر کہی اور سارے صحابہ کرامؓ حضرتِ عمرؓ کے استقبال کے لئے باہر نکل آئے۔ پھر اسی وقت حضرتِ عمرؓ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول کافر تو لات و عزّیٰ کی پُوجا کھل کر ظاہر کریں اور ہم اپنے خُدائے برحق کی عبادت چھُپ کر کیوں کریں۔ پس پھر تمام صحابہؓ کرامؓ اپنے نبیؐ پاک کی قیادت میں کعبہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

اور اس شان سے چلے ——— کہ

عمرؓ از جانب پیغمبر و ابوبکرؓ از طرف دیگر و علی علیہ السلام از پیش و اصحاب اندر دنبال رواں شدند و عمرؓ با شمشیر خویش

از پیش جملہ ہمی رفت وازاں سوئے کفار قریشیاں چناں می پنداشتند کہ عمرؓ رسولِ خدا را آسیب خواہد رسانید۔ ناگاہ دیدند کہ پیش رسولِ خدا با شمشیر حمائل کردہ می آمد۔ گفتند ہاں عمر بر چہ گونہ۔ گفت یا رسولِ خدا ایمان آوردم واگر کسے از شما بنا لائقی جنبش کند با ہمیں تیغش کیفر کنم و ایں شعر گفت۔

مَالِی اَرَاکُمْ کُلُّکُمْ قِیَامًا ۔ اَلْکَہْلُ وَالشُّبَّانُ وَالْغُلَامَا
قَدْ بَعَثَ اللّٰہُ لَنَا اِمَامًا ۔ مُحَمَّدٌ اَقَدْ شَرَعَ الْاِسْلَامَا
حَقًّا وَّقَدْ یَکْسِرُ الْاَصْنَامَا ۔ نَدُّبٌ عَنْہُ الْخَالُ وَالْاَعْمَامَا

کہ عمرؓ نبیٔ کریم علیہ السّلام کے ایک طرف ابو بکرؓ دوسری جانب علی علیہ السّلام آگے آگے اور دوسرے اصحابہ کرام پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور حضرتِ عمرؓ اپنی شمشیر گردن پہ لٹکائے ہوئے رسولِ خدا علیہ السّلام کی اردل میں چلے آ رہے ہیں۔ کفارِ مکّہ نے دیکھا تو بولے۔ اے عمرؓ تیری یہ کیا حالت ہے؟

عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ میں رسولِ خدا علیہ السّلام پر ایمان لے آیا ہوں۔

اگر تم میں سے کوئی بھی اپنی حماقت و نا لائقی کی وجہ سے ناجائز حرکت کرے گا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

اور پھر حضرتِ عمرؓ نے یہ اشعار پڑھے:۔

کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں یہاں کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔
بوڑھوں۔ جوانوں اور بچوں کو بھی۔ اللہ کہ تم نے ہمارے لئے ایک امام مبعوث فرمایا ہے جس کا نام نامی اسم گرامی محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

ہے۔ جس نے سچا دین ہمارے لئے جاری کیا۔ اور وہ بتوں کو توڑ دیں گے اور ہم ان سے اپنے ماموؤں اور چچاؤں کو دور ہٹا دیں گے۔

پس کافران از عجز در خشم شدند و آہنگ کردند و عمر نیز بہ پشتوانی علی علیہ السلام با ایشان درآویختہ آں جماعت را از کعبہ بکنار کرد و رسول خدا دو رکعت نماز بگذاشت۔

پس کافر غصے میں آ گئے اور غضبناک ہو گئے اور انہوں نے حضرتِ عمر رضؓ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ لیکن عمر رضؓ نے حضرت علی علیہ السلام کی مدد سے انہیں کعبہ سے دور ہٹا دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابو جہل کے گھر تنہا گئے۔ اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

شیعہ حضرات کے پہلے دَور کے منصف مزاج مجتہدین مفسّرین اور مورّخین کے ان روشن حقائق کے بعد بھی اگر موجودہ دَور کے بے ادب۔ گستاخ۔ متعصّب اور تبرائی شیعہ گروہ کی آنکھوں سے صحابۂ کرام رضؓ کے خلاف بغض و عناد کی پٹی اگر نہیں کھلتی اور انہیں اگر ان رُشد و ہدایت کے ستاروں کی چمک دکھائی نہیں دیتی۔ تو اسے بدبختی و بدقسمتی کے ساتھ ساتھ ضلالت و گمراہی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

شیعہ مورّخ کیسے اچھے اور واشگاف الفاظ میں حضرت عمر رضؓ کے ایمان لانے کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ

... رسولِ خدا علیہ السلام نے خوشی منائی۔

- بلند آواز سے تکبیر کہی۔
- نماز کعبہ میں اعلانیہ پڑھی گئی۔
- کفارِ مکہ نے عمرؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو حضرتِ علیؓ ان کی مدد کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔
- ابو جہل کے گھر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔
- دوسرے صحابۂ کرامؓ حضور علیہ السلام کے مرید تھے۔

مگر حضرتِ عمرؓ رسولِ خدا کی مراد تھے۔ اس لئے کہ مراد مانگ کر حاصل کی جاتی ہے۔ اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرتِ عمرؓ کو خدا تعالیٰ سے مانگ کر حاصل کیا تھا۔

ہجرت کا حکم ملتے ہی سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اپنے محبوب حقیقی کی حفاظت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کی حسین وادی سے آدھی رات کے وقت چھپ کر نکل گئے اور پھر آہستہ آہستہ دوسرے مسلمان بھی مشرکین مکہ کے خوف سے چوری نکلنے گئے لیکن جب حضرت عمرؓ نے مکہ کی مقدس گلیوں کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو چھپ کر اور چوری نہیں کی۔ بلکہ علی الاعلان مکہ سے نکلے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آفرین ہے خطاب کے بیٹے عمر پر کہ اس شان سے ہجرت کی کہ قریش کے بڑے بڑے سورمے دم بخود ہو کر رہ گئے۔

تلوار گلے میں لٹکائی۔ کمان کندھے پر رکھی۔ تیروں کو ہاتھوں

میں سنبھالا اور ایک نیزہ کمر سے باندھا اور سیدھے کعبہ کی طرف بڑی شانِ بے نیازی سے چل پڑے!

کعبہ اس وقت قریش سے بھرا پڑا تھا۔ پہلے انہوں نے بڑی شان و شوکت سے کعبہ کے گرد سات چکر لگائے پھر بڑے ہی سکون و اطمینان سے نماز پڑھی اور پھر قریش کی ایک ایک ٹولی کے پاس گئے۔ اور بلند آواز سے للکار کر کہا اے قریشی سردارو! خطاب کا بیٹا آج اپنے وطن کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اگر تم میں ہمت ہے۔ تو روک لو۔ عمرؓ مکہ مکرمہ کی مقدس گلیوں اور کعبہ کے حسین نظاروں کو چھوڑ کر مدینہ جا رہا ہے۔ اگر اپنی بیویوں کو بیوہ اور اپنے بچوں کو یتیم کرنا چاہتے ہو۔ تو میدان میں نکل آؤ۔

لیکن اس مردِ مومن کو جواب دینے کی کسی کو بھی جرأت نہ ہوئی اور وہ اسلام کا سرفروش مجاہد تلوار ہوا میں لہراتا للکارتا اور ہجر و فراق کے اشعار پڑھتا ہوا مکہ کی بستی سے نکل گیا۔ ریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۸۔ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۶۱۔

یہ ہے اس مومنِ کامل کی قوتِ ایمانی اس مجاہدِ اسلام کا جاہ و جلال۔ اس دین کے ستون کی شان و عظمت اور اس خلیفۂ دوم کے زرخ کردار کی مقدس و بے داغ تصویر جو شیعہ حضرات کی اندھی آنکھوں کو نظر نہیں آتی۔

اور نظر آئے بھی کیونکر۔ دوپہر کے وقت بھی سورج کی روشنی چمگادڑ کو نظر نہیں آتی۔ حالانکہ اس کی آنکھیں ہوتی ہیں!

ریاض النظرہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۷ - عن ابن عباس قال لما اسلم عمر قال المشرکون انتصف القوم منا -

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ جب اسلام لائے ، تو مشرکینِ مکہ نے اس کا ان الفاظ میں افسوس کیا - کہ آج ہماری آدھی قوم ہم سے علیحدہ ہو ہوگئی ہے -

اس معتبر روایت سے حضرتِ عمرؓ کی شخصیت نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ وہ کس بلند شان و عظمت کے مالک تھے - کہ قریشِ مکہ ان کے وجود کو اپنی پوری قوم کا نصف جانتے تھے - اس لحاظ سے اُن کی تعداد ہزاروں تھی یا لاکھوں حضرتِ عمرؓ ان کی مجموعی تعداد کے نصف تھے -

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآنِ پاک اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ

اسلام اور کفر کی پہلی جنگ ۔ توحید اور شرک کا پہلا تصادم ۔ حق اور باطل کی پہلی لڑائی اور نیکی و بدی کا پہلا مقابلہ میدانِ بدر میں ہُوا ۔ جس میں نصرتِ خداوندی فرشتوں کی فوج کی صُورت میں نازل ہُوئی اور مٹھی بھر مسلمانوں کو کفّارِ مکّہ کے ایک عظیم لشکر کے مقابلہ میں فتح نصیب ہُوئی ۔ جس سے نہ صرف فرزندانِ توحیدؐ اسلام کی سارے عرب میں دھاک بیٹھ گئی ۔ بلکہ اس فتح نے دُنیا کی تاریخ کو بھی ایک نئے راستہ پر ڈال دیا ۔

اس جنگ میں دشمنوں کے ستر آدمی گرفتار کئے گئے جن میں اکثر قریش کے بڑے بڑے سردار بھی تھے ۔ خصُوصًا حضرتِ عباسؓ اور حضرت عقیلؓ بن ابی طالب ۔ ان قیدیوں کے متعلق سب سے زیادہ غضبناک رویّہ حضرت عمرؓ کا تھا ۔ وہ ان سب کو قتل کر دینا چاہتے تھے ! قیدیوں کو چونکہ کسی نہ کسی صُورت میں اپنی جانیں بچانی تھیں ۔ اور وہ جانتے تھے کہ حضرتِ ابوبکر صدیقؓ رحمدل اور رقیق القلب ہیں ۔ اس لئے وہ ان کے پاس گئے ۔ اور کہا کہ ہمیں بچایا جائے ۔ حضرتِ ابوبکرؓ نے امام الانبیا علیہ السّلام سے عرض کی یارسول اللہ علیہ السّلام ان کو احسان کے طور پر رہا کر

کر دیا جائے۔ نہیں تو ان سے حسب استطاعت فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اس سے مسلمانوں کو مالی فائدہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ اور آپ کی شانِ رحمت کا سورج اور بھی چمک اٹھے گا۔

تفسیر کبیر جلد ۴۔ صفحہ ۳۸۷۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیرانِ بدر کے بارے میں اپنے غلاموں سے مشورہ کیا حضرت ابو بکرؓ نے یہ عرض کی۔ یا رسول اللہ علیہ السلام یہ آپ کی قوم اور برادری کے لوگ ہیں۔ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اگر یہ ایمان نہیں لائے تو خیر، شاید ان کی اولادیں راہِ راست پر آ جائیں۔

حضرت عمرؓ جوش و غضب میں کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ لوگ آپ کی قوم اور برادری کے ہیں۔ لیکن دین۔ مذہب۔ اسلام اور حق کے مقابلے میں قوم۔ قبیلہ برادری اور بہن بھائی کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ کَذَّبُوْكَ وَ اَخْرَجُوْكَ فَقَدِّمْهُمْ وَاَضْرِبْ اَعْنَاقَهُمْ۔ کہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور مکہ مکرمہ سے نکالا۔ اٹھو اور ان کی گردنیں اڑا دو۔ عقیل کو علیؓ کے حوالے کرو۔ اور عباس کو حمزہ کے سپرد کرو۔ اور میرا فلاں رشتہ دار میرے ذمہ کر دو۔ تاکہ بھائی بھائی کو قتل کرے، باپ بیٹے کو مارے اور بیٹا باپ کو ہلاک کرے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ مَثَلَكَ یَا اَبَابَكْرٍ مَثَلُ اِبْرَاهِیْمَ۔ کہ اے ابو بکرؓ تیری مثال تو حضرتِ ابراہیمؑ کی طرح ہے۔ جنہوں نے یہ فرمایا تھا۔ کہ جس نے میری اطاعت کی وہ

اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس کے لئے اے اللہ تو غفور
[illegible]را ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس کے لئے اے اللہ تو غفور
[illegible]حیم ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ جنہوں نے فرمایا
[illegible]تھا۔ کہ اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے گا۔ تو یہ تیرے ہی بندے
[illegible]یں اور اگر بخش دے گا۔ تو تو عزیز و حکیم ہے۔ وَمِثْلُكَ يَا عُمَرُ
[illegible]مثل نُوحٍ۔ اور اے عمرؓ تیری مثال تو حضرت نوح علیہ السلام
[illegible]کی طرح ہے۔ جنہوں نے فرمایا تھا۔ کہ یا اللہ زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ
[illegible]دے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جنہوں نے فرمایا تھا۔
[illegible]لو لو اقتل ذدۃ خاسئین۔

آخر کار رحمتِ دو عالم علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے
کو پسند فرماتے ہوئے ان سے فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ لیکن اس کے
بعد فوراً یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
کے فیصلے کی کھلی طور پر تائید کی گئی ہے:۔

پارہ ۱۰۔ سورۃ انفال۔ سورۃ ۶۷-۶۸:۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ
تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ نہیں ہے شایاں نبیؐ کو کہ ہوں اس کے پاس جنگی
قیدی اس وقت تک کہ وہ غلبہ حاصل کر لے ملک میں۔ تم چاہتے ہو
مال دنیا کا اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ ہے بڑا زبردست
حکمت والا۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ۝ اگر نہ ہوتا مقدر حکم اللہ کا پہلے سے تو ضرور پہنچتا تمہیں

اس بارے میں جو لیا تم نے (فدیہ) عذاب بڑا۔

مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ابی ابن سلول منافقین مدینہ کا سردار تھا۔ جس کی در پردہ اسلام دشمنیوں اور دین حق کے مخالف سازشوں کی بنا پر اس کا نفاق ظاہر ہو چکا تھا۔ اس کے مرنے پر اس کا بیٹا عبداللہ جو صحیح معنوں میں مسلمان اور اسلام کا پیروکار تھا۔ نبیؐ کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ مر گیا ہے۔ اس کا جنازہ آپ پڑھائیں۔ اگر آپ نے جنازہ نہ پڑھایا۔ تو پھر کوئی مسلمان بھی نہ پڑھائے گا!

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حامی بھر لی۔ اور جب جنازہ پڑھانے کے لئے اٹھے۔ فَقَامَ عُمَرُ فَحَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ۔ حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے۔ اور رسول اکرم علیہ السلام اور قبلہ کے درمیان حائل ہو کر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فرمان خدا یاد دلایا جو منافقین کے کہنے پر نبیؐ کریم علیہ السلام نے ان کے بخشش کی دعا فرمائی تھی۔ تو ارشاد ہوا تھا:-

پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ۔ آیت ۸۰ :- اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۠ کہ اے میرے محبوب علیہ السلام ان منافقین کے لئے آپ بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں اور اگر آپ ستر بار بھی دعا کریں گے تو میں ان کو معاف نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ اللہ اور اس کے

رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ تعالے فاسقین کو ہدایت نہیں
دیتا۔ اس کے جواب میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تھا کہ میں اکہتر بار دُعا کر دُوں گا۔
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما خیرنی اللہ۔
مجھے خدا تعالے نے کلی اختیار دے دیا ہُوا ہے۔ فقام عمر فاخذ
بثوب رسول اللہ۔ حضرت عمرؓ اُٹھے اور نبیٔ کریم علیہ السّلام
کا دامن پکڑ کر کہا۔
حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مقصد یہ تھا۔ کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام
اس اسلام کے دشمن اور دین کے باغی کا جنازہ نہ پڑھائیں۔
تفسیر کبیر جلد ۴۔ صفحہ ۴۸۴۔ مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۶۔
جبریل علیہ السّلام فوراً یہ آیتِ پاک لے کر نازل ہُوئے۔ ولا تصل
علیٰ احد منھم مات ابداً ولا تقم علیٰ قبرہٖ۔ کہ اے
میرے محبُوب پاک علیہ السّلام ان منافقین کے مرنے پر ان کی نماز
جنازہ نہ پڑھاؤ اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوؤ۔
یہ آیتِ قرآن بھی حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید
میں نازل ہُوئی۔
اس سے پہلے جب ابنِ سلول بیمار ہُوا تھا۔ تو اس نے نبیٔ
کریم علیہ السّلام کو بُلا کر کہا تھا۔ ان یصلی علیہ اذا مات۔
ویقوم علیٰ قبرہٖ۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ بھی پڑھانا
اور میری قبر پر بھی کھڑے ہوتا جسے رحمتِ کائنات علیہ السّلام
نے اپنی شانِ رحمت کے پیشِ نظر منظور فرما لیا تھا۔

اُس نے کفن کے لئے نبیؐ کریم علیہ السّلام کے بدنِ مبارک سے لگی ہوئی قمیض بھی طلب کی تھی۔ جو رسولِ اکرم علیہ السّلام نے عطا کر دی تھی۔ تو حضرتِ عمرؓ نے عرض کی تھی۔ لم تعطی قمیصا الرجس النجس۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم آپ نے اپنی قمیض مبارک اس منافق کو کیوں دی ہے۔ تو سیّدالمرسلین علیہ السّلام نے فرمایا تھا۔ کہ لعل اللہ ان یدخل بہ الفا فی الاسلام۔ کہ میری یہ قمیض اس منافق کو تو کوئی فائدہ نہیں دے گی لیکن مجھے اُمید ہے کہ میری اس قمیض کی برکت سے ایک ہزار کافر مسلمان ہو جائیں گے!

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ منافق ہے اور اسلام کا دشمن ہے اپنی قمیض کیوں عطا کی تھی؟

تو اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ ان العباس عم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم لما اخذ اسیراً ببدر ولم یجد والہ قمیصا وکان رجلا طویلا مکساہ عبد اللہ قمیصہ۔

کہ حضرتِ عباس نبی کریم علیہ السّلام کے چچا جب جنگِ بدر میں قیدی بن کر آئے تو ان کے بدن پر قمیض نہیں تھی۔ تو اس عبداللہ ابن سلول نے اپنی قمیض دے دی تھی۔ امام الانبیا علیہ السّلام نے اس کا بدلہ دیا۔

۲۔ ان ابنہ عبد اللہ بن ابی کان من الصالحین
وان الرسول اکرمہ۔ کہ ابن ابی کا بیٹا عبداللہ نیک
اور صالح مسلمان تھا جس کی نبیؐ کریم علیہ السلام بڑی عزت
کیا کرتے تھے۔اور قمیض لینے وہی آیا تھا۔
۳۔ خداوندِ کریم نے بتا دیا تھا۔ کہ آپ کی قمیض کی برکت سے
ایک ہزار منافقین خلوص سے اسلام میں داخل ہوں گے۔
۴۔ رسول اکرم علیہ السلام کی شانِ رحمت ہر شئے پر غالب تھی۔
اور وہ کسی کو محروم رکھنا نہیں چاہتے تھے۔
۵۔ خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو حکم فرما دیا ہوا
تھا۔ واما السائل فلا تنھر۔ کہ کسی سوالی کو اپنے
دروازہ سے خالی نہ رکھنا اور نہ جھڑکنا۔
ابن سلال منافق کا بیٹا بھی رحمتِ دو عالم علیہ السلام اور
شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر سوالی بن کے آیا تھا۔
بہرحال ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا ولا تقم
علیٰ قبرہ۔ حضرت عمرؓ کی تائید میں نازل ہوئی۔
حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ یا رسول اللہ علیہ السلام
ازواجِ مطہرات سے پردہ کرائیے۔ لیکن آپ نظر انداز کر دیتے!
ایک دن اُم المومنین حضرتِ سودہؓ جو طویل القامت
تھیں قضائے حاجت کے لیئے باہر نکلیں۔ تو حضرتِ عمرؓ نے ان
کو دیکھ کر فرمایا۔ سودہؓ میں نے آپ کو دیکھ لیا ہے۔ مطلب یہ تھا
کہ اللہ کی طرف سے پردہ کا حکم نازل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

اور خدا تعالےٰ نے حضرت عمرؓ کی تائید فرماتے ہوئے ان کی خواہش کے مطابق آیات حجاب نازل فرما دیں۔

پارہ ۲۲۔ سورۃ احزاب۔ آیت ۳۰ تا ۳۲

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ۝

اے ازواج نبیؐ جو کرے گی تم میں سے بے حیائی کھلی دیا جائے گا اُسے عذاب دُگنا اور ہے یہ بات اللہ پر آسان ہے۔

وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِھَآ اَجْرَھَا مَرَّتَیْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَھَا رِزْقًا کَرِیْمًا ۝

اور جو فرمانبرداری کرے تم میں سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اور عمل کرے نیک تو ہم دیں گے اُسے اُس کا اجر دُگنا اور ہم نے تیار کر رکھی ہے اس کے لئے روزی عزت کی۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ اے ازواج نبیؐ تم نہیں ہو کسی اور عورت کی طرح اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو نہ کرو (نامحرم سے) دبی بات کہ توقع کرنے لگے وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے اور تم کہو بات معقول۔

پھر ارشاد ہوتا ہے :۔

پارہ ۲۲ سورۃ احزاب آیت ۵۹ :۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ؕ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَکَانَ

اللہ غفورًا رّحیمًا ہ اے نبیؐ! کہہ دیجئے اپنی بیبیوں اور بیٹیوں
اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ لٹکا لیا کریں اپنے اوپر سے کچھ اپنی
چادریں یہ بات، زیادہ قریب ہے اس سے کہ وہ پہچانی جائیں پس
نہیں ایذا نہ پہنچائی جائے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم والا ہے۔
ریاض النظرہ جلد ا صفحہ ۲۶۷۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۸۷۔ اہلِ مکہ
نبیذ پینے کے عادی تھے۔ حضرتِ عمرؓ بھی عہدِ جاہلیت میں پیتے
تھے۔ مدینہ منوّرہ جانے کے بعد بھی مسلمان نبیذ کا استعمال کرتے
رہے!

حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ یہ چیز تمام برائیوں کی جڑ ہے اگر
یہ کسی طرح حرام ہو جائے تو کوئی لڑائی و جھگڑا اور کوئی برائی و
فساد نہیں ہوگا۔ اُنہوں نے نبیؐ اکرم علیہ السلام سے پوچھا۔ اور پھر
اس مردِ حق پرست نے بارگاہِ ربّ العزت میں خود ہی عرض کی
یا اللہ مسلمانوں کو شراب کے بارے میں کوئی حکم فرمادو۔
چنانچہ یہ آیت پاک نازل ہوئی:۔

پارہ ۲۔ سورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر ۲۱۹:۔
یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ
كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَیَسْـَٔلُوْنَكَ
مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ہ لوگ پوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق
کہہ دیجئے اُن میں گناہ ہے بڑا اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لئے اور
اُن کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے نفع سے اور پوچھتے ہیں آپ سے کہ کیا خرچ

کریں راہِ خدا میں، کہہ دیجئے کہ جو زائد ہو ایسے ہی کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم غور کرو۔

چونکہ اس آیت میں شراب کی کُلّی طور پر ممانعت نہیں فرمائی گئی تھی اس لئے بعض مسلمان رات کو پی لیتے تھے اور جب وہ نماز پڑھتے تو انہیں کچھ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہم کیا پڑھ رہے ہیں۔

اس مردِ حق شناس نے پھر عرض کی اے اللہ ہمیں شراب کے متعلق کوئی ہدایت فرما۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی :۔ پارہ ۵ سُورۃ النسا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۔ اے ایمان والو نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس حال میں تم مست ہو تا وقتیکہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مگر عبور کرتے ہوئے راستہ جبتک کہ تم غسل نہ کر لو۔

اس آیت پاک میں شراب پُوری طرح حرام نہیں ہوئی تھی۔ اور مسلمان چونکہ عہدِ جاہلیت میں اس کے بہت ہی عادی تھے اس لئے انہوں نے ترک نہ کی البتہ نماز کے اوقات میں پرہیز کرنے لگے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے ایک انصاری اور ایک مہاجر کو آپس میں لڑتے دیکھا اور یہ دونوں نشے میں تھے تو پھر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی اے اللہ ہمیں شراب کے بارے میں کوئی مفصّل ہدایت فرما۔ اس پر شراب کے بارے میں آخری آیت نازل ہوئی :۔

پارہ ۷ ۔ سُورۃ المائدہ۔ آیت ۹۰ :۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ

الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اے ایمان والو! بیشک
شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ سو ان
سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔
اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ
فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ کہ شیطان تمہارے درمیان بغض و عناد شراب
اور جوئے کے ذریعہ سے پیدا کرنا چاہتا ہے اور اللہ کے ذکر سے روکنا
چاہتا ہے۔
اب مسلمانوں کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا کہ ہم تو اسلام لانے سے
پہلے پیا کرتے تھے اس جرم کا کیا بنے گا۔ تو مسلمانوں کی تسلی و اطمینان
کی خاطر پھر یہ آیت نازل ہوئی:۔
پارہ ۷ آیت المائدہ۔ سورۃ ۹۳:۔ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا
وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا
وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ نہیں ان لوگوں پر
جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک کوئی گناہ اس میں جو کھا چکے جبکہ آئندہ
پرہیز کیا اور ایمان لائے اور عمل کئے نیک پھر بچتے رہے اور ایمان
لائے پھر محترز رہے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔
حرمتِ شراب کے متعلق حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بےتابی
اور پھر بارگاہِ رب العزت میں بار بار عرض کرنا ان کی اسلام
دوستی، حق پرستی اور ان کے مومن کامل ہونے کی ایک بیّن دلیل ہونے
کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی تسلیم کرنی بھی ضروری ہو جاتی ہے

کہ اس مومنِ کامل نے شراب کی وجہ سے پیدا ہونے والی تمام دینی و اخلاقی بیماریوں کا قلع قمع کرنے کی خاطر اور گناہ و معصیت کی اس اصل جڑ کو کاٹنے کے لئے اور اُس کے مضر اثرات سے بندگانِ خدا کو محفوظ رکھنے کی غرض سے جو نیاز مندانہ قدم اُٹھایا وہ نہ صرف یہ کہ عالمِ اسلام ہی کے لئے باعثِ رحمت ہے بلکہ پوری نسلِ انسانی پر بھی ایک احسانِ عظیم ہے۔

پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۰ :- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ط اے میرے محبوب پاک علیہ السلام کیا تو نے دیکھا نہیں ہے ان لوگوں کو جو گمان اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں جو اُترا تیری طرف جو تجھ سے پہلے اور چاہتے ہیں کہ قضیہ یا مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے شیطان کی طرف لے جاویں۔

قرآن پاک کی یہ آیتِ پاک بھی حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت اور اُن کی تائید میں نازل ہوئی۔ بلکہ یہ وہی آیت ہے۔ جس نے اس مردِ حق پرست کو فاروقِ اعظم کا خطاب بخش کر اُن کے دین و ایمان پر مہر ثبت کر دی۔

تفسیر خازن صفحہ ۳۹۷۔ تفسیر کبیر جلد ۳۔ صفحہ ۲۴۸ :-

بشر نامی ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کسی بات میں جھگڑا ہو گیا۔ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ نَنْطَلِقُ اِلٰى مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ الْمُنَافِقُ بَلْ نَنْطَلِقُ اِلٰى كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ۔

فیصلہ کرنے کے لئے اس یہودی نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلتے ہیں۔ وہ اگرچہ رسولِ اکرم علیہ السلام کو نبی تو نہیں مانتا تھا۔ لیکن یہ جانتا تھا کہ محمد علیہ السلام جو فیصلہ کرتا ہے۔ وہ صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا ہر فیصلہ خدا کا فیصلہ ہوتا ہے!

لیکن اس منافق نے کہا کہ نہیں بلکہ کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں یہ بھی منافقوں کے گروہ کا سردار تھا اور قرآن نے اسے ہی طاغوت جیسے بُرے لفظ سے پکارا ہے۔

.. یہودی نے جب اصرار کیا۔ تو وُہ منافق بھی مان گیا اور دونوں نبیؐ اکرم علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حاکم دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے بیان سُننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ جب عدالت مصطفٰے علیہ السلام سے فیصلہ سُن کر باہر نکلے تو منافق نے کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں ہے۔

اس یہودی نے کہا۔ نطلق بنا الی عمر۔ کہ چلو عمرؓ کے پاس چلتے ہیں!

پھر دونوں اس مرکزِ عدل وانصاف کے پاس گئے۔

یہودی نے کہا کہ اس سے پہلے محمدؐ علیہ السلام نے فیصلہ میرے حق میں کر دیا ہے لیکن یہ ان کے فیصلہ کو نہیں مانتا۔ آپ نے پوچھا کیا یہ ٹھیک ہے؟

اس نے کہا ہاں!

حضرتِ عُمرؓ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو۔ میں اندر سے ہو آؤں!
فَدَخَلَ عُمَرُ الْبَیْتَ وَاَخَذَ السَّیْفَ۔ پس حضرتِ
عُمرؓ گھر گئے اور تلوار پکڑی اور باہر آکر اس منافق کو قتل کر
دیا اور فرمایا ھٰکَذَا اَقْضِیْ بَیْنَ مَنْ لَّمْ یَرْضَ لِقَضَاءِ
اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ کہ جو خدا و رسول کے فیصلہ کو نہیں مانتا۔
عُمر اس کا فیصلہ تلوار سے کیا کرتا ہے۔

پس مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ وَقَالَ جِبْرِیْلُ اِنَّ
عُمَرَ فَرَّقَ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَسُمِّیَ الْفَارُوْقَ۔

اور حضرتِ جبریل علیہ السّلام نے کہا۔ تحقیق عُمرؓ نے حق اور
باطل کے درمیان فرق کر دیا۔ پس اسی دن سے حضرتِ عمر رضی اللہ
تعالےٰ عنہٗ کا خطاب لقب فارُوق ہو گیا۔

قُرآنِ پاک کی ان آیات کی روشنی میں یہ حقیقت روزِ روشن
کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام میں حضرتِ عُمر فارُوق رضی
اللہ تعالےٰ عنہٗ کا وجُودِ مقدّس اسلام کی شان و عظمت بڑھانے،
دین و شریعت کی بنیادوں کو مضبوط بنانے۔ نیکی و شرافت کی
روشنی پھیلانے اور حق و باطل کے درمیان فرق پیدا کرنے کے
لئے ایک ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور انہیں وجُوہات کی
بنا پر وہ بارگاہِ نبوّت و رسالت میں بھی معزّز و محترم تھے اور
حریمِ قُدرت و فطرت میں بھی مقبُول و منظور تھے۔

نہ شہنشاہِ دو عالم نے ہی ان کی کوئی آرزُو ٹھکرائی اور نہ
ہی ربِّ دو جہاں نے ان کی کسی رائے کو پامال کیا۔

نبوّت ہر معاملہ میں ان سے مشورہ طلب کرتی رہی اور قدرت کی طرف سے ہر مقام پر ان کی رائے کی تائید میں قرآن نازل ہوتا رہا۔ ان کا کیا ہوا کوئی فیصلہ نہ ہی نبیؐ اکرم علیہ السّلام نے کبھی نامنظور کیا اور نہ ہی خداوند تعالیٰ نے کبھی رد کیا۔

جو انہوں نے کہہ دیا۔ وہ فرش پر بھی ہو گیا۔ اور عرش پر بھی۔
مگر افسوس ہے شیعہ حضرات کے بغض و عناد پر کہ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں جانتے اور سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی کچھ نہیں سمجھتے۔ نہیں تو نہ سہی ——— اس لئے کہ

فاروقِ اعظم کی شان و عظمت کسی کے ماننے یا نہ ماننے کی محتاج نہیں ہے۔ ان کے مراتب و مدارج کوئی دُنیا کا بدقسمت تسلیم کرے یا نہ کرے ان کے وقار و مقام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور اُن کی شان میں اگر کوئی بے ادبی یا گستاخی کرتا ہے تو یہ اس کے اپنے دین و ایمان کی کھیتی کی بربادی کی دلیل ہے۔ ان کی عزّت و آبرو اور ان کے کمال و احترام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ وہ پھر بھی فاروقِ اعظم ہی رہیں گے۔

یہ فریب خوردہ حضرات تو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ بھلا جس مومنِ کامل کی تمناؤں کو نہ رسول اکرم علیہ السّلام ہی پامال کریں۔ اور نہ خدا تعالیٰ ہی اس کے کئے ہوئے فیصلوں کو رد کرے۔ اور زبانِ نبوّت جس کی مدح سرائی فرمائے اور لسانِ قدرت جس کی رائے کے مطابق کلام کرے۔ تو پھر کوئی ایسے مردِ حق پرست کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ - ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے وافقت ربي في ثلاث في مقام ابراهيم وفي الحجاب وفي اسارى بدر - کہ تین مقامات پر میری اور خدا تعالیٰ کی منشاء میں موافقت ہوئی - مقامِ ابراہیم کے بارے میں ! ازواجِ مطہرات کے پردہ کے متعلق اور جنگِ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں -

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۰ - حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ دوسرے انسانوں پر حضرت عمرؓ چار فضیلتوں سے افضل ہیں - اس لئے کہ ان کی اور اللہ تعالیٰ کی رائے ایک ہوگئی - اسیرانِ بدر کے متعلق - ازواج مطہرات کے پردے کے بارے میں دعوة النبي صلى الله عليه وسلم وبرايه في ابوبكر - اور نبی کریم علیہ السلام لانے کے لئے دعا کرتے ہیں اور حضرتِ ابوبکرؓ کو خلیفۂ اوّل منتخب کرنے کے سلسلہ میں -
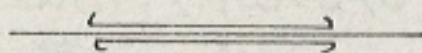
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث نبوی اور فاروق اعظمؓ

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۰ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۵۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۰۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے سنا آپ فرمایا بینا انا نائم رایتنی علی قلیب علیہا دلو۔ کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جو پتھروں اور اینٹوں سے تیار کیا ہوا تھا اور اس کنوئیں پر ایک ڈول تھا۔ میں نے اس کنوئیں سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا پھر وہ ڈول حضرت ابوبکرؓ نے پکڑ لیا۔ اور ایک دو ڈول ہی نکالے کہ کمزور ہو گئے واللہ یغفر لہ ضعفہ۔ اللہ ابوبکرؓ کی اس کمزوری کو معاف کرے۔ نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمانا اس لئے نہیں تھا کہ وہ کمزوری حضرت ابوبکرؓ کا گناہ تھا بلکہ ایک عام محاورے عرف عام اور روزمرہ کی آپس کی کلام کے طور پر تھا جیسے کوئی یوں کہے کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے اللہ اس پر رحم کرے۔

ثم استحالت غربا فاخذھا ابن خطاب فلم ار عبقریا من الناس ینزع عمر حتی ضرب الناس بعطن۔ پھر وہ ڈول بڑا اور بھاری ہو گیا اور اسے

حضرتِ عمرؓ نے پکڑ لیا۔ پس مَیں نے آدمیوں میں سے کسی کو اتنا بہادر قوی اور با ہمت نہیں دیکھا۔ کہ حضرتِ عمرؓ ڈول پر ڈول نکالے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ لوگ اس کنوئیں پر اتنے اکٹھے ہو گئے کہ جیسے اُونٹ اور بکریاں کسی چشمے کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت اور دورِ امامت میں لوگ چشمۂ اسلام سے سیراب ہو کر اپنی دین و ایمان کی کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کریں گے! اور حضرتِ عمرؓ کے ہاتھوں غلبۂ اسلام ہو گا۔ عظمتِ دین بڑھے گی۔ اور فتوحاتِ اسلامیہ میں وسعت ہو گی۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۹۔

حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم علیہ السّلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ۔ کہ تحقیق خدا تعالےٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر بھی حق جاری کر دیا ہے۔ اور دل میں بھی حق سمو دیا ہے۔ یعنی ان کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات حق و ہدایت پر مبنی ہوتی ہے۔ اور اُن کے دل میں بھی حق و صداقت کے علاوہ بھی کوئی چیز نہیں پیدا ہوتی۔ اُبو داؤد میں حضرتِ اُبوذرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یُوں فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ وضع الحق علیٰ لسان عمر یقول بہ۔ کہ تحقیق اللہ کریم نے حق و ہدایت کو حضرتِ عمرؓ کی زبان پر رکھ دیا ہے وہ جب بھی بولتے ہیں حق ہی فرماتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ دلائل النبوۃ کے حوالہ سے حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اِنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ۔ کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ پاک سے اطمینانِ قلب کے موتی ٹپکتے ہیں۔ سکونِ دل کے دریا بہتے ہیں اور راحتِ جان کے پھول جھڑتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کی گفتگو سے اطمینانِ قلب اور سکونِ دل حاصل ہوتا ہے۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۰۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۵۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ معراج کی رات کو میں جنّت میں داخل ہوا۔ میں نے وہاں ایک خوبصورت محل کے صحن میں ایک عورت دیکھی۔ میں نے پوچھا۔ یہ محل کس کا ہے۔ کہا گیا بعمر بن الخطاب کہ حضرتِ عمر رضی کے لئے ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤں۔ مگر اے عمر رضی تیری غیرت یاد آگئی۔ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعَلَیْکَ اَغَارُ۔ پس حضرتِ عمر رضی نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا میں نے آپ پر غیرت کھانی تھی۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۸۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۹۔ حضرتِ عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ معظّم علیہ السّلام نے فرمایا۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ کہ اگر بفرضِ محال میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا۔ تو حضرتِ عمر رضی ہوتا۔ یہاں یہ خیال رہے کہ کسی کی شان وعظمت اور تعریف و مدح کو مبالغہ کے طور پر بیان کرتے وقت امرِ محال کی نسبت بھی جائز ہے۔

نبیؐ کریم علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا آنا محال عقلی و عادی ہے۔ لیکن آپ نے چونکہ حضرت عمرؓ کی شان و تعریف کو مبالغہ کے طور پر بیان فرمایا ہے اس لئے اس امر محال کا ذکر فرما دیا ہے۔

اس حدیثِ پاک سے پُوری طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک نبی میں ہوتی ہیں اور وہ جوہرِ رسالت جو کسی رسول میں ہوتا ہے حضرت فارُوقِ اعظمؓ اس جوہر سے بیگانہ نہیں تھے۔

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۱ - مسلم شریف جلد ۲ صفحہ

حضرتِ ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ پہلی اُمتوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مُلہم اور محدث ہوتے تھے۔ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَر - پس میری اُمت میں اگر کوئی ایسا شخص ہے تو وُہ حضرت عمرؓ ہے۔ محدث و ملہم کی زبان پر فرشتے بولتے ہیں یعنی اس شخص کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ کہ فرشتے اس سے جو کچھ کہتے ہیں وہ دُوہی دُوسرے انسانوں کو کہہ دیتا ہے۔

ثابت ہُوا کہ حضرتِ عمرؓ الہاماتِ الٰہی سے بھی سرفراز تھے۔

حدیثِ پاک میں جو اِنْ یَّکُ کا لفظ آیا ہے کہ اگر کوئی ہے۔ یہ صرف انتہائے وثوق کے لئے ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کو کہے کہ اگر دُنیا میں میرا کوئی یار ہے تو تُو ہے تو اس کلمہ سے اس کی دوستی و یاری کے پکے ہونے کی دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ تُو واقعی میرا صحیح معنوں میں یار ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی واقعی اور صحیح معنوں میں محدث و ملہم تھے!

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۱ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷ ۔

حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو دیکھا عَلَیۡھِمۡ قُمُصٌ فَمِنۡھَا مَا یَبۡلُغُ الثُّدِیَّ کہ ان کے جسموں پر قمیضیں تھیں کسی کی قمیض اس کی سینے تک تھی اور کسی کی کم فَعُرِضَ عَلَیَّ عُمَرُ وَعَلَیۡہِ قَمِیۡصٌ اَجَرُّہٗ قَالُوۡا فَمَا اَوَّلۡتَہٗ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ قَالَ الدِّیۡنُ ۔ پھر حضرت عمرؓ مجھ پر پیش ہوئے یعنی میرے سامنے آئے تو ان کی قمیض زمین تک لٹکی ہوئی تھی ۔ غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس خواب کی تعبیر کیا ہے ۔ فرمایا الدین ۔ مطلب یہ کہ حضرت عمرؓ کی بدولت دین میں وسعت پیدا ہوگی اور دُور دُور تک دین کا ڈنکا بجے گا ۔

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۰ ۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶ ۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ عشرہ مبشّرین میں سے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے رسولِ معظّم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی ۔ وعندہٗ نسوۃ من قریش ۔ اس وقت نبیٔ کریم علیہ السّلام کے پاس قریش کی عورتیں بیٹھی تھیں ۔ وہ ازواجِ مطہرات تھیں یا کوئی اور ۔ اور وہ بلند آواز سے بول رہی تھیں ۔ جب حضرتِ عمرؓ اندر گئے ۔ فَقُمۡنَ فَبَادَرۡنَ الۡحِجَابَ ۔ تو وہ عورتیں جلدی سے اُٹھ کر پردے کے پیچھے ہو گئیں ۔ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُوۡلُ اللّٰہِ یَضۡحَکُ فَقَالَ اَضۡحَکَ اللّٰہُ

اللّٰہُ سِنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ حضرتِ عمرؓ اندر گئے۔ تو دیکھا کہ رسولِ خدا علیہ السّلام مُسکرا رہے ہیں۔ حضرتِ عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و خُرّم رکھے یعنی مُسکراتا رکھے۔ کیا بات ہے۔ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان عورتوں پر تعجب کر رہا ہوں کہ جونہی اُنہوں نے تیری آواز سُنی۔ دوڑ کر پردے کے پیچھے ہو گئی ہیں حضرت عمرؓ نے ان کو فرمایا:-

یَا عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِیْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ

کہ اے اپنی جانوں سے دُشمنی کرنے والی عورتو! تم نے مجھ سے تو خوف کھایا لیکن نبیٔ کریم علیہ السّلام سے تمہیں ڈر نہیں آیا۔ تو ان عورتوں نے جواب دیا۔ اے عمرؓ آپ دین کے معاملہ میں سخت ہیں اور کملی والا آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ السّلام رحمت ہی رحمت ہے۔

رسولِ خدا علیہ السّلام نے فرمایا۔ اے عمرؓ ان پر دین کے معاملات میں اور بھی سختی کرو۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا لَقِیَكَ الشَّیْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّكَ۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے اے عمرؓ تمہاری راہ پر چلنے والے کو کبھی شیطان بہکا نہیں سکتا۔ جس نے تمہاری راہ چھوڑ دی۔ اسے شیطان نے پکڑ لیا۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵ تاریخ الخلفا صفحہ ۸۹ :- اَنَّہٗ بَعَثَ جَیْشًا وَاَمَّرَ عَلَیْھِمْ رَجُلًا یُدْعٰی سَارِیَۃَ بْنَ الحُصَیْن عُمَرُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ یَخْطُبُ جَعَلَ یَصِیْحُ - یُنَادِیْ فِیْ خُطْبَۃٍ وَھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَاسَارِیَۃُ الْجَبَلَ ثَلَاثًا قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَکَتَبْتُ تَارِیْخَ تِلْکَ الْکَلِمَۃِ -

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہاوند پر لشکر کشی کی اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا - وہاں جنگ شروع تھی اور یہاں حضرت عمرؓ جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے نگاہ اٹھائی اور تین دفعہ بلند آواز سے پکارا - اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچو - حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن کی تاریخ لکھ لی -

چند دنوں کے بعد مسلمانوں کو وہاں فتح نصیب ہوئی اور ایک شخص فتح کی خوشخبری لے کر دربارِ خلافت میں حاضر ہوا - حضرت عمرؓ نے پوچھا - فتح کیسے ہوئی -

اُس نے جواب دیا - کہ لڑائی میں شکست ہو رہی تھی - کہ عین جمعہ کے وقت اچانک ہمارے کانوں میں تین دفعہ یہ آواز آئی - یَاسَارِیَۃَ الْجَبَلِ - فَغَلَبْنَا بِبَرَکَتِ ذَالِکَ الصَّوْتِ - پس ہمیں اس آواز کی برکت سے فتح حاصل ہو گئی -

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں - اور ادھر تین ہزار دو سو میل کے فاصلے پر نہاوند

میں لشکرِ اسلام کو لڑتا ہوا بھی دیکھ رہے ہیں۔

اور ایسا کرتے بھی کیوں نہ جب نبیٔ اکرم علیہ السّلام نے ان کو یہ فرمایا تھا۔ انت منی بمنزلۃ البصر۔ کہ اے عمرؓ تم میری آنکھ ہو۔ پھر حضرتِ عمرؓ کا اتنے فاصلہ سے میدانِ جنگ کو دیکھ لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

اس میں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم کا معجزہ بھی ہے۔ اور حضرتِ عمرؓ کی کرامت بھی۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ وَقَعَتِ الزَّلْزَلَۃُ فِی الْمَدِیْنَۃِ فَضَرَبَ عُمَرُ الدَّرَّۃَ عَلَی الْاَرْضِ فَقَالَ اسْکُنِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَسَکَنَتْ وَمَا حَدَثَتِ الزَّلْزَلَۃُ بِالْمَدِیْنَۃِ بَعْدَ ذٰلِکَ۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ منوّرہ میں زلزلہ آگیا۔ پس حضرت عمرؓ نے جلال میں آکر اپنا دُرّہ زمین پر مارا۔ اور فرمایا۔ اے زمین اللہ کے حکم سے ٹھہر جا۔ پس زمین ٹھہر گئی۔ اور پھر مدینہ منوّرہ میں اس کے بعد کبھی زلزلہ نہیں آیا۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵:۔ اَنَّ رَسُوْلَ مَلِکِ الرُّوْمِ جَاءَ اِلٰی عُمَرَ فَطَلَبَ الدَّارَہٗ فَظَنَّ اَنَّ دَارَہٗ مِثْلُ قُصُوْرِ الْمُلُوْکِ فَقَالُوْا لَیْسَ لَہٗ ذٰلِکَ وَاِنَّمَا ھُوَ فِی الصَّحْرَاءِ۔

رُوم کے بادشاہ نے ایک آدمی کو حضرتِ عمرؓ کے قتل کی خاطر بھیجا۔ وہ مدینہ منوّرہ آیا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے خلیفہ کا محل کہاں ہے۔ اس کا خیال تھا کہ عمرؓ کا محل بھی ہمارے

بادشاہوں کی طرح ہوگا۔

مسلمانوں نے اس کو بتایا کہ ان کا کوئی محل نہیں ہے وہ تو صحرا میں اینٹ کا تکیہ لگا کے سوئے ہوئے ہیں۔

وہ قاصد جو حضرت عمرؓ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا صحرا میں آیا۔

رَاٰی عُمَرَ وَضَعَ دُرَّتَہٗ تَحْتَ رَاْسِہٖ فَتَعَجَّبَ الرَّسُوْلُ مِنْ ذَالِکَ وَقَالَ اِنَّ اَھْلَ الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ یَخَافُوْنَ مِنْ ھٰذَا الْاِنْسَانِ! اُس نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اپنے دُرّہ کو سر کے نیچے رکھ کر سوئے ہُوئے ہیں۔

پس وہ شخص یہ نظارہ دیکھ کر حیران ہوگیا۔ کہ یہ ہے وُہ انسان جس سے مشرق و مغرب والے خوف کھاتے ہیں!

اُس نے قتل کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی۔ اَخْرَجَ اللّٰہُ مِنَ الْاَرْضِ اَسَدَیْنِ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے دو شیر نکال دیئے! اُس نے تلوار پھینک دی اور مسلمان ہوگیا۔

تفسیر کبیر جلد ۵۔ صفحہ ۶۵۴۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۹۰۔ مصر کا دریائے نیل ہر سال ایک نوجوان کنواری لڑکی کا خُون لے کر بہتا تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ جب مصر کے گورنر ہُوئے تو لوگوں نے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت کی کوئی چیز باقی نہیں رہنے دی جائے گی۔ چنانچہ حضرتِ عمرو بن العاصؓ نے حضرتِ عمرؓ کو سارا ماجرا لکھا۔ فاروقِ اعظمؓ نے حضرتِ عاصؓ کو ایک خط لکھا۔ کہ تم نے اچھا کیا ہے کہ عہدِ جاہلیت کے ہر نقشِ کہن

کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہو اور ایک رقعہ دریائے نیل کی طرف لکھا۔ فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ وَاِنْ کَانَ اللّٰہُ یُجْرِیْكَ فَاَسْاَلُ اللّٰہَ الْوَاحِدَ الْقَھَّارَ اَنْ یُّجْرِیَكَ۔ کہ اے دریائے نیل اگر تُو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو نہ چل اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ چلاتا ہے تو پھر میں اسی خدا کے نام پر تجھے حکم دیتا ہوں کہ چل۔

حضرت العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کا وہ رقعہ دریا میں رات کو پھینک دیا۔ صبح کو دیکھا تو سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا۔ کہ سولہ گز پانی دریا میں بہہ رہا تھا۔ اور آج تک بھی بہہ رہا ہے اور قیامت تک بہتا رہے گا۔

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۸۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رات کو خواب میں نبیؐ کریم علیہ السّلام کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر ایک عورت کھجوریں لے آئی۔ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے ایک کھجور میرے مُنہ میں ڈال دی۔ میں بیدار ہُوا تو میرے دل میں شوق تھا کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلّم سے کھجور کھا کر مزہ لوں۔ چنانچہ میں مسجد پہنچا۔ دیکھا تو حضرت عمرؓ نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں نے بھی پیچھے نماز پڑھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہی رات والی عورت کھجوریں لے کر آئی ہے۔ وَوَضَعَ بَیْنَ یَدَیِ عُمَرَ فَاَخَذَ رُطَبَۃً فَجَعَلَھَا فِیْ فَمِیْ۔

حضرت عمرؓ نے میرے سامنے رکھ دیں۔ اور ایک کھجور میرے مُنہ میں ڈال دی۔ میں نے ایک اور لینے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت

عمرؓ نے فرمایا۔ لَوْ رَاٰکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَلْبَارِحَۃَ لَزِدْکَ - کہ اگر رات کو رسول خدا علیہ السّلام ایک
سے زیادہ دیں ہوتیں تو میں بھی زیادہ دے دیتا۔ حضرت علیؓ
فرماتے ہیں کہ میں حضرتِ عمرؓ کی اس بات پر بڑا حیران ہُوا تو حضرتِ
عمرؓ نے فرمایا یا علیؓ اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ - کہ مومن دین
کے نور سے سب کچھ دیکھتا ہے۔

حضرتِ علیؓ نے فرمایا۔ آپنے ٹھیک فرمایا ہے۔ مَیں نے رات
کو نبیٔ کریم علیہ السّلام کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

یہ ہیں اس مرکزِ عدل و انصاف۔ منبع لطف وکرم۔ سرچشمۂ
رحم وشفقت۔ مجسمۂ حق وصداقت اور پیکرِ عشقِ مصطفٰےؐ کے محاسن و
کمالات جن کے ایمان و اسلام کی خاطر شہنشاہِ دوجہاں علیہ السّلام
نے بارگاہِ ربّ العزّت میں اپنی جھولی پھیلادی۔ اور پھر اپنے دامنِ
رحمت میں لے کر فاروقِ اعظم کا خطاب عطا فرمایا۔ جن کی رائے
کے مطابق وحی الٰہی نازل ہوتی رہی۔ جن کے فیصلوں کی تائید خود
خدا تعالٰی کرتا رہا۔ اور جس نے فتوحاتِ اسلامیہ کی حقیقی بنیاد
رکھ کر مصر ویمن۔ رُوم وشام اور عراق و ایران کے ظلمتکدوں میں
دین وایمان کی روشنی پھیلائی۔ حق واسلام کے چراغ جلائے اور
رشد وہدایت کی قندیلیں روشن کیں۔

مگر افسوس ہے۔ کہ شیعہ حضرات قرآنِ مجید وحدیث اور اپنے بھی
مجتہدین کی کتابوں کو ٹھکرا کر دین وایمان کے اس کامل ماہتاب
کی طرف تھوکتے ہیں۔ مگر وہ اُن کے اپنے ہی چہروں پر پڑتا ہے!

حالانکہ محبانِ اہلِ بیت کے ان جھوٹے دعویداروں پر حضرت عمرؓ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ دُنیا کے تمام شیعہ حضرات قیامت تک اس احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کریں تو بھی ان احسانات کے پہاڑوں کا ایک ذرہ بھی ادا نہیں کر سکتے!

میں ان سے پوچھتا ہوں۔ کہ ملکۂ ایران حضرت بی بی شہر بانو کو حضرتِ امام حسین رضی اللہ تعالے عنہ کے نکاح میں کس نے دیا۔ اور یہ نکاح کس نے پڑھایا؟

شیعہ حضرات تو شاید اپنی قلبی شقاوت کے باعث اس کا جواب نہ دے سکیں اور شرم کے مارے خاموش رہیں لیکن اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے والے وُہی خلیفۂ دوم حضرتِ عمرؓ تھے جن کو یہ لوگ مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

اس ایمان افروز حقیقت کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آج کے یہ سیّد زادے اسی شہر بانو کی اولاد ہیں۔ جس کا نکاح حضرت عمرؓ نے امام حسینؓ سے پڑھایا تھا۔

اور اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرتِ عمرؓ نعوذ باللہ مسلمان نہیں تھے۔ تو پھر وہ نکاح جائز نہیں رہتا۔ اور اگر نکاح جائز نہ ہو تو پھر سادات کے حسب و نسب میں فرق لازم آتا ہے۔ مگر دُکھ تو یہ ہے۔ کہ ان کو اور سب کچھ منظور ہے لیکن حضرتِ عمرؓ کو مسلمان ماننا منظور نہیں ہے۔

آج کے ایران کی شیعہ سلطنت بھی انہیں کی مرہُونِ منّت ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ ان کو مسلمان بھی نہیں مانتے اور

اُن کے فتح کئے ہوئے ملک پر حکومت بھی کر رہے ہیں

سچ تو یہ ہے کہ تاریخ اسلام سے اگر اس مومن کامل! فاتح اعظم اور مونس دین کو خارج کر دیا جائے۔ تو پھر اسلامی تاریخ کے سنہری ابواب میں سوائے سفید کاغذوں کے اور کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔

اگر شیعہ حضرات نگاہوں سے بغض و عناد کی پٹی اُتار کر عمر فاروق رضؓ کی عظمت کو دیکھیں اور دلوں سے تعصب و عداوت کی سیاہی کو دھو کہ اس مردِ حق پرست۔ حق گو اور حق شناس کے محاسن و کمالات پر غور کریں تو نہیں نہ صرف اس مُرادِ مصطفٰے کا کامل الایمان پکا اور سچا مسلمان اور محبوب خُدا علیہ السلام کا وفادار ساتھی۔ با اعتماد دوست اور فاتح اعظم ہونا نظر آئیگا بلکہ دامادِ علی المرتضٰیؓ ہونا بھی دکھائی دے گا!

اگر دامادِ مصطفٰے ہونے میں بہت بڑی فضیلت ہے تو دامادِ مرتضٰیؓ ہونے میں بھی بہت بڑی سعادت ہے۔

علیؓ دامادِ نبی علیہ السلام ہے اور عمرؓ دامادِ علیؓ ہے۔

علیؓ دامادِ امام الانبیا علیہ السلام ہے اور عمرؓ دامادِ امام الاولیاؓ ہے۔

اُمِ کلثومؓ بنت علیؓ و فاطمہؓ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ

فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ کتاب النکاح۔ باب فی تزویج اُمِ کلثومؓ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب ہے۔ جس کے مصنف رئیس المحدثین

الشیخ الامام الحافظ ثقتہ الاسلام ابی جعفر محمدؐ بن یعقوب الکلینی الرازی ہے اور اس کتاب کے متعلق شیعہ حضرات کا اعتقاد ہے کہ مصنف نے یہ کتاب امام المنتظر یعنی امام مہدی کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے فرمایا ھٰذا کان لشیعتنا۔ کہ یہ کتاب ہم شیعوں کے لئے کافی ہے کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔

پہلی دلیل: ۔عَنْ اَبِیْ عبد اللّٰہ علیہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال اِنَّ ذَالِکَ فَرْجٌ غُصِبْنَاہُ۔ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ سے اُمِّ کلثومؓ کے نکاح کے متعلق پُوچھا گیا تو آپنے فرمایا۔ یہ ایک حیا تھی۔ یا یہ ایک رشتہ تھا۔ جو ہم سے چھین لیا گیا ہے۔

دوسری دلیل صفحہ ۱۴۱: ۔ امام جعفرؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔ لَمَّا خَطَبَ اِلَیْہِ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّھَا صَبِیَّۃٌ قَالَ فَلَقِیَ الْعَبَّاسُ فَقَالَ لَہٗ مَالِیْ ابی بأس فقال وما ذلک قال خطبت الی ابن اخیک فردنی اما واللّٰہ لاعودن زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الا ھدمتہا ولا قیمن علیہ شاھدین بانہ سرق ولا قطعن بیمینہ فاتاہ العباس فاخبرہ وسالہ ان یجعل الامر الیہ فجعلہ الیہ۔ کہ حضرت علیؓ کو جب بیٹی کے رشتہ کے متعلق کہا گیا۔ تو فرمانے لگے کہ وہ ابھی نابالغ ہے۔ تو حضرتِ عمرؓ حضرت عباسؓ سے ملے۔ اور فرمانے لگے کہ مجھے کیا ہُوا ہے۔ مجھے کوئی بیماری لگی ہے۔ تو حضرت عباسؓ نے کہا۔ آخر بات کیا ہے۔ تو آپ کہنے لگے۔ کہ میں نے آپ کے

بھتیجے یعنی حضرت علیؓ سے رشتہ طلب کیا ہے اور انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ خدا کی قسم میں تم سے زمزم واپس لے لوں گا اور تمہارے لئے عزت کا کوئی مقام نہ چھوڑوں گا۔ اور حضرت علیؓ پر چوری کے دو گواہ کھڑے کر کے انکا دایاں ہاتھ کٹوا دوں گا۔ حضرت عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ساری گفتگو سنائی۔ اور ساتھ ہی سوال کیا کہ امّ کلثومؓ کے نکاح کا معاملہ میرے سپرد کر دیجئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔

تیسری دلیل:۔ فروعِ کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱۔ عبداللہ بن اور معاویہ بن عمار کہتے ہیں کہ ہم نے امام جعفرؓ سے سوال کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عورت عدّت کہاں گزارے اپنے گھر میں یا جہاں چاہے؟۔ تو آپ نے فرمایا۔ بَلْ حَیْثُ شَآءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمَ فَاَخَذَ بِیَدِھَا فَانْطَلَقَ بِھَا اِلٰی بَیْتِہٖ۔ بلکہ جہاں چاہے پھر فرمایا جب عمرؓ فوت ہوگئے۔ تو حضرتِ علیؓ امّ کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔

چوتھی دلیل:۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱۔ سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدّت کہاں گزارے؟۔ آگے پہلا ہی مضمون ہے۔

پانچویں دلیل:۔ مجالس المومنین صفحہ ۸۲ مطبوعہ طہران (ایران) قاضی سید نور اللہ شوشتری۔ در کتاب استغاثہ وغیر آں مسطور است

کہ چوں عمر بن خطاب جہت ترویج خلافت فاسدۂ خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر حضرتِ امیر نمود و آں حضرت جہت امامت حجِ مکرر اظہار باو امتناع نمود۔ آخر عمرؓ عباسؓ را بنزدِ خود طلبید و سوگند خوردہ گفت کہ اگر علی را بدامادی من راضی نمی سازی آنچہ در دقیع او ممکن باشد خواہم کرد۔ و منصب سقایۂ حج و زمزم را از تو خواہم گرفت۔ عباس ملاحظہ نمود کہ اگر ایں نسبت واقع نشد آں فظ غلیظ مرتکب چناں امر ناصواب خواہد شد از حضرت امیر علیہ السّلام التماس و الحاح نمود کہ نکاحِ آں مطہرہ و مظلومہ را با و تفویض نماید و چوں مبالغہ عباس دراں باب از حد گذشت آنحضرت از روے اکراہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از خود ارتکاب تزویج او نمود و جہت الحفاء نائرہ فتنہ او را باں منافق ظاہر الاسلام عقد فرمود ؛

ترجمہ:۔ کتاب استغاثہ وغیرہ میں منقول ہے کہ جب حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنی خلافت کو ترویج دینے کے لئے حضرتِ علیؓ کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا۔ تو آپ نے دوبارہ حجت قائم کرنے کے لئے انکار کر دیا۔ آخر کار حضرتِ عمرؓ نے حضرتِ عباسؓ کو اپنے پاس بلایا اور قسم کھا کر کہا کہ اگر تو نے حضرتِ علیؓ کو میری دامادگی کے لئے راضی نہ کیا تو پھر جو کچھ بھی مجھ سے بن پڑا ئیں کروں گا۔ اور سقایۂ حج اور زمزم تجھ سے چھین لوں گا۔ جب حضرتِ عباسؓ نے یہ معلوم کیا۔ کہ یہ سخت آدمی اس ناروا معاملہ کو اسی طرح کرے گا۔ جیسا کہ اس نے کہا ہے تو حضرت عباسؓ نے حضرتِ علیؓ سے چمٹ کر التماس کی کہ اس مطہرہ مظلوم کا نکاح کا معاملہ میرے سپرد کر دیجئے۔ جب حضرت عباسؓ اس بارہ

(اس) حد سے گزر گئے۔ تو حضرتِ علیؓ نے بصورتِ اکراہ خاموشی اختیار (کر) لی۔ یہاں تک کہ حضرتِ عباسؓ پھر اپنے آپ اس نکاح کے مرتکب ہوئے اور بھڑکنے والے فتنہ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی خاطر منافق (بظا)ہر الاسلام کے ساتھ عقد کر دیا۔

چھٹی دلیل: ۔کتاب تہذیب الاحکام جلد ۲۔ صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ عراق ۔شیخ ابوجعفر محمد بن علی طوسی۔ یہ کتاب شیعہ حضرات کے نزدیک مسلم شریف کے پائے کی ہے۔کتاب الطلاق۔ باب عدۃ النساء فیما رواہ محمد بن یعقوب۔ عبداللہ بن سنان اور معاویہ بن عمار راوی ہیں۔ کہ امام جعفر سے سوال کیا گیا۔ کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ وہ عدت کہاں گزارے۔ فرمایا۔ جہاں چاہے۔ ان علیا لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بھا الی بیتہ۔ کہ تحقیق جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے۔ تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔

ساتویں دلیل: ۔الاستبصار فیما اختلف من الاخبار۔ شیخ ابوجعفر محمد بن علی طوسی۔ یہ کتاب بھی شیعہ حضرات کے نزدیک صحاح اربعہ میں شمار کی جاتی ہے۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۸۶۔ مطبوعہ جعفری لکھنؤ۔

مذکورہ بالا روایات کے مطابق یعنی اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو وہ عدت کہاں گزارے۔ جواب دیا گیا۔ جہاں چاہے گزارے۔ جب حضرتِ عمرؓ فوت ہوئے۔ تو حضرتِ علیؓ اپنی بیٹی امِ کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔

آٹھویں دلیل:- کتاب تہذیب الاحکام جلد ۲- صفحہ ۳۸۰-
کتاب المیراث مطبوعہ عراق- شیخ طوسی- عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنھا زید بن عمر ابن الخطاب فی ساعۃ واحدۃ لایدری ایھما ھلک قبل فلم یورث احدھما من الاخر وصلّٰی علیھما جمیعا۔

ترجمہ:- حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ امّ کلثوم بنت علیؓ اور اس کا بیٹا زید بن عمر بن خطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ کہ ان میں پہلے کون فوت ہُوا اور وہ دونوں ایک دُوسرے کے وارث نہ بن سکے اور ان دونوں پر نماز جنازہ اکٹھی پڑھی گئی تھی۔

انصاف پسند اہلِ ایمان غیر متعصّب اہلِ دین اور راسخ العقیدہ اور حق شناس حضرات سے درخواست ہے کہ شیعہ حضرات کی ان معتبر کتابوں اور ان کے بلند پایہ محدّثین کے پیش کردہ حقائق پر مبنی روایات پر غور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ اسلام کی جس نامور ہستی اور دین کے جس بہادر جرنیل مجسمۂ عدل و انصاف پیکرِ جاہ و جلال اور حق و باطل میں فرق کرنے والے حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ اقدس پر شیعہ حضرات جس انداز سے رکیک حملے کرتے ہیں۔ اور ان پر جو واہیات قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔ وہ کہاں تک دُرست ہیں۔

اور پھر غور کریں کہ امّ کلثوم بنت علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ کے

ساتھ کیسے مکروہ انداز اور گندے الفاظ میں اقرار کیا گیا ہے
فروع کافی کی دو روائتوں میں تو ظاہر کیا گیا ہے کہ پہلے یہ نکاح
جبراً کیا گیا۔ غصبناہ۔ یعنی ہماری شرم وحیا غصب کر لی گئی۔
دوسرے الفاظ میں اغوا کر لی گئی۔ نعوذ باللہ ایک عام آدمی
کی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی کہ اس کی لڑکی کو کوئی جبراً اٹھا کر
لے جائے چہ جائیکہ کہ ھل اتیٰ۔ مشکل کشا۔ اور شبیر خدا کی صاحبزادی
ہو۔ یہاں تو اگر خدانخواستہ کسی کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ پیش آ
جائے تو غیرت وحیا کی ایسی آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ گھروں کے گھر
جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور قتل و غارت کا ایسا بازار گرم ہو جاتا
ہے کہ فریقین کے خاندانوں کے نام ونشان تک مٹا دئے جاتے ہیں۔
اور پھر کئی کئی سال تک عدالتی کارروائی جاری رہتی ہے۔ مگر
تعجب ہے کہ مرکزِ سادات۔ منبعِ ولائت۔ فاتحِ خیبر۔ قاتلِ مرحب۔
اسد اللہ الغالب اور امام المشارق والمغارب حضرت علی المرتضیٰؓ
اور وارثِ ردائے تطہیر۔ اخلاقِ مصطفےٰ کی زندہ تصویر۔
خاتونِ جنت اور پیکر عصمت وعفت حضرتِ فاطمہؓ کی صاحبزادی
ہو لیکن خاموشی اور سکوت ہو۔ کمزوری اور بزدلی ہو اور
بے حسی اور بے اعتنائی ہو۔

ہاں ٹھیک ہے ایسا ہی ہوا ——— مگر ——— کیوں؟
اس لئے کہ معاملہ جبر و اکراہ کا نہیں تھا۔ غصب و اغوا کا
نہیں تھا اور چوری و سینہ زوری کا نہیں تھا۔ بلکہ یہ نکاح
خوشی سے کیا گیا۔ رضامندی سے کیا گیا۔ اور باہمی محبت و پیار

کی بنا پر کیا گیا اور فریقین کے درمیان اچھے گہرے برادرانہ تعلقات کی بنا پر کیا گیا۔

فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ کہ تمام اصحابہ کرام اللہ کی نعمت سے آپس میں بھائی بھائی تھے ——— اور ——— رحماء بینھم

تمام آپس میں رحیم تھے۔ دوست تھے۔ یار تھے۔ سجن تھے۔ بیلی تھے اور جانی جان تھے۔ اور اگر نعوذ باللہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو پھر ذوالفقار حیدری صاعقہ بن کر عمرؓ کی کشتِ حیات کو جلا کر راکھ بنادیتی اور بد عائے فاطمہؓ خطاب کے خاندان کو تباہ و برباد کردیتی۔

پچھلے دور کے شیعہ مجتہدین کی معتبر کتابوں کے حوالہ جات کے بعد موجودہ دور کے غالی متعصب شیعہ حضرات کے وہ تمام اعتراضات ناقابلِ قبول اور مضحکہ خیز ہوکر رہ جاتے ہیں۔ جو وہ امِ کلثوم بنت علیؓ کا نکاح حضرتِ عمرؓ فاروق کے ساتھ برضا و رغبت ہونے پر کرتے ہیں ——— مثلاً

اعتراض اوّل: ۔ کہ ام کلثومؓ عمرؓ کے اعتبار سے اس قابل نہیں تھی۔ کہ اس کا نکاح عمرؓ سے کیا جاتا۔

جواب: ۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عائشہ صدیقہؓ سے جب نکاح کیا تو اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی اور جب شبِ خلوت ہوئی تو ان کی عمر نو سال تھی۔ شیعہ مجتہد علامہ طبرسی۔ کتاب اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ۔ مطبوعہ حیدری طہران۔ صفحہ ۱۴۸۔ اور پھر جب حضرتِ علیؓ نے حضرتِ فاطمہؓ سے شادی کی تو ان کی عمر بھی نو سال تھی اور جب حجلۂ خلوت میں آئے تو نو سال تھی۔ کتاب مذکور صفحہ ۸۱۔

اور اگر حضور علیہ السّلام سات سال کی لڑکی سے نکاح اور پھر نو سال کی زوجہ محترمہ سے خلوتِ صحیحہ کر سکتے ہیں اور جب حضرتِ علیؓ نو سال کی زوجہ مقدسہ سے شبِ زفاف بسر کر سکتے ہیں تو پھر حضرت عمرؓ کا نکاح اگر گیارہ برس کی لڑکی سے کر دیا گیا تو کونسا حرج ہے۔

اعتراض دوم:۔ یہ امّ کلثوم حضرتِ علیؓ کی بیٹی نہیں تھی۔ بلکہ کوئی اور امّ کلثوم ہے۔ فروع کافی میں امِّ کلثوم بنتِ علیؓ نہیں ہے

جواب:۔ مرأۃ العقول شرح فروع واصول مطبوعہ عراق۔ صفحہ ۴۸۴ باب فی قصّہ تزویج امّ کلثوم بنت امیرالمومنین صفحہ ۱۹۔ یدل علی تزویج امّ کلثوم بنت امیرالمومنین من عمر مرأۃ العقول صفحہ ۱۹ ان امیرالمومنین زوج فلاناً ابنۃ امّ کلثوم۔ یعنی حضرتِ علی امیرالمومنینؓ نے فلاں یعنی عمرؓ سے اپنی بیٹی امّ کلثوم کا نکاح کر دیا۔

اعتراض سوم:۔ یہ امّ کلثوم ابو بکرؓ کی بیٹی تھی علیؓ کی نہیں تھی۔

جواب:۔ اگر یہ امّ کلثوم حضرتِ ابو بکرؓ کی بیٹی تھی تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرتِ ابو بکر صدیقؓ اور حضرتِ علیؓ کے تعلقات بہت ہی اچھے اور دوستانہ تھے جس کی بنا پر ان کی لڑکی پرورش حضرتِ علیؓ کر رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں۔ تو پھر شیعہ بتائیں۔ کہ حضرتِ صدیقؓ کی بیٹی حضرتِ علیؓ کے گھر کیسے آ گئی جبکہ وہ دشمن تھے۔

اعتراض چہارم:۔ حضرتِ علیؓ نے نجران کی ایک جنّنی کو حکم دیا کہ تو امّ کلثوم کی صورت اختیار کرے۔ اُس کا نکاح عمرؓ سے کیا گیا۔

جواب :- یہ اعتراض کرنے والے شیعہ حضرات اپنے دماغ کا معائنہ کرائیں۔ نہ اسے عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی نقل۔

جلاء العیون۔ مطبوعہ ایران صفحہ ۹۲ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہو کر گھر سے نکلیں۔ چوں شب شد حضرت امام حسنؓ را بر دوش راست و حسینؓ را بر دوشِ چپ گرفت و دستِ امّ کلثوم را بدستِ راست خود گرفت۔ کہ جب رات ہوئی تو حضرتِ سیدہؓ نے حسنؓ کو اور حضرتِ امام حسینؓ کو کندھوں پر اٹھایا اور امّ کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باپ کے پاس آ گئیں۔

آگے یوں ہے کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے فرمایا بیٹی اٹھو۔ جب آپ اٹھیں رسولِ خدا امام حسنؓ را بر داشت فاطمہؓ امام حسینؓ را بر داشت و دستِ امّ کلثوم را گرفت از خانہ بسوئے مسجد آمدند۔ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ امام حسنؓ کو اٹھایا۔ حضرتِ فاطمہؓ نے حضرت امام حسینؓ کو اٹھایا اور امّ کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد میں آ گئے۔

صفحہ ۲۰۷ :- جب خاتونِ جنّت کا وصالِ پاک ہوا۔ تو حضرتِ علیؓ بیٹھے تھے اور حسنؓ و حسینؓ ان کے سامنے بیٹھے رو رہے تھے اور ان کے رونے سے متأثر ہو کر لوگ رو رہے تھے امّ کلثوم بنزدِ قبرِ حضرتِ رسول آمد۔ کہ امّ کلثوم نبیؐ کریم علیہ السّلام کی قبر شریف پر آ کر گریہ زاری کرنے لگی۔

ان روشن حقائق کے بعد بھی شیعہ حضرات اپنی کم علمی۔ جہالت تعصب عناد اور دشمنِ فاروق اعظمؓ کی بنا پر اس مردِ مجاہد۔ مردِ کامل اور مرادِ مصطفٰے علیہ السّلام پر نعوذ باللہ کفر و نفاق اور ظلم و ستم کے فتوے لگانے

ں تو پھر یہ دین و مذہب سے بغاوت - قرآن و حدیث کی مخالفت
ور کتاب و سُنّت سے دُشمنی کی دلیل ہے - اور یہ ہے بھی دُرست -
اس لئے کہ یہی ایک ایسا فرقہ ہے - جس کا نہ تو قرآن پر ہی
مان ہے - اور نہ ہی حدیث پر - اور نہ ہی اس کا کوئی مذہب
ہے - اور نہ ہی کوئی دین - اور نہ ہی اس کے کوئی اُصول ہیں اور
ہی کوئی اخلاق -
بس یہ ایک یہودی النسل ابنِ سبا کی ایک سیاسی تحریک
ہے - جو ہمیشہ اسلام کے خلاف نبرد آزما رہی ہے - اور حضرت
ثمانِ غنیؓ کی خلافت سے لے کر آج تک اس تحریک نے ہزاروں
نگ اور بھیس بدلے ہیں - اور ہر ممکن کوشش کی - کہ صحیح و اصلی
سلام کے مقابلہ میں اپنی طرز کا ایک ایسا خلط اور نقلی اسلام
نیا کے سامنے پیش کیا جائے - جس میں نہ تو اللہ تعالٰے کی
ظمت و قدرت اور خُدائی و کبریائی کا کہیں نشان ہو اور
ہی نبوّت و رسالت کا کوئی مقام و احترام باقی رہے - نہ
ہی اصحابہؓ کرام کی عزّت و آبرو محفوظ رہ سکے - اور نہ ہی اولیائے
ظام کا کوئی ادب و لحاظ نظر آئے -
نہ ہی قرآن پاک کی اصلی و صحیح صُورت دکھائی دے -
اور نہ ہی حدیث مصطفٰے علیہ السّلام کے حسین و جمیل نقوش
ی کوئی حقیقت ہو -
اور نہ کوئی اُصول ہو نہ کوئی ضابطہ - نہ اخلاق اور نہ حیا -
سب کا اور ہر جگہ انکار ہی انکار - یہاں تک کہ اب تو اس خطرناک

تحریک نے اپنا کلمہ اور اذان تک نئی بنالی ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وعلی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ رسول اللہ بلا فصل۔

مسلمانوں کو اسلام کے خلاف اس منظم تحریک سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

بہر حال۔ میں نے ام کلثوم بنت علیؓ و فاطمہؓ کا حضرت عمرؓ کے ساتھ کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ مسلکِ اہلِ حدیث کے ایک متبحر عالم اور فاضل خطیب مولانا محمد صدیق صاحب لائلپوری کی مختصر سی لیکن جامع کتاب نکاح ام کلثوم سے اخذ کیا اور ان کی اجازت سے اپنی کتاب مقاماتِ صحابہ میں نقل کر دیا ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرت و کردار

کسی انسان کی عظمت و شان دیکھنے کے لئے اس کی ذاتی زندگی کے ہر پہلو کا پتہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی سیرت اور اُس کے کردار کو بھی ملاحظہ کیا جاتا ہے اور جہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتی زندگی اور ان کے سیرت و کردار کا تعلق ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان کا دامن ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور ہر طرح کے داغ سے صاف ہے۔

ایمان میں پختگی۔ عشقِ رسولؐ۔ اتباعِ سنّت۔ خوفِ خدا۔ زہد و عبادت۔ تواضع و انکساری اور صبر و تحمل ان کی زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

بیت المال کا قیام۔ رعایا کی نگہداشت۔ مساواتِ محمدیؐ۔ ملکی و فوجی نظام اور غیر مسلموں سے سلوک آپ کی سیرت کا طرۂ امتیاز ہے اور اسلام کے اس عظیم فرزند نے جس انداز سے آئینِ خلافت اور نظامِ سلطنت مرتب کیا اُس کی مثال آج تک دُنیا کی کوئی قوم اور کوئی حکمران پیش نہیں کر سکا۔

آج کی دُنیا کے ترقی یافتہ اور مہذب ممالک کے حکمران مزدوروں سے ہمدردی۔ محنت کشوں سے پیار۔ غریبوں کی حمایت اور مفلسوں کی اعانت کے دعویدار ہونے کے ساتھ ساتھ جمہوریت و مساوات کے

علمبردار تو بنتے ہیں لیکن عملی طور پر کچھ بھی نہیں اور یہ سب کچھ عوام کو دھوکا دفریب دینے کے لئے محض زبانی جمع خرچ ــــ جلسوں میں اعلان ــــ اخباروں میں بیانات اور کاغذی کارروائی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

لیکن اس مردِ مومن ــــ مومنِ کامل ــــ مجاہدِ اسلام ــــ عاشقِ رسولؐ اور مُرادِ مصطفےٰ یعنی حضرت عمر فاروقؓ کی مفلسوں کی اعانت۔ غریبوں کی حمایت ــــ بچوں کے وظائف اور جمہوریت و مساوات کے عملی نمونوں کو اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ایک متلاشیٔ حق انسان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فرمانِ مصطفےٰ علیہ السلام اصحابی کالنجوم کے مطابق اسلام کے اُفق پر حضرت عمرؓ ایک روشن ستارہ ہے جس نے کفر و شرک کے اندھیروں میں توحید و اسلام کی روشنی پھیلائی اور ظلمتکدۂ جہاں میں حق و ہدایت کی ضیا پاشی کی اور خوابِ غفلت میں سونے والوں کو صبحِ تاباں کا پیغام دیا۔

آج کونسا ایسا حکمران ہے جو رات کو گشت کر کے فاقہ مستوں کا پتہ کرے ــــ آج کونسا ایسا شہنشاہ ہے جو اپنے کندھوں پر خوراک کا سامان اٹھا کر بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کو کھانا کھلائے ــــ آج کونسا ایسا تاجدار ہے جو اپنی بیوی کو دائی بنا کر کسی مسافر عورت کے پاس بھیجے اور آج کونسا ایسا سلطان ہے جو غلام کو تو اونٹنی پر بٹھائے اور خود پیدل چلے۔ نہیں ــــ کوئی نہیں ــــ

مگر عمر فاروقؓ ــــ انہوں نے یہ سب کچھ کر کے دکھایا

ا۔ آدھی رات کا وقت ہے ــــ خلیفۃ المسلمین گشت کرتے کرتے وہاں پہنچ گئے ... ں مدینہ کے باہر ایک قافلہ اترا ہوا تھا ــــ ایک بچہ کے رونے

کی آواز آئی ــــ بچے کی ماں سے فرمایا اسے چُپ کرانے کی کوشش کرو۔ امیرالمومنینؓ آگے گزر گئے ــــ واپس مڑے تو بچہ ابھی تک رو رہا تھا ــــ ماں سے فرمایا ــــ تُو بڑی ظالم ہے ــــ

ماں نے جواب دیا ــــ بچے کے رونے کا سبب یہ ہے کہ امیرالمومنینؓ نے حکم دے رکھا ہے کہ بیت المال سے بچوں کو وظیفہ اس وقت تک نہ دیا جائے جب تک کہ وہ دُودھ نہ چھوڑے ــــ میں بچے کا دُودھ چھڑا رہی ہوں اور یہ رو رہا ہے ــــ حضرت عمرؓ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ اور آہ بھر کر فرمایا ــــ اے عمرؓ تیری گردن پر کتنے بچوں کا خون ہو گا۔ واپس آ کر منادی کرا دی کہ بچوں کا وظیفہ ان کی پیدائش کے وقت ہی سے مقرر کر دیا جائے ــــ

۲۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا ہے ــــ رعایا سوئی ہوئی ہے اور امیرالمومنینؓ جاگ رہے ہیں ــــ دارالامارت سے اُٹھے۔ بھیس بدلا اور عوام کی خبرگیری کے لئے مدینہ سے دُور نکل گئے ــــ دیکھا کہ ایک جھونپڑی میں ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور بچے اس کے پاس رو رہے ہیں ــــ

حضرت عمرؓ نے عورت سے پُوچھا:۔

بچے کیوں رو رہے ہیں؟

جواب ملا۔ کئی دن سے فاقہ سے ہیں ــــ انہیں بہلانے کے لئے جھوٹ موٹ کی ہنڈیا آگ پر رکھی ہے ــــ

خلیفۃ المسلمین نے سُنا تو آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ــــ بیت المال آئے ــــ خوراک کا سامان اُٹھایا ــــ غلام اسلم نے

عرض کی ـــ آقا بوجھ اُٹھانے کے لئے غلام حاضر ہے ـــ

فرمایا ـــ کہ کیا کل قیامت کو بھی میرا بوجھ اُٹھاؤ گے ؟

غلام خاموش ہو گیا ـــ

خوراک کا سامان لے کر اس جھونپڑی میں پہنچے ـــ عورت کو سامان دیا ـــ وہ کھانا پکانے لگی ـــ آپ ایک طرف ہو کر بیٹھے رہے ـــ

عورت نے کھانا پکایا ـــ بچوں کو کھلایا ـــ بچے خوش ہو گئے

عورت بولی ـــ امیر المومنین ہونے کے حقدار تم ہو عمرؓ نہیں !

فرمایا ـــ مائی مجھے معاف کرو ـــ میں ہی عمرؓ ہوں ـــ

۳۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر تنہا مدینہ منورہ سے باہر چلے گئے ! ایک چھوٹی اور بوسیدہ سی چھولداری میں چراغ جل رہا تھا ـــ دروازہ پر ایک نوجوان پریشانی و مایوسی کے عالم میں سراپا تصویر غم بن کر بیٹھا آہیں بھر رہا تھا ـــ

امیر المومنینؓ نے پوچھا ـــ

جوان تم کون ہو ؟

جواب ملا ۔ مسافر ہوں !

فرمایا ۔ اداس کیوں ہو ؟

عرض کی ـــ بیوی کے بچہ پیدا ہونے کا وقت ہے ـــ دردِ زہ شروع ہو چکا ہے ـــ مگر دائی کا کوئی انتظام نہیں ـــ مسافر ہوں مفلس ہوں ـــ سنا تھا کہ خلیفہ عمرؓ نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں ـــ مگر معلوم ہوتا ہے وہ سب صرف مدینہ والوں کے لئے ہیں ۔

اور میں مسافر ہوں! یہ سُنا ـــــ آنکھیں اشکبار ہو گئیں ـــــ اور فرمایا بھائی گھبراؤ نہیں میں ابھی کسی دائی کا بندوبست کر دیتا ہوں!
گھر آئے ـــــ اپنی بیوی سے فرمایا ـــــ بیشک تم امیرالمومنینؓ کی بیوی ہو مگر فوراً اٹھو اور آج ایک مسافر اور غریب کی جھونپڑی میں دائی بن کر جاؤ ـــــ تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں یہ جان لیں کہ مسلمانوں کے حکمران اور ان کی بیگمات صرف خوشنما بنگلوں ـــــ رنگین کوٹھیوں اور کلب گھروں میں عیاشی کرنے کے لئے ہی نہیں ہوتیں بلکہ مفلس کی بیٹی کے ننگے سر کو ڈھانپنے کے لئے بھی ہوتے ہیں ـــــ غریب کے بیمار بچے کی عیادت کے لئے بھی ہوتے ہیں اور قالینوں اور ریشمی پردوں سے نکل کر کسی مزدور کے گھر انہیں دائی بن کر بھی جانا پڑتا ـــــ
وفادار بیوی فوراً اٹھی ـــــ حضرت عمرؓ کے ساتھ چل دی!
جا کر فرمایا ـــــ لو بھائی دائی حاضر ہے ـــــ
امیرالمومنینؓ کی زوجہ محترمہ نے بڑی خوش اسلوبی اور احسن طریقہ سے اپنا فرض ادا کیا ـــــ
اللہ کریم نے انہیں خوبصورت لڑکا عطا کیا ـــــ حضرت عمرؓ بیوی کو اندر بھیج کر خود اس نوجوان سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔
اندر سے آواز آئی!
امیرالمومنینؓ ـــــ آپ کو مبارک ہو ـــــ خدا نے انہیں لڑکا عطا کیا ہے ـــــ
امیرالمومنینؓ کا نام سُن کر وہ نوجوان تڑپ گیا ـــــ اور پاؤں پکڑ کر عرض کی ـــــ آقا معاف کر دو

فرمایا ——— نہیں بھائی ——— تم معاف کرو کہ تمہیں اتنی تکلیف ہوئی۔

۴۔ ایک دفعہ شام کے سفر سے واپس آ رہے تھے۔ راستہ میں ایک کٹیا میں ایک بوڑھی عورت دیکھی ——— قریب گئے ——— سلام کیا اور پوچھا ——— مائی عمرؓ کے متعلق بھی کچھ جانتی ہو؟

جواب ملا ——— ہاں ——— وہ شام سے چل پڑا ہے۔ اس نے مال غنیمت تقسیم کیا ہے۔ مگر مجھے ابھی تک کچھ بھی نہیں ملا ———

فرمایا ——— اماں اتنی دور سے عمرؓ تمہارے حال کا کیسے پتہ کر سکتا ہے۔

عرض کی ——— تو پھر اسے خلافت کرنے کا کیا حق ہے!

یہ سُن کر حضرت عمرؓ بہت روئے اور کئی دن تک گڑ گڑا کر خدا تعالیٰ سے معافی مانگتے رہے ———

۵۔ ایک دفعہ بیت المال کا اونٹ گم ہو گیا ——— اُس کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرنے لگے ——— اسی دوران ایک قبیلہ کا سردار احنف بن قیس ملاقات کے لئے حاضر ہوا ——— اُس نے عرض کی۔ یا امیر المومنینؓ ——— آج کیا ہوا؟

فرمایا بیت المال کا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں ———

عرض کی گئی حضور ——— کسی غلام کو حکم دے دیتے ———

فرمایا ——— عمرؓ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی غلام نہیں ہے!

۶۔ آپ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے ایک اونٹ فروخت کرنے کے لئے بازار بھیجا ——— آپ کو پتہ چلا ——— بیٹے سے پوچھا کیا ماجرا ہے؟

عرض کی ——— یا امیر المومنینؓ ——— میں نے اسے خرید کر سرکاری چراگاہ

ں چھوڑ دیا تھا ــــــ اب ذرا موٹا تازہ ہوگیا ہے تو فروخت کر رہا
ہوں ــــــ فرمایا چونکہ یہ اونٹ سرکاری چراگاہ کی گھاس کھا کر موٹا ہوا
ہے۔ اس لئے تمہیں اس کی قیمت خرید ہی ملے گی ــــــ
ے۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد جب اس کی کنجیاں لینے کے لئے وہاں
شریف لے گئے تو کیفیت یہ تھی کہ لباس سادا ــــــ ہاتھ میں دُرّہ اور
ربان پر قرآنِ پاک کی تلاوت تھی ــــــ خود تو پیدل چل رہے تھے اور
لام گھوڑے پر سوار تھا ــــــ
عیسائی سرداروں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ مسلمانوں کے جس حکمران کے
یاہ و جلال سے فرشِ زمین لرزتا ہے ــــــ جس کے رعب و دبدبہ سے
ڑے بڑے شہ زوروں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ جس کی ہیبت و
طوت سے کفر و باطل کے قلعے مسمار ہو جاتے ہیں اور جس کی جنگی مہارتوں
ور چالوں کی بدولت ہر میدانِ جنگ میں فتح اس کے قدم چومتی
ہے اور جس کی تیغ براں نے قیصر و کسریٰ کا غرور ــــــ جالینوس کا
کبر ــــــ ہرمزان کا گھمنڈ، رستم کا فخر اور دوسرے بڑے بڑے
شہسواروں کا کبر و ناز خاک میں ملا دیا ہے ــــــ اس کی اپنی بھی ہیبت
شان و شوکت ــــــ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور سردارانہ بود و باش
ہوگی۔ اور ریشمی لباس ہوگا ــــــ زرق برق قبا ہوگی۔ موتیوں سے
جڑی ہوئی چادر ہوگی۔ اور سر پہ شاہی چھتر کا سایہ ہوگا۔ مگر
یت المقدس کے عیسائی سردار امیر المومنینؓ کی سادگی۔ انکساری۔
تواضع اور جھکی ہوئی گردن دیکھ کر حیران رہ گئے ــــــ پھر بھی انہوں نے زرق برق
لباس اور لعل و جواہرات کا ایک قیمتی ہار پیش کیا ــــــ آپ نے فرمایا اسلام کی عزت و
عظمت ہی کافی ہے ــــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ

اسم گرامی عثمانؓ ــــ ابو عمرو ابو عبداللہ کنیت اور غنی و ذوالنورین لقب تھا ــــ حضرت ابو بکر صدیق کی تبلیغ پر چونتیس ۳۴ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا ــــ

تاریخ الخلفا صفحہ ۱۰۶ علامہ جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ ابن سعدؒ :-

لما اسلم عثمان بن عفان اخذہ عمہ الحکم بن العاص بن امیۃ فاوثقہ رباطا وقال ترغب عن ملۃ آبائک الی دین محدث واللہ لا ادعک ابدا حتی تدع ما انت علیہ ــــ فقال عثمان واللہ لا ادعہ ابدا ولا افارقہ -

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے چچا حکم بن عاص نے ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اذیت ناک تشدد کر کے قید کر دیا اور کھانا پینا بھی بند کر دیا - اور کہتا تھا کہ تو نے اپنے آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ کر نیا دین قبول کر لیا ہے - خدا کی قسم میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو اسلام کو چھوڑ کر اپنے پرانے دین پر نہ آجائے یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی آپ فرماتے کہ میں اب کبھی بھی دین اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا چاہے مجھے موت بھی آجائے - بھلا عشق رسولؐ کے ان متوالوں اور حسن مصطفےٰ علیہ السلام کے ان شیدائیوں کے متعلق یہ گمان

بھی کیسے کیا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ کسی وقت بھی اُن کے ایمان میں کمزوری واقع ہُوئی ہوگی یا ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش پیدا ہوگی جنہوں نے ہر دُکھ۔ ہر مصیبت۔ ہر اذیت اور ہر قسم کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کو نبیؐ کے عشق میں ہنس کر برداشت کیا مگر دین و اسلام کے دامن کو نہیں چھوڑا تھا۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک الخ قرآنِ پاک کی یہ آیت کریمہ سیدنا عثمان غنیؓ کی شان و عظمت اور ان کے فضائل و محاسن کی ایک روشن دلیل ہے ـــــ اور سچ پوچھو تو انہیں کی بدولت واقعہ بیعت رضوان وقوع پذیر ہُوا اور انہیں کی حمایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وفادار ساتھیوں اور اطاعت گزار غلاموں سے حضرت عثمان غنیؓ کا بدلہ لینے کیلئے جہاد پر بیعت لی گذشتہ صفحات میں اس کی پوری تفصیل و تفسیر گزر چکی ہے۔ قارئین کی یادداشت کے لیئے اس آیتِ پاک سے جو رموز و نکات واضح ہوتے ہیں اور حضرت عثمانِ غنیؓ کی جو شان و فضیلت نمایاں ہوتی ہے دوبارہ پیش کی جاتی ہیں۔

۱ - حضرتِ عثمانِ غنیؓ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے سفیر بن کر مکّہ مکرمہ گئے تھے۔ اور سفیر کسی ایسے شخص کو ہی بنایا جاتا ہے جو اپنی حکومت کا پکّا اور سچّا وفادار ہو اور حکومتِ وقت کو اس پر مکمل اعتماد اور پختہ بھروسہ ہو۔

۲ - نبیؐ کریم علیہ السّلام نے اپنے ایک دستِ مبارک کے متعلق فرمایا۔ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے ـــــ اور نبی کا ہاتھ دستِ قدرت ہے لہٰذا دستِ عثمانؓ بھی دستِ قدرت ہُوا۔

۳ - امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ میرے بغیر خانۂ کعبہ کا طواف نہیں کرے گا ـــــ چنانچہ ایسا ہی ہُوا ـــــ قریشِ مکّہ نے

کہا۔ کہ تم اکیلے طواف کر سکتے ہو۔ تو اس عاشقِ صادق نے جواب دیا۔ کہ خدا کی قسم اپنے محبوب پاک کے بغیر عثمانؓ طواف کعبہ نہیں کرے گا۔ پس ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنے یار کی پکی یاری۔ غلام کی وفاداری۔ دوست کی اطاعت شعاری اور اُس کی محبت و عقیدت کو پوری طرح جانتے تھے ـــــــ

۴- سیدنا عثمان غنی کو اگر کسی نے دکھ پہنچایا تو اُس کے خلاف نبرد آزما ہونا مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر انہیں قتل کیا گیا تو پھر حکومتِ وقت پر ان کے خون کا قصاص لینا ضروری ہے ـــــــ

پھر ایسے مجسمۂ نیکی و شرافت ـــــ پیکرِ شرم و حیا اور کامل انسان کے ایمان میں شک کرنا خدا و رسول سے بغاوت نہیں تو اور کیا ہے ـــــ

اور جس مردِ مومن نے اپنی ساری دولت دین و اسلام کی خدمت کے لئے اور غریبوں اور مفلسوں اور یتیموں و مسکینوں کی دستگیری کے لئے وقف کردی ہو اور جو اپنی رقم اور اپنا غلہ حاجتمندوں میں تقسیم کرتے رہے ہوں اور جنہوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی ہو اور جس کا خلق خلقِ محمدیؐ کی زندہ تصویر ہو اور جو ہر وقت اُس انتظار میں رہتے ہوں کہ دین و ملت پر کوئی آفتاد پڑے تو نبیؐ کے حکم کے مطابق اپنا تن۔ من۔ دھن نچھاور کر کے دین و دُنیا کی فلاح و سعادت حاصل کریں ایسی مقبولِ خدا اور منظورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہستی پاک پر نعوذ باللہ منافقت کا الزام لگانا اور اُن کے دین و ایمان کے مقدس دامن پر طعن و تشنیع اور مکروہ و واہیات قسم کے داغ لگانے کی کوشش کرنا بے دینی نہیں تو اور کیا ہے اور دین و اسلام کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احادیث نبویؐ میں!

شانِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۲۷۷ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰ -

حضرتِ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضطجعاً فی بیتہ کاشفا عن فخذیہ او ساقیہ - کہ ایک دن نبیؐ کریم علیہ السلام اپنے گھر میں اس حالت میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کی ران مبارک یا پنڈلیاں مبارک ننگی تھیں کہ حضرتِ ابوبکرؓ نے اجازت طلب کی۔ حضور علیہ السلام نے اندر آنے کی اجازت دے دی - اور رسولِ پاک اُسی حالت میں رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرتِ عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ نبیؐ کریم علیہ السلام نے انہیں بھی اجازت دے دی اور آپ پھر بھی اسی حالت میں رہے۔ پھر حضرت عثمانِ غنیؓ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسوّی ثیابہ - تو رسولِ معظّم علیہ السلام اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے دُرست کر لئے - یعنی اپنی برہنہ پنڈلیوں پر چادرِ مبارک دے دی ——

جب یہ تینوں حضرات چلے گئے - تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام میرا باپ ابوبکرؓ آیا تو آپ اسی حالت میں رہے اور پھر حضرت عمرؓ

لے لئے بھی۔ مگر جب حضرتِ عثمانِ غنیؓ حاضر ہوئے تو آپؐ نے کپڑے بھی ٹھیک کر لئے اور اُٹھ کر بھی بیٹھ گئے۔ تو رسولِ پاک علیہ السّلام نے فرمایا الا استحی من رجل تستحی منہ الملائکۃ۔ کہ کیا میں اس آدمی سے حیا نہ کروں جس سے خدا کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس مردِ کامل کی تعظیم و توقیر فرشتے بھی کرتے ہیں کہیں اس کی عزّت و آبرو میں کیوں فرق لاؤں ـــــــ

اس حدیثِ پاک سے کوئی یہ شبہ نہ کر بیٹھے کہ حضرتِ ابوبکرؓ اور عمرؓ سے تو نبی کریم علیہ السّلام نے شرم نہ کھائی اور اُن کی تو تعظیم و توقیر نہ کی اور نہ ہی اُن کے منصبِ جلیلہ سے انہیں ہٹانے کی کوشش کرے۔ اس لئے کہ جہاں محبّت ہوتی ہے وہاں تکلّف نہیں کیا جاتا ـــــ ان سے محبّت کا تقاضا تھا کہ کپڑا درست کرنے کا تکلّف نہ کیا اور حضرتِ عثمانؓ کے لئے ان کی طہارت و پاکیزگی اور شرم و حیا کو اور بھی روشن کرنا مقصود تھا۔ جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

ان عثمان رجل حییٌ وانی خشیت ان اذنت لہ علیٰ تلک الحال ان لا یبلغ الی فی حاجتہ۔ کہ تحقیق عثمانِ غنیؓ بہت ہی شرمیلے ہیں اور مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے اسے اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے دی تو اپنی حاجت روائی کے لئے میرے پاس نہیں آئے گا ـــــ غرضیکہ سیّد الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمانؓ کی فضیلت و عزّت اور تعظیم و توقیر کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ ان کی شرم و حیا کی صفت کو فرشتوں کے لئے بھی باعثِ رشک بنا دیا اس لئے کہ انّ الحیاء صفۃ

جمیلۃٌ من صفاتِ الملائکۃ ۔ کہ حیا فرشتوں کی صفاتِ حسنہ میں سے ایک اچھی صفت ہے لیکن میرے عثمانؓ کی حیا ایسی ہے کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں ———

حدیثِ رسولِ مقبول علیہ السّلام سے جب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سیدنا عثمانِ غنیؓ مجسّمۂ حیا ہیں ۔ پیکرِ حیا ہیں اور مرکزِ حیا ہیں تو آؤ اب احادیثِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہی حیا کی تعریف سنیں ۔ اور پھر حق و انصاف کی نگاہ سے دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ اس رشکِ ملائکہ کی شان و عظمت کی شمع کو پھونکیں مارنے والے یہ شیعہ حضرات کہاں تک بھٹکے ہوئے ہیں ———

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۸۶ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۱ ۔ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسُولِ معظّم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا الحیا من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاءُ من الجفاء والجفاء فی النار ۔ کہ حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنّت میں ہے اور بے حیائی جفا ہے اور جفا جہنّم میں ہے ۔ مطلب یہ کہ حیا دار اور شرم و غیرت رکھنے والا مسلمان جنّتی ہے اور بے حیا آدمی جہنّم میں جائیگا!

مسلم شریف مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۱ ۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۰۳ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبیٔ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ۔ الحیا لا یاتی الا بخیر ۔ دُوسری روایت میں ہے الحیاء خیر کلہ ۔ کہ حیا والا مسلمان جب بھی کوئی کام کرے گا ۔ اچھا ہی کرے گا ۔ یعنی حیا کرنے والا سوائے نیکی و بھلائی کے اور کوئی کام نہیں کرتا اور حیا تمام کی تمام نیکی ہی نیکی ہے ۔ بھلائی ہی بھلائی ہے ۔

اور ایمان ہی ایمان ہے ۔۔۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۲۔ ابن ماجہ شریف۔ حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبیؐ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ان لکل دین خلقا وخلق الاسلام الحیاءُ۔ کہ ہر دین کی کوئی صفت اور خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی صفت اور خصلت حیا ہے ۔۔۔

مذکورہ بالا احادیث مصطفےٰ علیہ السّلام سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شرم و حیا رکھنے والے مسلمان سے کبھی برائی نہیں ہو سکتی اور اس کا ہر عمل رضائے خداوندی کے عین مطابق ہو گا اور اس کا ہر قدم اور اس کی زندگی کا ہر لمحہ دین و شریعت اور حق و ہدایت کی تفسیر ہو گا۔ اس لئے کہ جب کسی مردِ مومن میں حیا و شرم کی اعلیٰ صفات پیدا ہو جاتی ہیں تو پھر وہ جب غائب الغائب خدا سے ڈر کر کوئی برا کام نہیں کرتا تو وہ یہ کیسے قبول کرے گا کہ دنیا کے انسان اس کی کسی بے حیائی پر اسے لعن طعن کریں ۔۔۔

یہ تو ایک عام مسلمان کی شان ہے تو وہ عثمانِ غنیؓ جس کی شرم و حیا فرشتوں کے لئے بھی باعثِ رشک ہو اُس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ ہو گا۔

۱۔ حیا ایمان سے ہے اور مومن جنّت میں جائے گا اور حضرتِ عثمانِ غنیؓ کامل الحیاء والایمان ہیں۔

۲۔ حیا اسلام کی صفت اور خصلت ہے۔ اور عثمانِ غنیؓ مجسمۂ حیا ہیں۔

۳۔ حیا میں نیکی ہی نیکی ہے۔ اور عثمانِ غنیؓ پیکرِ حیا ہیں!

۴۔ حیا فرشتوں کی صفات میں سے ایک اچھی صفت ہے۔ اور عثمانِ غنیؓ مرکزِ حیا ہیں۔

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۲ - حضرت ابی عمرو القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا - من یحفر بئر رومة فله الجنة فحفرها عثمان وقال من جهز جيش العسرة فله الجنة فجهز عثمانؓ ——— کہ آج جو بھی بئر رومہ کے کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا - اس کے لئے جنت ہے[1] - اور جس نے بھی جیش العسرۃ یعنی تنگی و تنگدستی کی جنگ یعنی جنگِ تبوک کے لئے تیاری کی اس کے لئے بھی جنت ہے -

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۱ - حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امام الانبیاء علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا وَهُوَ يُحُثُّ عَلَى جَيْشِ الْعُسْرَةِ اور حضور علیہ السلام جیش العسرۃ کی تیاری کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دلا رہے تھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيَّ مِائَةُ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا میرے ذمہ ایک سو اونٹ بمع اُن کے تمام ساز و سامان کے نبی کریم علیہ السلام نے پھر ترغیب دلائی - حضرت عثمان غنیؓ پھر کھڑے ہوگئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمہ دو سو اونٹ بمع ساز و سامان کے - حضور علیہ السلام نے پھر ترغیب دلائی - حضرت عثمان غنیؓ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمہ تین سو اونٹ بمع ساز و سامان کے - حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں - رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم

---

[1] حضرت عثمان غنیؓ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا -

ینزل عن المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ۔
کہ میں نے دیکھا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پاک سے نیچے اُتر رہے
تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ آج کے بعد حضرتِ عثمانؓ کے اس عمل کے بعد
اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ یعنی اس نیکی کے بعد حضرت عثمانِ
غنیؓ جو بھی چاہے کرے اُس کے اعمالِ حسنہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔
جیساکہ جنگِ بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے لئے یہ انعام ملا۔
اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ کہ اس کے بعد تم جو چاہو سو
کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صـ۵۶۱ ۔ حضرتِ عبدالرحمٰن ابن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
فرماتے ہیں جاء عثمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالف دینار
فی کمہ حین جھز جیش العسرۃ فنثرھا فی حجرہ فرأیت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یقلبہا فی حجرہ وھو یقول ماضر عثمان ما
عمل بعد الیوم مرتین ۔ کہ حضرتِ عثمانِ غنیؓ نبیٔ کریم علیہ السلام کے
پاس آئے جبکہ حضور علیہ السلام غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔
حضرتِ عثمانؓ نے ایک ہزار دینار نبیٔ پاک علیہ السلام کی جھولی میں ڈال
دئے۔ عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا
وُہ اس رقم کو اپنے دامنِ اقدس میں اُچھال رہے تھے اور فرما رہے
تھے کہ آج کے بعد حضرتِ عثمانِ غنیؓ کا ہر عمل نیک ہی ہوگا اور کوئی چیز
اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۲ ۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ ۔
مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ ۔ حضرتِ ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

ماتے ہیں۔ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ انصار کے کسی بستان میں گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دروازہ پر کھڑا کر دیا اور حکم فرمایا کہ بغیر اجازت کے کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ فجاء رجل فضرب الباب۔ پس ایک آدمی آیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے۔ جواب ملا ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ آئے ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ قال ائذن لہ وبشرہ بالجنۃ۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اجازت دے دو۔ اور ساتھ ہی اسے یعنی ابوبکرؓ کو جنت کی خوشخبری بھی دے دو۔ اور پھر عمرؓ کے لئے بھی ایسا ہی فرمایا اور پھر حضرت عثمان غنیؓ کے لئے بھی۔ گویا کہ در جنت کھلا ہے جو آئے گا اسے جنت کی خوشخبری دی جائیگی۔ حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا۔ علیٰ بلوی تصیبہ یعنی اس پر عظیم مصائب نازل ہونگے۔ حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو فحمد اللہ ثم قال اللہ المستعان کہ اللہ نگہبان ہے ــــــ

ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۲۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَۃِ رَجُلٍ لِیُصَلِّیَ عَلَیْہِ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَأَیْنَاکَ تَرَکْتَ الصَّلٰوۃَ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلَ ھٰذَا قَالَ اِنَّہٗ یُبْغِضُ عُثْمَانَ فَاَبْغَضَہُ اللّٰہُ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کا جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے اس کا جنازہ نہ پڑھایا ــــــ غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اس سے پہلے تو ہم نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کا جنازہ نہ پڑھایا ہو۔ تو نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عثمان غنیؓ کے بارے میں بغض رکھتا ہے۔ گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے بغض رکھتا ہے۔ اگر بغض علی کفر

ہے تو بغضِ عثمانؓ بھی کفر ہے ——

غزوہ تبوک اس وقت پیش آیا جبکہ مسلمانوں کے پاس نہ کوئی سامانِ خوراک تھا اور نہ ہی سامانِ جنگ۔ نہ ہی ان کے پاس گھوڑے تھے اور نہ ہی تلواریں تھیں۔ شدت کی گرمی تھی اور تنگی و عسرت کا زمانہ تھا۔ قرآنِ پاک میں اس کی تصویر یوں ہے :۔

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون۔ اور ان پر بھی کوئی الزام نہیں ہے جو مسلمان تیرے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں بھی سواریاں دو تاکہ ہم بھی جہاد کریں تو تُو نے کہا کہ میرے پاس سواریاں نہیں ہیں کہ تمہیں دوں پھر وہ واپس لوٹ گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس افسوس میں کہ ہمارے پاس بھی سواریاں ہوتی اور خرچ ہوتا ——

اور صرف یہی نہیں تھا کہ اُن کے پاس لڑنے کا سامان نہیں تھا۔ بلکہ قحط سالی تھی اور مسلمانوں کو کئی کئی دن تک کچھ کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ اس لئے اس غزوہ کو جیش العسرۃ کہا جاتا ہے ——

لیکن جب نبی کریم علیہ السّلام نے منبر پاک پر کھڑے ہو کر مصارفِ جنگ کے لئے اعلان فرمایا اور جہاد کی ترغیب دلائی تو حضرتِ عثمانِ غنیؓ نے ایک ہزار اونٹ۔ پانچسو گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد حضورِ اقدس کی خدمت میں پیش کئے گویا کہ مصارفِ جنگ کا آدھا خرچ حضرتِ عثمانِ غنیؓ نے برداشت کیا۔ پھر مدینہ منورہ میں سوائے بئر رومہ کے جو کہ ایک یہودی کی ملکیت تھا کہیں بھی پینے کے لئے صاف

اور میٹھا پانی نہیں تھا۔ حضرت عثمانِ غنیؓ نے اس کنوئیں کو بیس ہزار دینار میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا ——

تاریخ الخلفا صفحہ ۵۵۔ بحوالہ ابن سعدؒ استخلفہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم علی المدینۃ فی غزوتہ الی ذات الرقاع۔

غزوہ ذات الرقاع کے موقعہ پر حضور علیہ السّلام نے حضرتِ عثمانِ غنیؓ کو مدینہ والوں کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا ——

غزوہ تبوک میں نبی کریم علیہ السّلام نے حضرتِ علی المرتضیٰؓ کو اپنا نائب بنایا تھا اور غزوہ تبوک میں حضرتِ عثمانِ غنیؓ کو اگر اس لحاظ سے حضرت علیؓ کی بہت بڑی فضیلت مانی جاتی ہے۔ تو حضرتِ عثمانِ غنیؓ کی شان بھی کم نہیں ہے ——

آپ کے ذُوالنّورین ہونیکی وجۂ تسمیّہ

احادیث:۔ تفاسیر اور تواریخ کی کتابوں میں بہ صراحتًا موجود ہے۔ کہ حضرتِ عثمان غنی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کا لقب ذُوالنّورین ہے یعنی دُو نوروں والا —— اس کی وجہ یہ ہے کہ امام الانبیا صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی دُو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں اور آپنے ذوالنّورین لقب پایا۔ بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۳ مشکوٰت شریف صفحہ ۵۶۲۔ عن عبد اللّٰہ بن عُمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ا ما تغیّبہٗ عن بدر فانہ کانت تحتہ رقیہ بنت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم وکانت مریضۃ فقال لہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ان لک اجر رجل ممن شھد بدر۔ ترجمہ:۔ کہ حضرت عثمانِ غنیؓ جنگِ بدر میں اس لئے شریک نہ

ہو سکے کہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادی جو اُن کی زوجہ محترمہ تھی بیمار تھی۔ نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری بیٹی کی دیکھ بھال کرو۔ اور تمہیں اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ جنگ میں شریک ہونے والوں کو ملے گا ———

تاریخ الخلفاء بحوالہ بیہقی صفحہ ۱۰۵۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر بن ابان الجعفی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حسین الجعفی نے کہا کہ تو جانتا ہے حضرت عثمان غنیؓ کو ذُوالنّورین کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا لم یجمع بین ابنتی نبی منذ خلق اللہ آدم الی ان تقوم الساعۃ غیر عثمان۔ کہ حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت تک سوائے حضرتِ عثمانؓ کے کوئی انسان ایسا نہیں ہوا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے اس کے نکاح میں آئی ہوں ———

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵۔ وتزوج رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل النبوۃ وماتت عندہ فی لیالی غزوۃ بدر فتأخر عن بدر ——— کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی جناب رقیہؓ کا نکاح پہلے عثمان غنیؓ سے کیا اور وہ جنگِ بدر کے موقعہ پر فوت ہوگئیں۔ چونکہ وہ بیمار تھیں اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری بیٹی کی دیکھ بھال کرو اور جتنا ثواب واجر جنگ میں شریک ہونے والوں کو ملے گا اتنا ہی تمہیں ملے گا۔ جس دن خوشخبری فتح کی پہنچی اس دن حضرت رقیہؓ کو دفن کیا گیا ———

فزوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدھا ام کلثوم۔

پھر اس کے بعد نبیؐ پاک علیہ السلام نے اپنی دوسری صاحبزادی اُمّ کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا ———

صفحہ ۱۰۵۔ ابن عساکر کے حوالہ سے حضرتِ علی المرتضیٰؓ سے کسی نے پوچھا

حضرت عثمان رضؓ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ فقال ذالك امرء يدعى
فی الملاء الاعلیٰ ذوالنورين كان ختن رسول الله علىٰ ابنتيه
حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ حقیقت ہے کہ آسمانوں پر بھی ان کا لقب
ذوالنورین ہے اور نبیؐ کریم علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں کی بدولت
حضور علیہ السلام کے داماد ہیں ——

تاریخ الخلاء صفحہ ۱۰۸ بحوالہ طبرانی حضرت عصمۃ بن مالک، فرماتے
ہیں لما ماتت بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت عثمان
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم زوجوا عثمان لوكان لى
ثالثة لزوجته وما زوجته الا بالوحى من الله —— کہ نبیؐ کریم
علیہ السلام کی دوسری صاحبزادی بھی جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھی فوت
ہو گئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میری تیسری بیٹی بھی اس کے بعد
ہوتی تو میں وہ بھی اللہ کے حکم اور منشائے الٰہی کے تحت عثمانؓ کے نکاح
میں دے دیتا ——

صفحہ ابن عساکر کے حوالہ سے اور حضرت علیؓ کی زبانی فرماتے ہیں میں
نے نبیؐ کریم علیہ السلام سے سنا يقول لعثمان لوان لى اربعين ابنة
زوجتك واحدة بعد واحدة - کہ آپ نے عثمان غنیؓ سے فرمایا کہ اگر
میری چالیس ۴۰ بیٹیاں بھی ہوتیں تو ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے
بعد تیسری تیرے نکاح میں دے دیتا ——

ان روشن حقائق کے باوجود بھی شیعہ حضرات کی علمی بد دیانتی
اور جہالت ہے کہ یہ لوگ بغض عثمانؓ میں اتنے گمراہ ہو چکے ہیں کہ رسول
معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی یعنی حضرت خاتون جنت

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کو تسلیم کرتے ہیں اور حضور علیہ السّلام کی دوسری تین لڑکیوں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان کی اپنی معتبر کتابوں سے نبی کریم علیہ السّلام کی چار صاحبزادیاں ثابت ہیں ـــــ

اُصولِ کافی جلد ا صفحہ ۴۳۹ ثقفتہ الاسلام ابُو جعفر محمّد یعقوب ابن الاسحاق الکلینی الرازی - وتزوّج خدیجۃ فولد لہ منہا قبل مبعثہ القاسم ورقیّہ وزینب وام کلثوم وولد لہ بعد المبعث الطیّب والطاھر وفاطمہ علیہا السلام ـــــ کہ نبیؐ پاک علیہ السّلام نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا اور مبعوث ہونے سے پہلے جناب خدیجہؓ کے بطن پاک سے قاسم - رقیہؓ - زینب اور اُمّ کلثوم پیدا ہوئے اور بعد از مبعث طیب - طاہر اور فاطمہ پیدا ہوئے ـــــ

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۸۸ - مطبوعہ طہران - ملّا باقر مجلسی بسند معتبر از حضرت صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ است کہ از برائے رسولِ خدا علیہ السّلام از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و اُمّ کلثوم و رقیّہ و زینب ـــــ و فاطمہؓ را بحضرت امیر المومنین تزویج نمودند و تزویج کرد بابو العاص بن ربیعہ کہ از بنی اُمیہ بُود زینب را - و بعثمان بن عفان اُمّ کلثوم را و پیش از آنکہ بخانہ (نعوذ باللہ) آں ملعون برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد از او حضرت رقیہ را باو تزویج نمود ـــــ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت معتبر ثابت ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن مبارک سے نبیؐ کریم علیہ السّلام کے لئے طاہر - قاسم - فاطمہ - اُمّ کلثوم - رقیہ اور زینب پیدا ہوئے - حضرت فاطمہؓ کا نکاح امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا اور زینبؓ کا

ح ابوالعاصؓ سے کر دیا اور اُمِ کلثومؓ کا نکاح عثمانؓ بن عفان سے کیا،
ابھی وہ عثمانؓ ملعون نعوذ باللہ۔ استغفر اللہ کے گھر نہ گئی تھیں کہ فوت
تھیں اور اس کے بعد حضرتِ رقیہؓ کا نکاح بھی عثمانؓ سے کر دیا ــــــ
شیعہ مجتہدین نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں
یں اور یہ بھی مان لیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے
ضرتِ عثمانؓ بن عفان کے نکاح میں آئیں۔ یعنی اُمِ کلثومؓ و رقیہؓ لیکن کیسی
قیانہ انداز سے تسلیم کیا ہے ــــــ ذرا شیعہ مجتہدین کی غلیظ زبان ملاحظہ
۔ کہ عثمان غنیؓ کو یعنی دامادِ مصطفےٰ علیہ السلام کو ملعون لکھا ہے ــــــ ذرا اپنے
پ کو شیعہ پاک تُولہ کہنے والوں کی زبان تو دیکھو کتنی گندی۔ غلیظ اور
پاک ہے ــــــ
نہج البلاغۃ خطبات علی المرتضیٰؓ جلد ا صفحہ ۳۷۴ ۔ وما فضلیۃ علیہما
ا لصہر فلانہ تزوج ببنتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رقیہ و ام کلثوم توفیت الاولیٰ فزوجہ النبی بالثانیۃ ولذا سمی
ذا النورین ــــــ کہ حضرتِ عثمان غنیؓ کی ابوبکرؓ و عمرؓ رشتہ کے لحاظ سے اس
لئے فضیلت زیادہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام دو صاحبزادیاں یعنی رقیہؓ و
اُمِ کلثومؓ اُن کے نکاح میں دیں۔ پہلی فوت ہو گئی تو دوسری بیٹی کا نکاح کر دیا۔
ذرا امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر تو غور کرو۔ کہ حضور
علیہ السلام نے کس انداز اور احسن طریقہ سے حضرتِ ابوبکر صدیقؓ اور
حضرتِ عمر فاروقؓ کو سسر بنا لیا۔ اور حضرتِ علی المرتضیٰؓ اور حضرتِ عثمان
غنیؓ کو داماد ــــــ جب یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے اور فریقین کی کتابوں
سے پوری طرح ثابت ہے تو پھر ان میں جھگڑا کیسا ــــــ لڑائی کیوں ــــــ

مخالفت کہاں کی ـــــ دشمنی کیا اور رنجش کیسی۔ ـــــ یہ سب کچھ موجودہ
ذاکروں کی من گھڑت کہانیاں ہیں اور شیعہ علماء کے فرضی افسانے ہیں۔ ـــــ
اس لئے کہ قرآنِ پاک تو اعلان کرتا ہے کہ رحماء بینہم ـــ کہ یہ
تمام لوگ آپس میں رحیم تھے۔ یار تھے۔ دوست تھے اور ساتھی تھے۔
اور یہ کہتے ہیں کہ وہ آپس میں لڑتے تھے ـــــ جھگڑتے تھے ـــــ ایک
دوسرے کے دشمن تھے اور مخالف تھے ـــــ

بھلا کہاں قرآن اور کہاں ذاکروں کا ہذیان ـــــ

قرآن پاک میں ہے:۔

قُل لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ۔ کہ اے میرے محبوب پاک
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو فرما دو۔

ازواج اور بنات دونوں صیغے جمع کے ہیں اور جمع کم از کم
تین سے شروع ہوتی ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہوتی۔
لہٰذا قرآن پاک سے بھی ثابت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک
صاحبزادی نہیں تھی بلکہ زیادہ تھیں۔ یعنی چار تھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
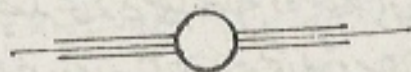
شہادت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۳ ۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحُدا ومعہ ابوبکر وعمر وعثمان فرجف فقال اسکن اُحُدُ اظنہ ضربہ برجلہ فلیس علیک الا نبی وصدیق وشہیدان ——— نبی کریم علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے ہمراہ اُحد پہاڑ پر چڑھے ۔ جلالِ نبوتؐ اور رُعبِ رسالت کے باعث اُحد پہاڑ حرکت کرنے لگا ۔ حضور علیہ السلام نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر فرمایا ۔ اُحد ٹھہر جا اس لئے کہ تجھ پہ ایک نبیؐ ہے ۔ ایک صدیقؓ ہے ۔ اور دو شہید ہیں ۔ یعنی عمرؓ و عثمانؓ ——— پہاڑ ٹھہر گیا ———

بخاری شریف کی اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح نبی کریم علیہ السلام نے حضرت امام حسینؓ کی شہادت کی خبر پہلے ہی دے دی تھی اسی طرح حضرت عثمانِ غنیؓ کی شہادت کی اطلاع بھی پہلے دے دی تھی ——— اور پھر جب باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا تو اُس وقت بھی آپ نے فرمایا تھا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ایک دن نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم علی ثبیر مکۃ ومعہ ابوبکر وعمر وانا اور حضورؐ کے ساتھ ابوبکر اور عمرؓ اور میں تھا ——— فتحرک الجبل ——— پس پہاڑ حرکت میں آ گیا یہاں تک کہ اس کے پتھر گرنے لگے ۔ تو حضورؐ علیہ السلام نے اپنا پاؤں مبارک مار

کر فرمایا ـــــ اسکن ثبیر فانما علیک نبی و صدیق و شھیدان۔
کہ اے ثبیر ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ہے۔ ایک صدیقؓ ہے اور دوؓ شہید ہیں۔
تمام نے کہا کہ ہاں ـــــ تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔
ورب کعبۃ انی شھید ثلاثا کہ ربِّ کعبہ کی قسم میں شہید ہوں۔ اور
یہ الفاظ تین بار کہے[1]۔ سیدنا عثمانِ غنیؓ کی شہادتِ پاک کے اسباب پر
اگر غور و فکر کیا جائے۔ تو میرے نزدیک صرف ابنِ سبا کی وہ تحریک
ہے جو اُس نے اسلام کے خلاف منظم طریقہ سے محبتِ اہلِ بیت کا لبادہ اوڑھ
کر چلائی تھی۔ یہ مکّار و عیّار اور دشمنِ اسلام ظاہر میں مسلمان ہو چکا تھا،
لیکن اس لئے نہیں کہ اس دینِ فطرت کی کوئی خدمت کرے بلکہ محض اس
لئے کہ مسلمان ہو کر گھر کا بھیدی ہو جاؤں گا اور پھر اسلام اور اہلِ اسلام
کو ہر قدم پر نقصان پہنچا کر اپنے شیطانی جذبہ کی تکمیل کر سکوں گا۔ نبیٔ اکرمؐ۔
صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کے زمانہ مبارک تک اس کی ابلیسانہ چالیں
دبی رہیں مگر حضرتِ عثمانِ غنیؓ کے عہدِ خلافت میں حالات نے پلٹا کھایا تو اُسے
بھی اپنی شیطانی سیاست چلانے کا موقعہ مل گیا ـــــ
ابنِ سبا مدینہ سے نکل کر بصرہ پہنچا اور حکیم بن جبلہ کے پاس ٹھہرا۔
اس کا کام ذمیوں کو لوٹنا اور ڈاکہ ڈالنا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں
ابنِ سبا نے حکیم بن جبلہ کے ذریعہ سے اپنے ہم خیالوں کی ایک جماعت
تیار کر لی۔ اور اس طرح یہ صنعا کا یہودی جو بظاہر مسلمان ہو چکا تھا
محبتِ آلِ رسول کے لباس میں اب کھل کر میدان میں آ گیا اور اسلام
نے جو کاری ضرب یہودیوں پر لگائی تھی اس کا انتقام لینے کے لئے اپنے

---

[1] مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۳ ـ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱

اپنے فتنہ پرور نظریات اور باطل اعتقادات کی تبلیغ کرنے لگا۔ یہودی
زادا ابن سبا کے نظریات و اعتقادات یہ تھے :۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عیسیٰ السلام کی طرح دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے۔

۲۔ نبی کا ایک خلیفہ اور وصی ہوتا ہے اور رسولِ پاک کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔

۳۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں اور حضرت علی خاتم الاوصیا ہیں۔

۴۔ خلافت کے حقدار صرف حضرتِ علیؓ تھے۔ یہ ظلم ہے کہ انہیں خلافت سے ابھی تک محروم رکھا جا رہا ہے۔

۵۔ حضرتِ عثمانؓ کو قتل یا معزول کرکے حضرتِ علیؓ کو خلیفہ بنایا جائے!

بس یہاں سے شیعہ تحریک کی ابتدا ہوتی ہے جو آج تک انہیں اعتقادات و نظریات کی بنیاد پر کام کر رہی ہے اور اسی تحریک کو آہستہ آہستہ مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے۔ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ان سے بغض و عناد اور نفرت و عداوت کا اصلی سبب یہی ابن سبا کی اصحابہ کرامؓ بالفاظِ دیگر اسلام دشمنی کی خفیہ اور منظم سازش ہے۔

آخر اس مکار و عیار کی شیطانی چالیں کام آگئیں اور پھر عثمانِ غنیؓ یعنی دین و اسلام کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور کوفہ، بصرہ اور مصر کے باغی حج بیت اللہ کا بہانہ بنا کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ ـــــ

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان سازشی و باغی گروہ میں خلافت پر اتفاق

نہ ہو سکا۔ کوفی حضرت زبیرؓ کو۔ بصری حضرت طلحہؓ کو اور مصری حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور اس سازش و بغاوت کا سرغنہ تو ابن سبا تھا اور جو لوگ اس میں شریک ہو کر مدینہ آگئے تھے ان میں حکیم بن جبلہ العبدی جس کے پاس سب سے پہلے ابن سبا جا کر ٹھہرا تھا۔ محمد بن ابی حذیفہ کنانہ ابن بشر۔ ابن عدیس العلوی اور سدوسی بن قیس اللثی تھے باغیوں نے پہلے مسجد نبوی میں جمعہ کے خطبہ کے دوران خلیفۃ المسلمین پر پتھر برسائے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰؓ نے انہیں واپس کر دیا۔ لیکن دوسرے دن باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ تم واپس کیوں آگئے ہو؟

انہوں نے جواب دیا خلیفہ نے اپنے غلام کے ہاتھ مصر کے عامل کے نام ایک خط لکھا ہے کہ جونہی یہ لوگ مصر آئیں انہیں قتل کر دیا جائے اور یہ ہے غلام۔ یہ ہے عثمانؓ کا اونٹ اور یہ ہے خط ——

حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ نے امیر المومنینؓ سے اس خط کی بابت پوچھا۔ آپ نے قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھائی۔ کہ یہ خط نہ میں نے لکھا ہے اور نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ ہی مجھے کوئی علم ہے ——

لیکن باغی پوری تیاری اور اٹل ارادہ سے آئے تھے انہوں نے کہا کہ جس انسان کا یہ حال ہو کہ اسے نہ اپنی مہر خلافت کا پتہ ہو وہ خلافت کا اہل نہیں —— بہتر یہ ہے کہ آپ خود بخود خلافت سے دستبردار ہو جائیں

حضرت عثمانؓ نے فرمایا —— اللہ تعالیٰ نے جو خلعت مجھے پہنائی ہے میں اسے خود نہیں اتاروں گا۔ باغیوں نے پھر کہا اگر تم خلافت نہ چھوڑو گے تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے اور راستہ روکنے والوں کا بھی مقابلہ

دیں گے امیر المومنین نے فرمایا۔ میں اپنی جان دے دوں گا مگر خلافت
نبیہ سے کنارہ کش نہیں ہوں گا ——

اور تمہارے مقابلہ میں کوئی نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ میں کسی کو
تمہارے خلاف لڑنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر
تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر قیامت تک اسلام کا شیرازہ بکھرا ہی رہے گا۔
اور پھر آپ نے ایک طویل تقریر فرمائی ——

میں تمہیں حلف دے کر پوچھتا ہوں اور قرآن و اسلام کو گواہ بنا
کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ میں بئر رومہ کے سوا میٹھے پانی
کا کوئی کنواں نہیں تھا اور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بھی اس
زمین کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرے گا۔ وہ جنتی ہے تو میں
نے اسے خرید کر وقف کر دیا اور آج تم مجھے اس کنوئیں سے پانی نہیں
پینے دیتے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے جیش العسرہ کا پورا سامان کیا
تھا —— کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام نے جب مسجد کی
توسیعت کے لئے فرمایا کہ کون ہے جو زمین کا ٹکڑا خرید کر اپنا گھر بہشت
میں بنائے تو میں نے ایسا کیا۔ اور کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ایک دن
میں۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ رسول معظم کے ساتھ کوہ حرا پر چڑھنے۔ پہاڑ
حرکت کرنے لگا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ اے حرا ٹھہر جا۔
تجھ پر ایک نبی۔ ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ پھر ان لوگوں سے خدا و
اسلام کو گواہ بنا کر پوچھتا ہوں جو بیعت رضوان میں موجود تھے کہ جب
حضور علیہ السلام نے مجھے مشرکین مکہ کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے بھیجا تھا

تو آپ نے اپنے دستِ مبارک کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے بیعت لی تھی۔ تمام نے ہر بات کی تصدیق کی اور جو کچھ آپ نے فرمایا سب نے درست تسلیم کیا مگر پھر بھی ان پتھر دل باغیوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔[1]

حضرت علی المرتضیٰؓ کو جب یہ بات پہنچی کہ باغی عثمانِ غنیؓ کو شہید کرنا چاہتے ہیں فقال للحسن والحسین اذھبا بسیفکما حتی تقوما علی باب عثمان فلا تدعا احدا یصل الیہ۔ تو آپ نے حضرت حسنؓ و حسینؓ کو فرمایا کہ تلواریں پکڑ کر عثمانِ غنیؓ کے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان تک نہ پہنچنے دینا۔[2]

ان کے علاوہ زبیرؓ نے اپنے بیٹے کو۔ طلحہؓ نے اپنے لڑکے کو اور بہت سے صحابہ رسول نے اپنے اپنے صاحبزادوں کو حضرتِ عثمان غنیؓ کی حفاظت کے لئے بھیجا۔

جب بلوائیوں نے یہ کیفیت دیکھی اور امیر المومنین کی حفاظت و مدد کے لئے ہاشمی جوانوں کو دیکھا تو انہوں نے حضرتِ عثمانؓ کے مکان پر تیر چلانے شروع کر دئے اور پہلا تیر حضرتِ حسنؓ کے بازو پر لگا جس سے ان کا خون بہنے لگا اور دوسرا تیر محمد بن طلحہؓ کو لگا اس کا بھی لہو نکل آیا اور تیسرا قنبر کے بدن پر لگا جو حضرتِ علی المرتضیٰؓ کا غلام تھا۔ باغیوں نے جب حضرتِ حسنؓ کا خون بہتے دیکھا تو انہیں خوف ہوا۔ کہ اگر بنی ہاشم حسنؓ کے خون اور حسینؓ کے زخم کو دیکھیں گے۔ تو ہمارے مقابلہ کو نکل آئیں گے اور پھر ہم اپنے مقصد میں کبھی بھی کامیاب نہیں

---

[1] مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۱۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱۔ الریاض النضرہ ابی جعفر الشہیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۷۔ [2] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۳۔ الریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۔

ہوسکیں گے تو وہ مکان کی پچھلی جانب سے دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے۔[1]
سب سے پہلے محمد بن ابوبکر نے خلیفۃ المسلمین کی ریش مبارک پکڑی
آپ نے فرمایا۔ بھتیجے اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ محمد بن ابوبکر کو
حیا آگئی۔ وہ نکل گیا اور پھر نظر نہیں آیا۔ پھر تلوار کا پہلا وار کنانہ بن
بشر نے کیا ——

آپ قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے —— آپ کی وفادار زوجہ
محترمہ حضرت نائیلہ پاس بیٹھی تھی —— اس نے اپنے ہاتھ پر تلوار کا
وار روکا —— تین انگلیاں کٹ گئیں —— اِدھر آپ کی زبانِ
پاک قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت کر رہی تھی فسیکفیکھم اللّٰہ
وھو السمیع العلیم اُدھر اس ظالم کا دوسرا وار ہوا ——
آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا —— گردن کٹ گئی ——
اور خون کے قطرے قرآنِ پاک پر پڑے —— دو دن تک نعش
مبارک بے گور و کفن پڑی رہی —— پھر اس فرمانروائے اسلام
اور محسنِ اسلام کو بغیر غسل کے انہیں خون آلود کپڑوں میں جنت
البقیع کے قریب حشِ کوکب میں دفن کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

یہ حسنِ اتفاق ہے کہ امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ
تعالےٰ عنہ کی شہادت بھی ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ہوئی اور آج
جبکہ میں نے آپ کی شہادتِ پاک کا مضمون ختم کیا ہو۔ تو بھی ۱۸ ذی الحجہ
اور جمعہ کا دن ہے ——

سوال پیدا ہوتا ہے کہ باغیوں کے بار بار کہنے پر کہ خلافت سے

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۳ - ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ -

دستبردار ہو جائیں ورنہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عثمانِ غنی رضی نہیں
فرماتے ہیں کہ میں جان دے دوں گا مگر خلافتِ اسلامیہ سے دستبردار نہیں
ہوں گا اور مجھے جو خلعت پہنائی گئی ہے جیتے جی اسے نہیں اتاروں گا کیا
انہیں خلافت کی اتنی ہی ہوس تھی کہ بارہ سال میں بھی پوری نہ ہوئی تھی؟
جواب یہ ہے کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں تھا ــــ نہ تو انہیں خلافت کی
حرص تھی اور نہ ہی حکومت کی ہوس ــــ بلکہ وہ تو فرمانِ مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا کر رہے تھے ــــ اور انہیں اپنی جان پیاری
نہیں تھی نبی کا فرمان عزیز تھا ــــ اور وہ فرمانِ مصطفےٰ یہ ہے ــ
مشکوٰۃ شریف صفحہ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔ اُم المومنین
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی سے فرمایا لعل اللہ یقمصك قمیصا فان
ارادوك علی خلعه فلا تخلعه لهم ــــ کہ خدا تعالیٰ تجھے ایک قمیص
پہنائے گا پس اگر لوگ تجھے وہ قمیص اتارنے کو کہیں تو ہرگز نہ اتارنا۔
یعنی خلافت و نیابت تجھے عطا ہو گی اور لوگ تجھ سے اس منصب سے
دستبردار ہونے کا مطالبہ کریں گے مگر دستبردار نہ ہونا ــــ
مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۲۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ ــــ
حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے بعد پیدا ہونے والے فتنوں کا ذکر فرمایا فقال یُقتلُ هٰذا
فیها مظلوما لعثمان ــــ پھر فرمایا کہ ان فتنوں میں یہ عثمان مظلومیت
کی حالت میں قتل ہو گا۔ ابی سہلہ جو کہ حضرتِ عثمانِ غنی رضی کا غلام تھا کہتا
ہے کہ جس دن ان کا محاصرہ کر لیا گیا اُس دن انہوں نے مجھ سے کہا کہ

میں نے تو اس دن کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا۔ کہ جنگ وجدال نہیں کروں گا، اس لئے میں صابر ہوں اور صبر ہی کروں گا۔
اور پھر ایسا ہی ہوا ـــــــ کئی دن تک پانی بند رہا مگر اُف تک نہ کی ـــــــ پندرہ دن تک محصور رہے لیکن مطمئن رہے، گردن کٹوا لی مگر مقابلہ نہیں کیا ـــــــ جان دے دی۔ لیکن عہد نہیں توڑا ـــــــ شہید ہو گئے۔ مگر فرمانِ مصطفٰے کے خلاف نہیں کیا ـــــــ
حضرت عثمانِ ذوالنورین کی شہادت سے جو حقیقت واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے آخری وقت تک ان کی حفاظت کی اور انہیں بچانے کی ہر ممکن کوششیں کی، یہاں تک کہ اپنے دونوں شہزادوں حسنؓ وحسینؓ کو تلواریں دے کر ان کے دروازہ پر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ تمہارے ہوتے ہوئے کوئی دشمن ـــــــ کوئی باغی اور ظالم عثمانؓ کے قریب نہ جائے ـــــــ
شیعہ حضرات بتائیں کہ کیا یہ آپس میں مخالفت۔ دشمنی۔ نفرت اور عداوت کی دلیل ہے یا باہمی محبت و پیار۔ اُلفت و یگانگت اور اتفاق و سلوک کا ثبوت ہے؟ ـــــــ
اپنے دشمن کی حفاظت۔ اپنے مخالف کی حمایت۔ اپنے بدخواہ کی طرفداری اور اپنے مقابل کی خیر خواہی کون کرتا ہے؟ ـــــــ
یہاں تک کہ حضرت عثمانِ غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنے شہزادوں حسنؓ وحسینؓ سے فرمایا کَیْفَ قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْتُمَا عَلَی الْبَابِ ـــــــ کہ تمہارے دروازہ پر پہرہ دینے کے باوجود امیرالمومنینؓ کیسے قتل ہو گئے۔ وَرَفَعَ یَدَہٗ فَلَطَمَ الْحَسَنَ وَضَرَبَ

صَدْرَ الْحُسَيْنِ وَ شَتَمَ مُحَمَّدَ بن طلحہ وعبد اللہ بن الزبیر

اور غصہ میں حضرتِ حسنؓ کے منہ پر طمانچہ اور حضرتِ حسینؓ کے سینہ پر تھپڑ

مارا۔ اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن الزبیر کو بُرا بھلا کہا۔[1]

شہادت عثمانؓ اور شہادت حسینؓ

شہادتِ امام حسینؓ اور شہادتِ عثمان غنیؓ کا اگر بغض و عناد اور کینہ و تعصب سے دُور رہ کر موازنہ کیا جائے تو دونوں میں کئی طرح کی مناسبت پائی جاتی ہے :۔

۱ ۔ حضرتِ حسینؓ کی شہادت کی خبر بھی رسولِ پاک نے پہلے ہی دے دی تھی۔ جنابِ عثمانِ غنیؓ کی شہادت کی اطلاع بھی نبی کریم علیہ السلام نے پہلے ہی دے دی تھی ۔۔۔۔۔

۲ ۔ حضرتِ حسینؓ بھی انتہائی مظلومیت کے عالم میں شہید ہوئے اور

۳ ۔ جنابِ عثمانِ ذوالنورین بھی اسی حالت میں شہید ہوئے ۔ جنابِ حسینؓ پر بھی پانی بند کیا گیا اور حضرتِ عثمانِ غنیؓ پر بھی ! ۔۔۔۔۔

۴ ۔ ان کے خیموں کا محاصرہ کیا گیا اور ان کے مکان کا ۔۔۔۔۔

۵ ۔ ان کے خیمے جلائے گئے اور ان کا گھر نذرِ آتش کیا گیا ۔۔۔۔۔

۶ ۔ حضرتِ حسینؓ کے لئے بھی نہ غسل تھا اور نہ کفن اور جنابِ عثمان غنیؓ کے لئے بھی نہ غسل تھا اور نہ کفن ۔۔۔۔۔

۷ ۔ نواسۂ رسول کے گلے پر خنجر چلا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے ۔ اور دامادِ رسول کی گردن پر تلوار چلی تو وہ قرآن پڑھ رہے تھے ۔۔۔۔۔

۸ ۔ سبطِ پیمبر کے خون کے قطرے کربلا کے میدان میں گرے اور رفیق

---

[1] تاریخ الخلفا صفحہ ۱۱۳ ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶

پیغمبر کے لہو کے چھینٹے خدا کے قرآن پر گرے ——

۔ اُن کے غم میں بھی فرشتوں نے سوگ منایا۔ اور اُن کے قتل پر بھی ملائکہ نے افسوس کیا ——

۔ علیؑ کے لال کی شہادت پر بھی جنّوں نے نوحہ کیا اور نبیؐ کے یار کی موت پر بھی جنّوں نے آہ و بکا کی ——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدح اصحابہ کرامؓ بزبان علی المرتضیٰؓ

قرآن وحدیث کی روشنی ـــــ کتاب وسنت کی ضیا ـــــ تفسیر وتاریخ کی نور اور معتبر روایات کی چاندنی میں اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان و عظمت ـــــ عزت وتوقیر اور تعریف وتوصیف لکھنے کے بعد آ ئیے اب پتہ کریں کہ شیعہ حضرات رسولِ مکرم علیہ السلام کے جن وفادار ساتھیوں ـــــ جانثار غلاموں ـــــ فرمانبردار یاروں اور اطاعت شعار دوستوں کو نعوذ باللہ کافر ومنافق کہتے ہیں اور اپنے تعصب وعناد اور اپنی جہالت وکم علمی کی بنا پر جن کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اپنے ذاکروں سے من گھڑت کہانیاں واہیات حکائتیں اور بے معنی روایات سن کر ان پر تبرا بازی کرتے ہیں اور انہیں گالیاں دیتے ان کی عزت وتوقیر اور عظمت وفضیلت حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کے نزدیک کیا ہے اور آپ کی زبانِ پاک ان کی مدح وثنا اور تعریف و توصیف کس انداز سے کرتی ہے ـ

نہج البلاغۃ جلد اول صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ مصر ـ حضرت علیؓ فرماتے ہیں :ـ

لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَرَى أَحَدًا مِنْهُمْ يُشْبِهُهُ ـ لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ شُعْثًا غُبْرًا ـ وَقَدْ بَاتُوا سُجَّدًا وَقِيَامًا يُرَاوِحُونَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُودِهِمْ ـ رُكَبَ الْمِعْزَى مِنْ طُولِ سُجُودِهِمْ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ

ترجمہ:۔ البتہ تحقیق میں نے اصحاب رسول علیہ السلام کی مثل کوئی
ان نہیں دیکھا۔ وہ صبح اٹھتے تو ان کے چہرے غبار آلود ہوتے تھے اور وہ
سجدوں اور قیام میں گزارتے تھے۔ ان کی پیشانیوں اور ان کے رخسارو
روں کے نشان ہوتے تھے۔ طویل اور لمبے لمبے سجدوں اور عبادت الٰہی
ضطرب ہونے اور کثرت حرکت کے باعث ان کی پنڈلیاں زانوؤں سے ملی
ی ہوتی تھیں۔ اور جب ان کے پاس اللہ کا ذکر کیا جاتا تو ان کی آنکھیں
بار ہو جاتی ہیں۔

نہج البلاغۃ جلد اول صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں:۔

مرہ العیون من البکاء خمص البطون من الصیام ذبل الشفاہ
الدعاء صفر الالوان من السہر علی وجوھہم غبرۃ الخاشعین۔
لئک اخوانی الذاھبون فحق لنا ان نظما الیہم۔ ونعض الایدی
فراقہم ان الشیطان یسنی لکم طرقہ ویرید ان یحل دینکم
ۃ عقدۃ۔ ویعطیکم بالجماعۃ الفرقۃ فاصدقوا عن نزغاتہ
ثاتہ۔ واقبلوا النصیحۃ ممن اھداھا الیکم واعقلوھا علی انفسکم۔

ترجمہ:۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابہ کو دیکھا ہے۔ زیادہ
نے کے باعث ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں یا سفید ہو گئی تھیں۔ روزہ کے
عث ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو
تھے۔ شب بیداری کے سبب ان کے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ کثرت سجود
وجہ سے ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے۔
و گزر گئے۔ ہمارا حق یہ ہے کہ ان سے ملاقات کی پیاس رکھیں۔ ان کے فراق
دانتوں سے ہاتھ کاٹیں شیطان تمہارے لئے راستہ پیدا کرتا ہے اور

چاہتا ہے کہ دین کی رسّی کو پارہ پارہ کر دے اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے۔ تم اس کے وسواس سے بچو۔ اور اپنے راہنما کی بات مانو اور اپنے دلوں میں گرہ کر لو۔ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے اصحابِ عظام کی شان میں یہ الفاظ کتنے ایمان افروز اور دلکش ہیں جنہیں شیعہ حضرات اگر صحیح تسلیم کر لیں تو ان کے دلوں سے بھی تعصّب کا غبار مٹ سکتا ہے اور آنکھوں سے نفرت کی پٹی اُتر سکتی ہے ـــــ مگر وہ لوگ جو قرآن و حدیث کو نہیں مانتے۔ حضرتِ علی المرتضیٰ رضؓ کے خطبات کو کیا سمجھتے ہیں۔ امیر المومنین نے اپنے اس خطبہ میں جس پیارے انداز میں سیدھا راستہ بتایا ہے۔ اور صحیح منزل کی نشاندہی کی ہے۔ وہ صرف شیعہ حضرات کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری نسلِ انسانی کے لئے درسِ عمل ہے ـــــ

اور آپ نے اس خطبہ میں جو اولادِ آدم کو سبق دیا ہے وہ یہ ہے کہ اصحابِ کرام رضؓ کی عظمت و شان کو تسلیم کر لیا جائے۔ ان کی توقیر و توصیف سے انکار نہ کیا جائے اور ان کے محاسن و فضائل کو سچے دل سے مان لیا جائے
وگرنہ دوسری صورت میں شیطان یہ چاہتا ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں میں اصحابِ رسول کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر کے دین و اسلام کی رسّی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور جماعت میں تفرقہ پیدا کر کے ایک ایسا فرقہ بنایا جائے جو اصحابِ رسول سے دشمنی ـــــ اُن کی مخالفت اور ان کے فضائل و محاسن کا منکر ہو ـــــ اور پھر آخر میں حضرتِ علی رضؓ نے شیطان کی ان چالوں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہوئے اپنے راہنما کی بات ماننے پر زور دیا ہے۔

نہج البلاغتہ جلد اوّل صفحہ ۴۰ مطبوعہ مصر:۔ وَ رَضِينَا عَنِ اللّٰهِ قَضَاءَهُ وَ سَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهُ ـ اَتَرَانِي اَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

اللہ لا انا اول من صدقہ فلا اکون اول من کذب علیہ۔

کہ ہم ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت کا جو فیصلہ اللہ نے کر دیا ہے۔ اس پر راضی ہیں۔ اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔ میں ان کی خلافت کا انکار کر کے خدا رسول خدا کی تصدیق کی اور اب میں ہی سب سے پہلے ان کی تکذیب کروں۔

شرح حاشیہ:۔ فاطاع الامر فی بیعۃ ابی بکر و عمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پس ابوبکر۔ عمر اور عثمان کی بیعت کے فیصلہ کی اطاعت کرنا ضروری اور لازمی امر ہے۔

نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر:۔

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علیٰ ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماما کان ذالک للہ رضیٰ۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ جن لوگوں نے ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی تھی انہیں لوگوں نے میری بیعت کی ہے۔ اب کسی حاضر یا غائب کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ اس کی مخالفت کرے۔ بیشک شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ اور جس شخص پر جمع ہو کر یہ لوگ اسے اپنا امام بنالیں اللہ کی رضامندی بھی اسی میں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کے اس خط سے شیعہ حضرات کا یہ اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے کہ خلافت الٰہیہ مشورہ۔ انتخاب اور اجماع امت سے نہیں ہوا کرتا ــــ جب امیر المومنینؓ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ باہمی مشورہ۔ انتخاب اور

اجماعِ اُمّت سے جس شخص کو امام بنا لیا جائے پھر اس کی خلافت و امامت برحق ہوتی ہے۔ اور کسی کو اس کی مخالفت کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور اسی اجماع و مشورہ میں اللہ کی رضامندی بھی ہوتی ہے ـــــ اس لئے کہ جب اللہ تعالےٰ نے قرآنِ پاک میں خود ہی یہ حکم فرما دیا ہے وشاورھم فی الامر۔ کہ اے میرے محبوبِ پاک علیہ السّلام دین و دُنیا کے امور میں اپنے اچھے غلاموں سے مشورہ کر لیا کرو۔ اور ـــــ وامرھم شوریٰ بینھم ـــــ
کہ باہمی مشوروں اور اجماعِ اُمّت سے جو فیصلے ہوں گے وہ دُرست ہونگے۔
غرضیکہ حضرتِ علیؓ کے کہنے کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ابُو بکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت و امامت برحق تھی۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور اجماع سے معرضِ وجُود میں آئی اور آپس میں مشورہ کرنا حکمِ خداوندی ہے۔ اور اسی میں رضائے الٰہی ہے ؂

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علیؓ پل صراط سے گُزرنے کے لئے پرچی اسے دے گا۔ جسے حضرتِ ابو بکرؓ سے مُحبّت ہوگی۔

حضرتِ علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر ابو بکرؓ کا نام صدیق رکھا ہے۔

حضرتِ علی علیہ السّلام نے فرمایا۔ خدا کی قسم اللہ کریم نے آسمان سے ہی ابو بکرؓ کا نام صدیق نازل کیا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا۔ کہ حضرت عُمرؓ کی زبان سے سکونِ دل اور اطمینانِ قلب کے سوا اور کچھ بیان نہیں ہوتا۔

حضرتِ علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرتِ عثمانِ غنیؓ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آئیں یعنی رقیہؓ و اُمِّ کلثومؓ
حضرتِ علیؓ نے حضرتِ عثمانؓ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ؂

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن اور علیؓ

اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیؓ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ۔ کہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؓ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں حوضِ کوثر تک جدا نہیں ہوں گے۔[1]

لیکن نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کے علاوہ قرآن پاک کی کئی ایسی آیات بھی ہیں۔ جو داماد مصطفےٰ علیہ السلام اور ایمان کل کے حق میں نازل ہوئیں۔ مثلاً پارہ ۶۔ سورۃ المائدہ۔ آیت ۵۵

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ بے شک تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہی ہیں جو قائم کرتے ہیں نماز اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور وہ جھکے ہوئے ہوتے ہیں (اللہ کے سامنے)

تفسیر کبیر۔ جلد ۳ صفحہ ۴۱۹۔ پوری بحث کرنے کے بعد امام فخر الدین رازیؒ اور تفسیر خازن۔ جلد ۱۔ صفحہ ۵۰۲۔ علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی روض الریاحین جلد ۲۔ صفحہ ۴۲۷ لکھتے ہیں:۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہَا نَزَلَتْ فِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت پاک حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ آیت

---

[1] تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۲۳

کریمہ نازل ہوئی۔ تو میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا رایت علیا تصدق بخاتمہ علی محتاج وھو راکع فنحن نتولاہ۔ کہ میں نے علیؓ کو رکوع کی حالت میں ایک محتاج کو اپنی انگوٹھی صدقہ دیتے دیکھا ہے۔ پس ہم نے اسے اپنا مددگار بنا لیا ہے۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا صَلٰوۃَ الظُّھْرِ فَسَالَ سَائِلٌ فِی الْمَسْجِدِ فَلَمْ یُعْطِہٖ اَحَدٌ فَرَفَعَ السَّائِلُ یَدَہٗ اِلَی السَّمَاءِ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَنِّیْ سَاَلْتُ فِیْ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا اَعْطَانِیْ اَحَدٌ شَیْئًا۔

وعلی علیہ السلام کان راکعا فاوما الیہ بخنصرہ الیمنی وکان فیھا خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم۔ کہ میں نے ایک دن ظہر کی نماز حضور علیہ السلام کے ساتھ پڑھی ——— پس ایک سوالی نے مسجد میں آکر سوال کیا۔ لیکن اسے کسی نے بھی کچھ نہ دیا ——— پھر اس سوالی نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کی اے اللہ تو گواہ ہے کہ میں نے تیرے رسول کی مسجد میں سوال کیا ہے۔ مگر مجھے کسی نے بھی کچھ نہیں دیا ہے ——— اور حضرت علی علیہ السلام اس وقت رکوع میں تھے انہوں نے اپنی دائیں انگلی کا اشارہ کیا ——— اور اس انگلی میں انگوٹھی تھی ——— پس وہ سوالی آگے بڑھا اور اس نے علیؑ کی انگلی سے انگوٹھی اتار لی ———

پارہ ۱۰۔ سورۃ التوبہ۔ آیت ۱۹:۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔

ترجمہ:۔ کیا تم لوگ حاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کو آباد رکھنے کو

اس شخص کی خدمات جیسا سمجھتے ہو۔ جو اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور پھر وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک تو ایک دوسرے کے برابر نہیں ہے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تفسیر کبیر۔ جلد ۴۔ صفحہ ۱۱۴۔ یہ آیتِ پاک حضرت علی المرتضیٰؑ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب اور طلحہؓ بن شیبہ کے حق میں نازل ہوئی:۔

افتخر طلحۃ بن شیبہ والعباس وعلی۔ فقال طلحۃ انا صاحب البیت بیدی مفتاحہ وقال العباس انا صاحب السقایۃ والقائم علیہا وقال علی انا صاحب الجہاد فانزل اللہ تعالیٰ ھذہ الآیۃ۔

کہ طلحہؓ بن شیبہ۔ عباسؓ اور علی المرتضیٰؑ نے اپنے اپنے کردار و اعمال پر فخر کیا۔ چنانچہ طلحہؓ نے کہا کہ میں خانہ کعبہ کا کنجی بردار اور متولی ہوں حضرت عباسؓ نے کہا۔ کہ آبِ زمزم کا میں محافظ ہوں۔ اور حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اور حضرت علیؑ نے کہا۔ کہ میں نے اللہ کی راہ میں جہاد کئے ہیں —— پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کریمہ میں خداوندِ تعالیٰ نے نہایت ہی پیارے انداز اور محبت بھرے الفاظ میں حضرتِ علی المرتضیٰ علیہ السلام کی توقیر و عظمت اور شان و فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص اس بات پر فخر نہ کرے۔ کہ میں خانہ کعبہ کا کنجی بردار اور متولی ہوں اور کوئی انسان اس بات پر کبھی ناز نہ کرے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ ہاں البتہ اگر کوئی شخص اس بات پر اور اپنے اس کردار و عمل پر فخر کرے۔ کہ میں نے اللہ کی راہ میں کئی جہاد کئے ہیں۔ تو یہ ناز اور فخر اس کا حق ہے۔

اس لئے کہ خانہ کعبہ کا متولی ہونا اور حاجیوں کو پانی پلانا تو کوئی کمال

نہیں ـــــ کمال تو یہ ہے کہ دین و اسلام کی سربلندی ۔ حق و صداقت کی حفاظت ـــــ قرآن و ایمان کی رکھوالی اور توحید و رسالت کی پاسبانی کے لئے اپنے مال و جان کی بازی لگا دے اور کفر و باطل کی ظلمتوں میں حق و اسلام کی شمع روشن کرنے کے لئے ـــــ ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت کے چراغ جلانے اور فسق و فجور کے اندھیروں میں نیکی و شرافت کا نور پھیلانے کے لئے اپنے سر پر کفن باندھ کر میدانِ جہاد میں کود پڑے ـــــ

اور یہ جذبہ و کمال اور ایسی جرأت و شجاعت شیرِ خدا کی نس نس میں سمائی ہوئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک اور اوّل سے لے کر آخر تک اسلام و کفر کا کوئی معرکہ ایسا نہیں ہے ۔ جس میں اسد اللہ الغالب کی شمشیرِ حیدری نے کفر و باطل کے لشکریوں کا خون نہ پیا ہو ۔ اور غزوہ اُحد سے لیکر فتح مکہ تک شیرِ خدا کی تیغِ براں کبھی اُحد کے میدان میں لشکر باطل پر صاعقہ بن کر چمکی اور کبھی معرکۂ بدر میں ولید و عتبہ پر بجلی بن کر گری ـــــ کبھی اس کی تلوار نے مرحب کے ٹکڑے کرکے درِ خیبر کو توڑا اور کبھی ابنِ ودّ کو موت کی آغوش میں سُلا کر لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَار کا نشانِ حیدر حاصل کیا ـــــ

غرضیکہ بتانا یہ مقصود ہے ۔ کہ تم میں سے افضل و برتر وہ ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور خانۂ کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے ۔

پارہ ع۲۹ ۔ سورۃ الدھر ۔ آیت نمبر ۸ ۔ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ۝ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝

ترجمہ: - وہ پوری کرتے ہیں اپنی منتیں اور ڈرتے رہتے ہیں اُس دن سے جس کی مصیبت ہر جگہ پھیلی ہوئی ہوگی - اور وہ کھلاتے ہیں کھانا اُس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔

تفسیر کبیر جلد ۸ - صفحہ ۲۸۶ - امام فخر الدین رازیؒ اس آیت پاک کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - ان الحسن والحسین علیہما السلام مرضا فعادھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ حضرتِ حسنؓ و جناب حسینؓ ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ حضور علیہ السلام اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا لو نذرت علی ولدک کہ ان دونوں شہزادوں کی شفا کے لئے کوئی نذر مانو۔ پس حضرت علیؓ سیدہ فاطمہؓ اور اُن کی کنیز فضہ نے یہ نذر مانی ان یصوموا ثلاثۃ ایام فشفیا ـــــ کہ تین روزے رکھیں گے۔ اللہ کریم نے انہیں شفا بخش دی - اور اُن کے پاس کچھ کھانے کو نہیں تھا۔ حضرت علیؓ نے شمعون الخیبری یہودی سے کچھ جَو اُدھار لئے۔ فطبخت فاطمۃ صاعا۔ حضرتِ خاتونِ جنت نے ان میں سے تھوڑے سے پکائے اور اپنے سامنے رکھ کر روزہ افطار کرنے کا انتظار کرنے لگے ـــــ فوقف علیہم سائل فقال السلام علیکم اھل بیت محمد مسکین من مساکین المسلمین اطعمونی اطعمکم اللہ۔ پس ایک سوالی آگیا اور اس نے کہا۔ اے اہل بیتِ محمدؐ السلام علیکم۔ میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں۔ مجھے کھانا کھلاؤ۔ اللہ کریم تمہیں کھلائے گا ـــــ وہ کھانا اس مسکین کو کھلا دیا۔ اور خود پانی سے روزہ افطار کیا اور رات بھر بھوکے رہے - صبح کو پھر روزہ رکھا اور شام کو جب روزہ افطار کرنے لگے تو وقف علیہم یتیما۔ ایک

یتیم آگیا۔ وہ کھانا بھی اسے دے دیا۔ پھر تیسرے دن ایک قیدی آگیا۔ اور وہ کھانا بھی اسے دے دیا۔ فَلَمَّا اَصْبَحُوْا اَخَذَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِیَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَدَخَلُوْا عَلَی الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَبْصَرَ ھُمْ وَھُمْ یَرْتَعِشُوْنَ کَالْفِرَاخِ مِنْ شِدَّۃِ الْجُوْعِ۔ پس جب صبح ہوئی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ نے حسن و حسین کا ہاتھ پکڑا۔ اور نبیؐ اکرم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حالت یہ تھی۔ کہ بھوک کی وجہ سے پارہ کی طرح کانپ رہے تھے۔ خاتونِ جنّت مسجد کے محراب سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور چہرۂ انور پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ رحمتِ دو عالم علیہ السلام نے تمام کو پیار کیا۔ اور حضرتِ جبرئیل علیہ السلام قرآنِ پاک کی یہ آیت مبارکہ لے کر حاضر ہوئے ——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث اور علیؓ

شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جہاں قرآنِ مجید کی متعدد آیات نازل ہوئیں وہاں احادیثِ نبوی بھی ان کی توصیف و توقیر اور عظمت و شان کی گواہ ہیں اور نبوت کی زبانِ پاک نے جو مقام اور منصب عطا کیا ہے اس کے پیشِ نظر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے۔ کہ محمدؐ نبی ہے اور یہ علیؓ ولی ——— وہ مصطفےٰ ہے اور یہ علیؓ ——— وہ امام الانبیا ہے اور یہ امام الاولیا ——— اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی نبی نہ ہوتا اور اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی ولی نہ ہوتا ——— فقر و درویشی اور طریقت و معرفت کے چاروں سلسلے نقشبندی۔ چشتی۔ سہروردی اور قادری حضرت علی علیہ السلام کے ہی آفتابِ ولایت کی کرنیں ہیں ———

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ والد گرامی کا نام عمران اور کنیت ابو طالب ہے ——— آپ کعبہ میں پیدا ہوئے ——— اللہ تعالیٰ نے ان کی جبینِ پاک کو بت پرستی سے داغدار نہ ہونے دیا ——— نہیں بلکہ جب تک اپنی ماں کے بطنِ مبارک میں رہے۔ اُسے بھی بتوں کے آگے جھکنے نہ دیا ———

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ حضرت علامہ صفوریؒ امام نسفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔ اَنَّہٗ کَانَ یَتعرض فی بطن اُمّہ فیمنعھا

مِنَ السُّجُوْدِ لِلصَّنَمِ اِذَا اَرَادَتْ ذَالِكَ ۔ کہ آپ کی والدہ جب بھی کبھی کسی بُت کو سجدہ کرنے کا ارادہ کرتیں ۔ تو حضرتِ علیؓ روک دیتے تھے ۔

مکہ مکرمہ کی فلک بوس پہاڑیوں کے دامن میں اللہ کے گھر خانہ کعبہ کے اردگرد عرب کے مشہور و نامور قبیلوں کے لوگوں کا ہجوم تھا اور ہر قبیلہ کا سردار پوری شان و شوکت سے اپنے قبیلے کے مردوں ، عورتوں ، بوڑھوں اور بچوں کو ساتھ لایا تھا ۔ تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ اس سردار کا وقار بلند ہے اور اس کے ماننے والے اور پیروکار بہت سے لوگ ہیں ۔ اس وقت کے عرب کے دستور کے مطابق اور اپنے آباؤ اجداد کی پرانی رسموں کے دستور کے پیشِ نظر یہ لوگ طوافِ کعبہ کر رہے تھے ـــــ ان میں حضرتِ علی المرتضیٰؓ کی والدہ بھی شریک تھیں ۔ جو اپنے صدفِ بطن میں اسلام کا ایک بیش بہا اور گرانقدر موتی چھپائے ہوئے اس ہنگامہ ہائے حیاتِ انسانی اور شورِ دنیا سے بےخبر خانہ کعبہ کی مقدس دیوار کے سایہ میں اپنے دل کی گہرائیوں میں حزن و ملال کا ایک طوفان اور اپنی پیشانی پر خفت و ندامت کے آثار لئے سر جھکائے بیٹھی تھی ـــــ کیونکہ آثارِ ولادت پیدا ہو چکے تھے ۔ اور قانونِ قدرت کے مطابق دردِ زہ شروع ہو چکا تھا ۔ اور وہ سوچ رہی تھیں کہ یہاں کوئی حجاب نہیں ـــــ کوئی پردہ نہیں اور کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے ـــــ ایک ہنگامہ ہے ۔ ایک شور ہے ـــــ ایک میلہ ہے ـــــ لوگوں کا اژدحام ہے ۔ ایسی حالت میں کہاں جاؤں ـــــ کدھر جاؤں اور کیا کروں ـــــ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ کعبہ کی دیوار میں شگاف پیدا ہو گیا ـــــ دیوارِ کعبہ پھٹ گئی اور غیب سے ندا آئی کہ اے فاطمہ بنتِ اسد کعبہ کے اندر آجا ـــــ آپ کعبہ کے اندر چلی گئیں ۔ اور

مولودِ کعبہ —— کعبہ میں پیدا ہوا ؎

کسے را میسّر نہ شود ایں سعادت

بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

کہ قیامت تک کوئی ماں ایسا فرزند نہیں جنے گی۔ جو پیدا کعبہ میں ہو اور شہید مسجد میں ——

جنابِ خلیق قریشی لائل پور کے ایک با ذوق ادیب با ہوش خطیب اور صاحب دل شاعر ہیں۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی ولادت و شہادت کو اپنے پاکیزہ تخیّلات میں اس طرح ادا کیا ہے ؎

تائیدِ حق میں پہلی شہادت علیؓ کی ہے

پیغمبری نبی کی ولایت علیؓ کی ہے

مولا بھی محترم ہے ولد بھی محترم

کعبہ ہے اور جائے ولادت علیؓ کی ہے

مولودِ کعبہ کے لئے مشہد بھی خوب تھا

مسجد میں اللہ اللہ شہادت علیؓ کی ہے

کعبہ سے ابتدا ہے تو مسجد پہ انتہا

مرقوم ذوحرم میں حکایت علیؓ کی ہے

امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اطلاع دی گئی —— وہ تشریف لائے —— ابھی تک شیرِ خدا نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں —— نبیؐ نے علیؓ کو گود میں اُٹھایا اور خود ہی نہلایا اور سیا تھ ہی فرمایا۔ کہ آج علیؓ کو پہلا غسل میں دے رہا ہوں اور کل آخری غسل مجھے علیؓ دے گا —— پھر نبیؐ کریم علیہ السّلام نے اپنی زبانِ مبارک علیؓ کے منہ میں دی —— علیؓ نے

آنکھیں کھول دیں ؎

اِدھر آغوش کی حسرت اُدھر دیدار کا ارمان!
علیؓ نے کھول دیں آنکھیں نبیؐ نے گود پھیلائی

جوان ہونے کے بعد ایک دن نبیؐ اکرم علیہ السلام نے علیؓ سے پوچھا کہ تُو نے میرے آنے سے پہلے آنکھیں کیوں نہ کھولیں ——— عرض کی ——— آقا علیؓ کی تمنا یہ تھی۔ کہ میری آنکھ کھلے تو میری پہلی نگاہ رُخِ مصطفیٰؐ پر پڑے ——— اس حقیقت کے بعد یہ کہنا کہ علیؓ مسلمان پیدا ہوئے حقیقت کے عین مطابق ہے ——— اُنہوں نے آنکھیں اسلام کے ماحول میں کھولیں ——— نہیں بلکہ آغوشِ اسلام میں ——— اور اس گھر میں پرورش پائی جہاں سے اسلام دین کے چشمے پھوٹے ——— نہیں بلکہ ——— اسلام علیؓ ہے اور علیؓ اسلام ہے ———

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۴ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ - حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا - اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا ——— یا دُوسری حدیث میں ہے ——— اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا - کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے - حکمت کی تعریف یہ ہے کہ عالم موجودات کو طاقتِ بشری سے کما حقہ جاننا[1]

تفسیر رُوح البیان جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ و فی انفسکم افلا تبصرون کے تحت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں - کہ بعض لوگوں نے نبیؐ کریم علیہ السلام

---

[1] اخلاق جلالی - علامہ دوانی - اور جب حضرت علیؓ بابِ علم و حکمت ہیں - تو پھر اس عالم کو دوسرے کا علم بھی انہیں ضرور تھا۔

کے علمِ غیب پر اعتراض کیا ـــــ حضرت علیؓ کو پتہ چلا ـــــ آپ نے شہر مدینہ میں منادی کرا دی ـــــ تمام لوگ مسجدِ نبوی میں جمع ہو گئے۔ تو آپ منبرِ رسولؐ پر کھڑے ہو گئے ـــــ اور فرمایا کہ آسے میرے نبیؐ کے علم پر اعتراض کرنے والو ـــــ میں نبی نہیں ـــــ علی ہوں اور نبیؐ کا غلام ہوں ـــــ اور پھر فرمایا۔ سَلُوْنِیْ عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ ـــــ کہ آج مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو۔ میں تمہیں عرش کی باتیں بھی بتا دوں گا۔ ایک آدمی کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ جب آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ تو بتاؤ ـــــ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ يَا عَلِیُّ۔ کہ اے علیؓ ـــــ کیا تُو نے اپنے ربّ کو کبھی دیکھا ہے؟ حضرت علی علیہ السّلام جوش میں آ گئے۔ اور فرمایا خدا کی قسم! میں ایک سجدہ کرتا ہوں اور دُوسرا اس وقت تک نہیں کرتا۔ جبتک کہ میں خدا کو نہ دیکھ لوں ـــــ

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۰۔ قَالَ عَلِیٌّ سَلُوْنِیْ عَنْ طُرُقِ السَّمٰوٰتِ فَاِنِّیْ اَعْلَمُ بِهَا مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ ـــــ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ مجھ سے پوچھو۔ میں زمین و آسمانوں کی ہر چیز کو جانتا ہوں۔ فَجَاءَ جِبْرِیْلُ فِیْ صُوْرَةِ رَجُلٍ۔ پس حضرت جبریل علیہ السّلام انسانی صورت میں آ گئے۔ اور کہا اگر تم اپنے دعویٰ علم میں سچّے ہو۔ تو بتاؤ اس وقت جبریلؑ کہاں ہے؟ حضرت شیرِ خُدا نے زمین و آسمانوں پر نظر ڈالی۔ مشرق و مغرب کو دیکھا۔ شمال و جنوب کا مشاہدہ کیا۔ اور عالمِ موجودات کا ملاحظہ کیا ـــــ اور پھر مسکرا کر فرمایا۔ کہ جبریلؑ تم ہی ہو ـــــ

پھر کسی نے فاتحِ خیبر سے پوچھا۔ کہ آپ کو اتنا علم کہاں سے اور کیسے آ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ نبی کریم علیہ السّلام کے لعابِ دہن یعنی پاک تھوک کا صدقہ ہے۔

اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۳۱ - باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخ عبدالحق محقق و محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ نے جواب دیا — چوں غسل دادہ شد آنحضرت را جمع شد آب در پلکہائے وے پس بر داشتم من بزبان خود آں را فرو بردم — کہ جب میں نے نبی کریم علیہ السلام کو آخری غسل دیا۔ تو پانی کے چند قطرے سرورِ کونین علیہ السلام کی مقدس پلکوں پر ٹھہرے رہے۔ تو میں نے انہیں اپنی زبان سے چوس لیا — بس پھر کیا تھا۔ علم و عرفان اور حکمت و ادراک کا سمندر میرے سینے میں ٹھاٹھیں مارنے لگا —

بخاری شریف جلد ۱ ۔ صفحہ ۵۲۵ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ — کہ اے علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۴ ۔ ترمذی شریف جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۱۳ ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنَّ عَلِیًّا مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ بَعْدِیْ — اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں — اور وہ میرے بعد ہر مومن کا والی۔ مددگار اور ساتھی ہے — اور جس کا میں محبوب ۔ مددگار۔ ولی ہوں اس کا علیؓ ولی و مددگار اور محبوب ہے۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی قربت ۔ تعلقات ۔ رشتہ داری اور محبت کی بنا پر یہ سب کچھ فرمایا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس لئے کہ علی المرتضیٰؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور پھر

م الانبیاء علیہ السلام نے اُن کی پرورش اپنی آغوشِ نبوت میں کی تھی۔

بنی لفظِ کُن سے یہ مخلوق کل   گیا نُورِ احمد سے یہ راز کھل

فرش سے عرش تک اُٹھا پھر یہ غل ——— کہ

محمدؐ گل است و علیؓ بوئے گل

کہ محمدؐ پھول ہے اور علیؓ اس پھول کی خوشبو ہے اور خوشبو اپنے

پھول کے اندر ہوتی ہے ——

اَنَا مِنْ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مِّنِّی۔

میں علیؓ سے ہُوں اور علیؓ مجھ سے ہے۔

شیعہ حضرات انہیں احادیثِ مبارکہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی خلافتِ اوّل کا استدلال پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ مولا کا

معنٰی خلیفہ ہے اور اس سے مُراد ولی بالتصرف ہے۔ حالانکہ مولا کے کئی

معنے ہیں ——

قاموس جلد ۴۔ صفحہ ۳۰۲۔ المولیٰ —— المالک والعبد و

الصاحب۔ والناصر والمحب والتابع والصہر —— مولا کے معنے

مالک۔ غلام۔ صاحب۔ محب۔ مددگار۔ تابع۔ اور قریبی رشتہ دار

کے ہیں۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۹۔ اسم المولیٰ یقع علی الرب والمالک

والسیّد والناصر والمحب —— کہ مولا کا اسم ربّ۔ مالک۔ سردار۔

ناصر اور محبّ کے معانی میں آتا ہے —— جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے

پارہ ۲۸۔ سُورۃ التحریم۔ آیت ۴: وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ۔

ترجمہ :- اور اگر تم دونوں نے اس پر یعنی میرے محبوب پاک پر چڑھائی کی تو اللہ۔ جبرئیلؑ۔ نیک مومنین اور تمام فرشتے اس کے مددگار وناصر ہیں۔

اس آیت میں مولا کا لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور بقولِ شیعہ حضرات اگر مولا کا معنٰہ خلیفہ لیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی خلیفہ ماننا پڑے گا۔

دوسری آیت میں ہے۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فانصرنا علی القوم الکافرین کہ اے اللہ تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ ہمیں کافروں پر مدد ونصرت فرما۔ یہاں بھی مولا کا لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۵۔ حضرت ابن المنکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جو کہ حضور علیہ السلام کے غلام تھے یا بعض کے نزدیک ام المومنین حضرتِ ام سلمہؓ کے غلام تھے۔ ان سفینۃ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ رُوم کے جنگل میں قافلہ سے بچھڑ کر تنہا رہ گئے۔ فاذا ھو بالاسد فقال یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ اچانک ان کے سامنے ایک شیر آگیا۔ اُنہوں نے شیر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اے ابا الحارث (شیر کی کنیت) میں رسولِ خدا کا غلام ہُوں۔ شیر نے سفینہ کے قدم چُومے اور سفینہ کے آگے آگے چل کر انہیں قافلہ سے ملا دیا۔ یہاں مولیٰ کے معنٰہ غلام آیا ہے۔

تو جس ایک لفظ کے کئی معانی ہوں اور وہ کئی معانی میں مشترک ہو اور استعمال ہوتا ہو۔ تو وہ کسی دعوٰی کی دلیل نہیں بن سکتا۔ جبکہ یہ لفظ قریبی۔ بچازاد بھائی۔ پڑوسی۔ حلیف۔ ساتھی اور بیٹا پر بولا جاتا ہے۔

تو مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فعلی مولا کا یہی معنٰی ہوگا۔ کہ جس کا میں والی۔ مددگار اور دوست ہوں۔ اُس کا علیؓ بھی والی۔ مددگار اور دوست ہے اور اس معنٰی کا قرینہ بھی اسی حدیثِ پاک میں موجود ہے۔ جسے شیعہ حضرات قصداً چھوڑ جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔ کہ اے اللہ جو علیؓ سے محبت کرے اور اسے دوست رکھے۔ تو بھی اس سے محبت کر اور اسے دوست رکھ اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔ تو بھی اس سے دشمنی رکھ ——

پھر حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرتِ علی المرتضیٰ علیہ السّلام سے ملے اور کہا اے علیؓ تجھے مبارک ہو۔ اس لئے کہ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلیٰ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ۔ کہ تم نے صبح اس شان وعظمت اور اس مقام و منصبِ عالی سے کی ہے۔ کہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے والی۔ مددگار اور محبوب ہو ——

اور پھر حضرتِ علیؓ کو نبیٔ کریم علیہ السّلام کی طرف سے ایسا عظیم الشان رتبہ منصب اور مقام ملنے پر عمر فاروق کا انہیں مبارکباد دینا کیا یہ دونوں کی دشمنی وعداوت کی دلیل ہے یا محبت و پیار اور دوستی واخلاص کا ثبوت۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ ۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۲۷۔

حضرتِ عمار بن یاسر وابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَقُّ عَلِیٍّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ حَقُّ الْوَالِدِ عَلَی الْوَلَدِ۔ کہ تمام مسلمانوں پر حضرت علیؓ کا حق ایسے ہے۔ جیسے باپ کا حق بیٹے پر۔ مطلب یہ کہ حضرتِ علی المرتضیٰؓ مسلمانوں کے لئے ایک مشفق باپ کی حیثیت رکھتے ہیں —— اور کتنا بدبخت ہے وہ بیٹا جو اپنے باپ کی عزت وتوقیر اور

اس کا ادب و احترام نہ کرے اور کتنا بد فطرت ہے وہ مسلمان جو فاتح خیبر کے مقام و منصب کو نہ پہچانے اور ان کی شانِ اقدس میں بے ادبی و گستاخی کرے۔

ریاض النضر۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۷۔ عن سلیمان ـــــ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کنت انا و علی نوراً بین یدی اللہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم قسم ذالک النور جزئین فجزء انا و جزء علی۔

جناب سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اکرم علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں اور علیؓ خداوند تعالیٰ کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار پہلے ایک نور تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور پاک کو تقسیم کرکے دو ٹکڑے کئے۔ پس ایک ٹکڑا میں ہوں۔ اور دوسرا علیؓ ـــــ

تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۰۔ طبرانی کے حوالے سے۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اَلنَّاسُ مِنْ شَجَرٍ شَتّٰی وَ اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ شَجَرٍ وَّاحِدٍ۔ کہ تمام انسان مختلف اشجار سے ہیں اور میں اور علیؓ ایک ہی شجر سے ہیں۔

ریاض النضرۃ جلد ۲۔ صفحہ ۲۳۳۔ ابی جعفر احمد الشہیر بالمحب الطبریؒ۔ حضرت قیس بن حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ التقی ابو بکر الصدیق و علی بن ابی طالب فتبسم ابو بکر فقال لہ مالک تبسمت قال سمعت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول لا یجوز احد الصراط الا من کتب لہ علی الجواز۔

ترجمہ:۔ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی ملاقات

ہوئی ـــــ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ کو دیکھ کر مسکرائے ـــــ حضرت علیؓ نے پوچھا مسکرانے کا سبب کیا ہے ـــــ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ کہ میں نے نبیؐ کریم علیہ السلام سے یہ سنا ہے۔ کہ قیامت کے دن پل صراط سے آسانی سے وہی گزرے گا۔ جسے علیؓ پرچی دے گا ـــــ گنہ گارو! آؤ ـــــ بدکارو آگے بڑھو ـــــ سیہ کارو ہوش کرو اور بدعملو وٹرو ـــــ اگر پل صراط سے آسانی سے گزرنا چاہتے ہو اور حشر کے میدان کی اس خطرناک منزل کو اچھلتے۔ کودتے اور ہنستے اور مسکراتے پار کرنا چاہتے ہو۔ تو دلوں میں محبتِ علیؓ پیدا کرو ـــــ ان کے دامن کو تھام لو ـــــ ان کے منصب و مقام کو پہچانو ـــــ ان سے دوستی پیدا کرو۔ اور ان کے کردار و اعمال کے راستہ پر چلو ـــــ

مدارج النبوت جلد ۲۔ صفحہ ۳۸۵۔ شیخ عبدالحق محقق و محدثؒ۔ فتح مکہ کے بعد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پورے جاہ و جلال اور بڑی شان و شوکت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ـــــ اللہ کے گھر خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش ہوتی تھی ـــــ اللہ کی طرف سے حکم آیا ـــــ میرے گھر کو بتوں سے پاک کرو ـــــ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی پکڑی اور بتوں کو توڑنے لگے۔ لات و منات کے ٹکڑے ہو رہے تھے اور جبل و عزیٰ ٹوٹ رہے تھے اور کملی والے کی زبانِ اقدس پر قرآن پاک کی یہ آیت جاری تھی

وقل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

قریب قریب والے۔ نزدیک نزدیک والے اور پاس پاس والے بت سرورِ دو جہاں نے توڑ دئے۔

پھر بُت اونچے تھے ــــــ نبیٔ اکرم علیہ السّلام کا دستِ مُبارک وہاں تک نہیں پہنچتا ــــــ امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بلند آواز سے پکارا ــــــ آیْنَ عَلِیٌّ ــــــ کہ علیؓ کہاں ہے؟ صدائے نبوت سُن کر شیرِ خدا حاضر ہُوئے ــــــ عرض کی آقا حکم ہو ــــــ فرمایا ان باقی بتوں کو توڑ دو ــــــ حضرت علیؓ نے عرض کی حضور ــــــ وُہ بھی آپؐ نے ہی توڑے ہیں۔ یہ بھی آپؐ ہی توڑیں ــــــ

فرمایا ــــــ میرا ہاتھ نہیں پہنچتا ــــــ

عرض کی ــــــ آقا ــــــ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ کی بھی سمجھ نہیں آتی ــــــ یہاں کہتے ہو۔ کہ میرا بتوں تک ہاتھ نہیں پہنچتا۔ اور وہاں اُنگلی کا اشارہ کرو تو چودھویں رات کے چاند کے ٹکڑے کر دو ــــــ

فرمایا ــــــ علیؓ نبوت کا راز ہے ــــــ

عرض کی آقا ــــــ اگر آپ کا ہاتھ نہیں پہنچتا تو نہ سہی ــــــ مَیں بیٹھ جاتا ہُوں۔ آپ میری پُشت پر سوار ہو کر بُتوں کو توڑ دو ــــــ

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ــــــ علیؓ ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن اگرچہ شیرِ خدا ہو۔ مگر تم سے نبوت کا بوجھ اُٹھایا نہیں جائے گا ــــــ

حضرتِ علی علیہ السّلام نے عرض کی۔ آقا تو پھر کیا کیا جائے۔

فرمایا۔ ــــــ مَیں بیٹھ جاتا ہُوں۔ اور تم میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر بُتوں کو توڑ دو ــــــ

پھر تاجدارِ دو جہاں بیٹھ گئے۔ اور حضرت علیؓ آپؐ کے کندھوں پر کھڑے ہو کر بُتوں کو توڑنے لگے ــــــ

نیچے سے نبی اکرم علیہ السّلام نے پُوچھا ــــــ علیؓ کہاں تک پہنچ گئے ہو؟

عرض کی آقا حکم ہو۔ تو عرشِ عظیم کے پائے کو پکڑ کر کھینچ لاؤں ——
بُت ٹوٹ گئے —— حضرتِ علیؓ نیچے اُترے اور مسکرانے لگے ——
کملی والے نے پوچھا علیؓ —— مسکراتے کیوں ہو؟
عرض کی۔ آقا میں نے عرشِ اعظم سے چھلانگ لگائی ہے۔ مگر مجھے کچھ بھی نہیں ہُوا ——
حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ چڑھایا میں نے تھا اور اُتارا جبریلؑ نے ہے ——
الرّیاض النضرة۔ جلد ۲ —— تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۱۔ النظر الی علی عبادۃ —— کہ علیؓ کو دیکھنا عبادت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجاعتِ علیؓ

شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں علم و حکمت کا سرچشمہ ——— حق و ہدایت کا مرکز ——— لطف و کرم کا پیکر ——— طہارت و نفاست کا مجسمہ ——— فقر و درویشی کا مطلع اور حقیقت و معرفت اور عرفان و ولایت کا منبع ہیں وہاں وہ دلیری و بہادری کی چٹان اور جانثاری و شجاعت کے کوہِ گراں بھی تھے۔ بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۲۵- مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۹- ترمذی شریف- جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۳ ———

تاریخِ اسلام میں جنگِ خیبر کو جو اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ کئی اصحابہ کرامؓ اسلام کا جھنڈا لے کر فتحِ خیبر کے لئے گئے۔ مگر ہر بار ناکام لوٹے اور خیبر کی فتح کسی کے نصیب میں نہ آئی ———
سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ سنتے کہ خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہوتا تو آپ کے رُخِ انور پر حزن و ملال کے آثار نمایاں ہو جاتے ———

آخر ایک دن رسولِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ۔ کہ کل میں اسلام کی عظمت کا جھنڈا اُسے عطا کروں گا۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ اور وہ شخص ایسا ہے۔ یحب اللّٰه و رسوله و یحبه اللّٰه و رسوله۔ کہ جو اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت رکھتے ہیں ———

زبانِ نبوّت سے یہ مژدہ جانفزا سُن کر ہر ایک کی تمنا تھی۔ کہ اسلام کا جھنڈا مجھے عطا ہو —— لیکن صبح ہُوئی۔ تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا ابن علیؓ ابن ابی طالب کہ علیؓ کہاں ہے ؟

عرض کی گئی —— اُن کی آنکھیں دُکھتی ہیں ——

حکم ہُوا —— اُسے بلاؤ ——

حضرت علیؓ حاضر ہُوئے۔ تو نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا لُعابِ دہن علیؓ کی آنکھوں پر لگا دیا ——

علیؓ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں —— آشوبِ چشم جاتا رہا۔ اور مکمل شفا ہو گئی —— جیسے کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں ——

پھر سرورِ دو عالم نے اسلام کا جھنڈا علیؓ کو عطا کیا —— ذوالفقارِ حیدری کمر پر باندھی اور دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے —— بس پھر اللہ کا شیر لشکرِ اسلام لے کر خیبر کی طرف روانہ ہو گیا —— دل میں عشقِ رسولؐ تھا —— سینہ میں دین کی تڑپ —— ہاتھوں میں اسلام کا پرچم اور نگاہوں میں حُسنِ محبوب کے جلوے ! نعرۂ تکبیر سے فضائے آسمانی گونج اُٹھی ——

اور شیرِ خدا نے خیبر کی زمین پر اسلام کا علم گاڑ دیا۔ خیبر کے قلعہ قموص کا محافظ مرحب یہودی جو کفر کی دُنیا کا ایک مشہور اور زور آور۔ جنگجو اور شہ زور پہلوان تھا۔ لوہے میں غرق —— سر پر دو من وزنی خود اور ہاتھوں میں آہنی گُرز لئے ہُوئے مقابلہ میں آیا ——

حضرتِ علی علیہ السّلام نے یہ رجز پڑھا اور جنگ کے لئے آگے بڑھے۔

سَمَّتْنِی اُمِّی حَیْدَرْ کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے ——

بس پھر دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ایک اسلام کو مٹانے کے لئے اور دوسری بچانے کے لئے ـــــ ایک شمع توحید و رسالت کو بجھانے کے لئے اور دوسری جلانے کے لئے ـــــ

مرحب نے بڑی چالاکی سے وار کیا ـــــ

علیؓ نے بڑی ہوشیاری سے روکا ـــــ

اُس نے پینترہ بدلا ـــــ

اُس نے قدم بڑھایا ـــــ

مرحب نے گرز اُٹھائی ـــــ علیؓ نے ہاتھ میں پکڑلی۔ جھٹکا دیا ـــــ

گرز زمین پر گر پڑی ـــــ

پھر علیؓ کی شمشیر ہوا لہرائی ـــــ فضا میں چمکی اور بجلی کی طرح مرحب پر گری ـــــ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اُس نے پھر تلوار کا بھرپور وار کیا ـــــ علیؓ نے ڈھال پر روکا ـــــ ڈھال ٹوٹ گئی ـــــ

شیرِ خدا نے قوتِ پروردگار سے درِ خیبر کو اُکھاڑا ـــــ اُسے ڈھال بنایا۔ پھر ذوالفقارِ حیدری اُٹھی ـــــ چمکی اور گری ـــــ مرحب نے ڈھال پر روکی ـــــ مگر تلوار ڈھال کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی خود تک پہنچی ـــــ خود کو پاش پاش کرتی ہوئی سر پر آئی ـــــ سر کاٹتی ہوئی جسم تک پہنچی ـــــ جسم کو چیرتی ہوئی زمین پر گری۔ تو زمین پکار اُٹھی ـــــ

یا اللہ مجھے علیؓ کی تلوار سے بچالے ـــــ

شیرِ جلی نے جوش میں آکر قلعہ کی دیوار کو پکڑ کر زور سے ہلایا کہ زلزلہ آگیا ـــــ درِ خیبر کو چالیس گز کے فاصلہ پر پھینک دیا ـــــ

نعرۂ تکبیر کی صدا پھر گونج اٹھی ــــــ فتح و نصرت نے علیؓ کے قدم چومے
۔ شیرِ خدا کا اسلام کا پرچم خیبر کے قلعہ پر گاڑ دیا
اقبال مرحوم کہتا ہے ؎

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر
کبھی مولا علیؓ خیبر شکن عشق

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۸۔ ریاض النضرۃ جلد ۲۔ صفحہ ۲۲۷: اِنَّ عَلِیًّا حَمَلَ الْبَابَ یَوْمَ خَیْبَرَ حَتّٰی صَعِدَ الْمُسْلِمُوْنَ وَبَعْدَ ذٰلِکَ لَمْ یَحْمِلْهُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا ــــ کہ حضرت علیؓ نے فتح خیبر کے بعد جس دروازہ کو اٹھایا۔ بعد میں اُسے چالیس آدمی بھی نہ اُٹھا سکے ــــــ

اقبال مرحوم کہتا ہے ؎

تیری خاک میں ہے شرر اگر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

۔ یوں تو عہدِ رسالتؐ میں اسلام اور کفر کی کوئی جنگ ایسی نہیں ہے۔ جس میں شیرِ خدا نے اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر نہ دکھائے ہوں۔ مگر غزوہ خندق میں حضرت علیؓ نے جس جوانمردی۔ دلیری۔ استقلال اور جرأت و جانثاری کا ثبوت دیا۔ اس پر زمین والے تو کیا آسمان کے فرشتے بھی تحسین و آفرین کے پھول برساتے رہیں گے۔ اور یہی وہ جنگ ہے۔ جس میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خود محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق کھودنے میں شریک تھے۔ کفر تیس ہزار آزمودہ کار ــــ لڑاکے ــــ بہادر اور جنگجو جوان لے

کر پوری قوت و طاقت اور سامانِ حرب و ضرب سے لیس ہو کر اسلام کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے آیا تھا۔ اُن میں کفر کی دنیا کا ایک مشہور شہسوار عمرو بن ابن وُد بھی شامل تھا۔ جو ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا ——

لشکرِ باطل کے رعب و دبدبہ سے مسلمانوں کے دل دہل گئے۔ اور پھر وہی ابنِ وُد گھوڑے کو ایڑھ لگا کر اور خندق پھاند کر لشکرِ اسلام میں آن پہنچا —— اور بڑے ہی تکبر و غرور اور جوش و خروش سے پکارا ——

هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کہ کوئی ہے مسلمان مقابلہ کرنے والا؟

شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلام کی طرف نگاہ اُٹھائی —— تمام دم بخود تھے ——

اُس نے پھر پکارا —— کوئی ہے مسلمان مقابلہ کرنے والا؟
کملی والے نے پھر مسلمانوں کو دیکھا —— کوئی بھی نہ اُٹھا ——
اُس نے پھر دعوتِ جنگ دی
تو پھر خونِ حیدرؓ جوش میں آگیا —— اُٹھے —— نبیؐ کے قدم چومے —— اجازت طلب کی

نبیؐ نے اجازت دی —— علیؓ کی پیشانی کو بوسہ دیا —— اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھا —— ذوالفقارِ حیدری عطا کی —— اور فرمایا علیؓ جاؤ۔ —— اس کافر کو تیرے سپرد کیا اور تجھے اللہ کے سپرد کیا ——
صدائے اللہ اکبر سے فضا گونج اُٹھی —— علیؓ نے پھر نبیؐ کو دیکھا اور مصطفےٰؐ نے مرتضےٰؓ کو ——

پئے تعظیم جھک کر اور رہا دیؐ کی رضا لے کر
چلا میدان میں شیرِ خدا نامِ خدا لے کر

نہ سینے پہ زرہ تھی اور نہ سر پہ خود پہنا تھا۔

فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا۔

پھر ــــ یکایک دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ایک حق و اسلام کی تباہی کیلئے اور دوسری پشت پناہی کے لئے ــــ

وہ جنگی ہتھیاروں میں لپٹا ہوا تھا اور یہ رضائے الٰہی کے آگے سمٹا ہوا تھا ــــ

اس کے پاس شمشیر ــــ پٹہ ــــ بانا ــــ بانک اور کمان تھی ــــ

اس کے پاس صرف تلوار ــــ نگاہِ مصطفٰے اور قوت ایمان تھی ــــ

فولادی تلواروں کی جھنکار ــــ زہریلی شمشیروں کی چمک اور آہنی ڈھالوں کی کھڑکھڑاہٹ سے خندق کی زمین لرز اٹھی

عین اسوقت جبکہ اسلام و کفر کے دونوں بہادر اپنی اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھائی ــــ انداز جنگ دیکھا اور فرمایا بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ مَعَ الْکُفْرِ کُلِّہٖ۔ کہ وہ دیکھو آج مکمل ایمان مکمل کفر سے لڑ رہا ہے۔

مکمل ایمان علیؓ تھا اور مکمل کفر ابن وُدّ ــــ

عمرو نے تلوار اٹھائی ــــ علیؓ نے ہمت دکھائی ــــ اس نے پکارا ــــ اس نے للکارا ــــ وہ جوش میں تھا ــــ یہ ہوش میں تھا ــــ وہ غصہ میں تھر تھرا رہا تھا ــــ یہ حوصلہ میں مسکرا رہا تھا ــــ اس کی تلوار لہرائی ــــ اس کی شمشیر چمکی ــــ

اور پھر ایک دوسرے پر وار پہ وار ہونے لگے ــــ اس نے کنپٹی ماری ــــ اس نے توڑ دیا ــــ اس نے بازو بند مارا ــــ اس نے ڈھال پر اتارا ــــ وہ بھی بہادر و جرار تھا ــــ یہ بھی حیدر کرار تھا ــــ اس نے بانک ماری ــــ علیؓ نے روکی ــــ اور پھر اللہ کے شیر نے جلال میں آکر ضرب حیدری لگائی جس کی وہ تاب نہ لاسکا اور تڑپ کر زمین پر گر پڑا ــــ حضرت علی المرتضیٰؓ اس کی چھاتی پر

بیٹھ گئے اور اس کا سر کاٹ لیا ——

ایک بار پھر نعرۂ تکبیر سے فضائے آسمانی گونج اٹھی —— اس طرح غزوۂ خندق میں شیر خدا کے ہاتھوں اسلام کو کفر پر —— توحید کو شرک پر، حق کو باطل اور نیکی کو بدی پر اور انسانیت کو بربریت پر فتح و نصرت کے صلہ میں حضرت علیؓ کو دربار مصطفٰے سے یہ انعام ملا۔

ضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین۔

کہ حضرت علیؓ کی جنگ جو انہوں نے غزوۂ خندق میں لڑی تمام مسلمانوں کے اعمال سے افضل ہے ——

مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۲۲۔ لَمُبَارَزَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ أَعْمَالِ أُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ کہ جنگ خندق میں حضرت علیؓ کا لڑنا میری امت کے قیامت تک کے نیک اعمال سے افضل ہے۔ ——

تفسیر کبیر جلد ۲۔ صفحہ ۱۳۰۔ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ابن وُدّ کے ساتھ لڑتے وقت تم کیا محسوس کر رہے تھے تو شیر خدا نے جواب دیا —— آقا لَوْ كَانَ كُلُّ أَهْلِ الْعَرَبِ فِي جَانِبٍ وَأَنَا فِي جَانِبِ الْآخَرِ لَقَدَرْتُ عَلَيْهِمْ۔ کہ اگر تمام عرب کے بہادر ایک طرف ہوتے تو ان کے لئے علیؓ اکیلا ہی کافی تھا —— اور میں ان پر غالب آجاتا —— اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ اس لئے —— کہ

شاہِ مرداں، شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لَافَتیٰ اِلَّا علی لا سیف الا ذوالفقار

درویش لاہوری کہتا ہے ؎

ہو صحبت یاراں تو ابریشم کی طرح نرم
اور —— رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ کہ میرے

محبوب پاک علیہ السلام کے ساتھی ــــ غلام ــــ یار اور صحابہ کرام آپس میں رحیم و دوست ہیں اور کافروں پر غالب اور ان کے لئے دشمن ہیں ــــ

الغرض ــــ حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کی جانبازی۔ مردانگی اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ میدان جنگ میں بڑے بڑے بہادروں۔ نامور شہزوروں اور جنگجو شہسواروں کے مقابلہ میں بے دھڑک اور بے خوف و خطر نکل آتے اور قوت الٰہی کا یہ حال تھا کہ موت پر اپنا قبضہ سمجھتے تھے ــــ اکثر ایسا ہوا کہ اپنے کسی مدمقابل کو اٹھاتے تو گیند کی طرح دور پھینک دیتے ــــ اگر جلال حیدری میں کسی کا ہاتھ پکڑتے تو اس کی چیخیں نکل جاتیں ــــ قلعہ خیبر کے اس بھاری دروازہ کو اٹھا کر کتنی گز کے فاصلہ پر پھینک دیا جسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکتے تھے ــــ

یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی مؤرخ۔ کسی واقعہ نگار اور کسی تاریخ دان نے شیر خدا کی قوت و طاقت کے متعلق صحیح طور پر کچھ بھی نہیں لکھا ــــ آخر کار یہی کہنا پڑتا ہے کہ ــــ شاہِ مرداں ، شیر یزداں قوت پروردگار ــــ

مردانگی و شجاعت ایک بہت بڑا وصف ہے ــــ ایک بہت بڑا کمال ہے اور ایک بہت بڑا عطیۂ خداوندی ہے لیکن اس کے ساتھ اگر وہ خوبیاں اور اچھائیاں بھی شامل ہو جائیں جن سے شجاعت کی تکمیل ہوتی ہے تو پھر یہ وصف اور کمال اور بھی نکھر جاتا ہے ــــ اور حضرت علیؓ ان خوبیوں اور اچھائیوں کے بھی مالک تھے ــــ وہ خوبیاں اور اچھائیاں کیا ہیں ؟ میدان جنگ میں بھی ظلم و جور سے پرہیز ــــ دشمن چاہے طاقتور ہو یا کمزور اس کے ساتھ شرافت و انسانیت سے پیش آنا اور مقابلہ کے بعد دشمن سے اچھا سلوک کرنا ــــ

اور شیر خدا جب بھی کسی سے لڑے جب بھی کسی کے مقابلہ میں اترے اور جب بھی کسی حق و باطل کے معرکہ میں شریک ہوتے ۔ محض اللہ اور رسول کیلئے ۔ اسلام کی عظمت کیلئے ــــ شریعت کی پاسبانی کیلئے اور حق و صداقت کی سربلندی کیلئے ــــ ہوا و ہوس اور طمع و لالچ کبھی ان کی نیک نیتی کے قریب نہ آتے تھے ــــ

تاریخ اسلام کا ایک زریں اور مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شیر خدا ایک کافر
پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ گئے۔ اس کا سر قلم کرنے ہی والے تھے کہ اس کافر
آپ کے منہ پر تھوک دیا ــــ انہوں نے شمشیر پھینک دی اور اس کے سینہ سے
اتر گئے ــــ

کافر نے حیران ہو کر پوچھا ــــ علیؓ مجھے قتل کرنے کا اچھا موقع تھا جو تم
نے ضائع کر دیا ہے ــــ تو نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا؟
شیر خدا نے فرمایا ــــ جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو میرے نفس کو غصہ آگیا
اور اگر میں تجھے اس حالت میں قتل کرتا۔ تو یہ میرے نفسانی غصہ کی بنا پر ہوتا
اس میں خدا و رسول کی خوشنودی اور دین و اسلام کا حصہ نہ ہوتا ــــ
اور میں ــــ

شیر حقم نیست من شیر ہوا

حق و صداقت اور دین و اسلام کا شیر ہوں۔ خواہشات نفسانی اور حرص
و ہوا کا شیر نہیں ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ کی اس حق پرستی ــــ انسان دوستی اور حرص
سے پاکیزگی دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہوگیا ــــ

اور اس کے علاوہ بھی کئی بار دشمن کو موت کی ابدی نیند سلا دینے کے مواقع
ان کے ہاتھ آتے۔ مگر ایسے موقع سے فائدہ اٹھانا حضرت علیؓ نے اپنی
جانثاری۔ مردانگی اور شجاعت کی توہین سمجھی ــــ اس لئے کہ ان
کے نزدیک حقیقی فتح اور اصلی غلبہ وہی تھا جو دشمن کے مقابلہ میں ایک
بہادر و غیور اور شجاع انسان کی طرح لڑ کر حاصل کیا جاتے ــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحکیم ـــــ فتنۂ خوارج اور شہادت علی علیہ السلام

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد اہل مصر حضرت علیؓ کو
خلافت کیلئے تلاش کرتے تھے مگر وہ ان سے پیچھا چھڑانے کیلئے نخلستان میں روپوش ہو
گئے ـــــ اہل بصرہ حضرت طلحہؓ سے مطالبہ کر رہے تھے کہ آپ منصب خلافت قبول فرمائیں
مگر وہ بھی اس کیلئے آمادہ نہ ہوتے اور کوفہ والے حضرت زبیرؓ کو ڈھونڈ رہے تھے لیکن
ناکام ہوتے۔ ان تینوں حضرات سے مایوس ہو کر لوگ حضرت سعدؓ بن وقاص کے پاس
گئے خلافت کا منصب قبول کرنے کی درخواست کی مگر وہ بھی نہ مانے پھر حضرت ابن عمرؓ
کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ لیکن وہ بھی رضامند نہ ہوتے ـــــ
مسلمان عجیب کشمکش میں مبتلا تھے۔ ایک طرف حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا غم اور
قاتلوں کی تلاش اور دوسری جانب خلیفہ کا انتخاب۔ اسلام کے بہی خواہوں اور دین
کے دردمندوں نے یہ سوچ کر حضرت علیؓ سے پھر درخواست کی کہ اگر ہم بغیر خلیفہ کے
انتخاب کے ہی واپس لوٹ گئے تو مسلمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور اسلام کی
مرکزیت کو نقصان پہنچے گا ـــــ
یہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس پھر دوبارہ گئے۔ اصرار کیا بلکہ اشترؓ نے آگے بڑھ کر
حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیعت کر لی۔ مسلمان مطمئن ہو گئے اور ہر ایک کی
زبان پر یہی تھا کہ اس منصب خلافت کے اہل و سزاوار صرف حضرت علیؓ ہی ہیں ـــــ
پھر پہلے جمعہ کو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے اس دن سب سے پہلے حضرت
علیؓ کی بیعت کی ـــــ
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب خلافت تو قبول کر لیا۔ لیکن اس
کے ساتھ ہی وہ سازشیوں، باغیوں اور حاسدوں کے جال میں ایسے پھنس گئے

کہ جس سے وہ آخری دم تک نہ نکل سکے۔ شیرِ خدا کی خلافت و شہادت کے اسباب و علل پر نظر ڈالی جائے تو حسد و بغض، کینہ و تعصب، ہوا و ہوس اور نفرت و عداوت اور مخالفت و بغاوت کے سوا اور کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ــــــ

اس سازش و نفرت کو پیدا کرنے والے۔ اور عداوت و بغاوت کی آگ بھڑکانے والے کون لوگ تھے اور ان کے نام کیا تھے ــــــ بس خاموشی اور سکوت ہی اچھا ہے۔!

اے داورِ محشر میرا نامۂ اعمال نہ پوچھ
اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں۔

حیران کن بات تو یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف سب سے پہلے علَمِ بغاوت ان لوگوں نے بلند کیا جنہوں نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بہانہ بنایا قصاصِ عثمانؓ کا۔ حالانکہ قصاصِ عثمانؓ کا مطالبہ کرنے والوں کا حضرت عثمان غنیؓ سے نہ کوئی رشتہ تھا اور نہ کوئی قرابت اور نہ ہی ان میں کوئی والی تھا اور نہ کوئی وارث۔

پھر نہ تو کوئی نامزد قاتل تھا اور نہ ہی کسی کی نشاندھی کی گئی اور نہ ہی آپ کی زوجہ محترمہ حضرت نائلہ نے کسی پر شک و شبہ کا اظہار کیا۔ ایسے حالات میں خدا جانے حضرت علی المرتضیٰؓ سے قصاص کا مطالبہ کرنا کہاں تک درست تھا جبکہ حضرت علیؓ نے بار بار اعلان کیا اور عوام کو یقین دلایا کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس سازش کا کوئی علم ہے۔

ان روشن حقائق کے ہوتے ہوئے انسانی ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان لوگوں۔ نے حضرت علی علیہ السلام سے قصاصِ عثمانؓ کا مطالبہ کیوں کیا؟

تو اس کا ایک ہی جواب ہے کہ بیعتِ رضوان کی تاریخ دہرائی جا رہی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت قصاص عثمانؓ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو بیعت لی تھی۔ اس حقیقت کو زندہ کیا جا رہا تھا۔

قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کرنے والے تو حضرت عثمان غنیؓ کی اتنی بھی مدد واعانت نہ کر سکے۔ جتنی کہ حضرت علیؓ نے کی تھی۔ اکابر صحابہ کرام کے فرزندوں کے ساتھ اپنے دونوں شہزادوں حسنؓ و حسینؓ کو خلیفۃ المسلمین کے گھر کی نگہبانی پر مامور کر دیا تاکہ باغیوں کو یہ احساس ہو جائے کہ اگر انہوں نے حضرت عثمانؓ غنی کے ساتھ زیادتی کی تو یہ اسلام کے خلاف بغاوت متصور ہوگی۔۔۔۔۔

امیر المومنین محصور تھے اور حضرت علیؓ مسجد نبوی میں ۔۔۔۔۔ نماز کا وقت ہوا ۔۔۔۔۔ تو لوگوں نے آواز دی ۔۔۔۔۔

یا علیؓ ۔۔۔۔۔ آگے بڑھئے اور نماز پڑھائیے ۔۔۔۔۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ۔۔۔۔۔ امام وقت محصور ہے۔ اس لئے میں تمہاری امامت کو جائز نہیں سمجھتا ۔۔۔۔۔

میں نماز تنہا پڑھوں گا۔

پھر شہادتِ عثمانؓ کے بعد انہوں نے دوسرے محافظوں کے ساتھ اپنے شہزادوں کو بھی ڈانٹا اور طمانچے مارے اور فرمایا کہ تمہارے ہوتے ہوتے حضرت عثمانؓ شہید کیسے ہو گئے۔!

افسوس تو یہ ہے کہ اسلام کی نامور شخصیتوں اور اولالعزم و پُر وقار ہستیوں نے حضرت علیؓ کے اس حسن عمل کو دیکھا۔ حفاظتِ عثمانؓ کا نظارہ کیا اور ان کی پاسبانی و نگہبانی کو ملاحظہ کرنے کے بعد بھی انہیں اس سازش میں ملوث کرنے کی گمراہ کن چال چلتے ہیں۔

اور پھر اس طوفان۔ اس بغاوت و نفرت کی آگ کو اتنا اور یہاں تک بھڑکاتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس کے شعلوں کی لپیٹ میں حضرت علیؓ کے خلاف جنگ جمل اور جنگ صفین کی صورت میں آنا پڑا ۔۔۔۔۔ اور جنگ جمل میں دوسرے ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ اسلام کے دو نامور فرزند اور عشرہ مبشرہ کے جنتی بھی شہید ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان تمام حضرات کو فرداً" فرداً" بھی اور اجتماعی طور پر بھی اپنے قاصدوں، سفیروں اور اپنے خطبات کے ذریعے اسلامی۔ دینی، انسانی، اور اخلاقی حیثیت سے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر سبائی سازشیوں نے انکی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔

بھلا جہاں حضرت عثمان غنیؓ کے خون آلود کپڑے اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں مخالفین نے اپنے پرچم کے ساتھ لٹکا دی ہوں وہاں علی علیہ السلام کی کون سنتا اور مانتا تھا۔ شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کلی طور پر اقتدار حاصل تھا اور وہ ہر لحاظ سے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ اور اپنے مقابلہ میں کسی اور کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ـــــ مگر حضرت علی المرتضیٰؓ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ انہیں بھی اپنی بیعت کے لئے لکھا ـــــ

حضرت امیر معاویہؓ نے اس وقت کے ایک بہت بڑے مدبر، سیاستدان اور مشیر عمروؓ بن العاص سے مشورہ کر کے حضرت علیؓ کے خط کا جواب لکھ کر حضرت علیؓ کے قاصد جریر بن عبداللہ کے حوالے کر دیا ـــــ خط کا مضمون کچھ اسطرح کا تھا۔

خلیفہ عثمانؓ تمہارے ہاں تمہاری موجودگی میں قتل کئے گئے ہیں۔ اگر تم نے صدق دل سے مدافعت کی ہوتی تو آج کوئی بھی فرد تمہارے خلاف نہ ہوتا ـــــ تم پر دوسرا الزام یہ ہے کہ تم نے عثمانؓ کے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے ـــــ اگر تم قتل عثمان سے بری الذمہ ہو تو قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تمہاری بیعت کرنے کو تیار ہیں ورنہ ہمارا تمہارا فیصلہ صرف تلوار کرے گی۔ ـــــ

جریرؓ بن عبداللہ اور ابو مسلمؓ یہ خط لے کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے آپ نے خط پڑھ کر افسوس کیا اور کرتے بھی کیوں نہ جبکہ شہادت عثمانؓ سے ان کا نہ کوئی تعلق تھا اور نہ ہی وہ ان کے قاتلوں کو جانتے تھے ـــــ اور جانتے بھی کیونکر جبکہ ہزاروں لوگ اس بلوہ میں شریک تھے ـــــ

جب خط و کتابت اور نامہ و پیام سے صلح کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی تو حضرت

علی المرتضیٰؓ کو مجبوراً میدان جنگ میں نکلنا پڑا اور نوے ہزار فوج لے کر صفین کی طرف روانہ ہوتے۔ ادھر حضرت امیر معاویہؓ بھی اسی ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ میں تن گئے

آخر یکم ذی الحجہ ۳۶ھ کو فریقین میں پہلی جھڑپ ہوئی ـــــ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک بار پھر کوشش کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بے مقصد جنگ سے باز آجائیں اور میری خلافت واطاعت کو قبول کرلیں لیکن حضرت علی علیہ السلام کی ہر کوشش پھر ناکام رہی ـــــ

محرم ۳۷ھ کی آخری تاریخ کو حضرت علی المرتضیٰؓ نے اعلان کردیا کہ کل فیصلہ کن جنگ ہوگی ـــــ ادھر امیر معاویہؓ نے بھی ایسا ہی اعلان کردیا ـــــ

صبح ہوتی تو دونوں فوجیں متقابل تھیں۔ پھر تلواریں چمکیں اور لہرائیں ـــــ تیرے ابھرے اور برسے ـــــ قتل وغارت اور خون خرابہ ہوا ـــــ خون کی ندیاں بہہ نکلیں ـــــ لہو کے دریا ابل پڑے ـــــ کشتوں کے پشتے لگ گئے ـــــ میدان کارزار کا ذرہ ذرہ لہو میں ڈوب گیا ـــــ ہر طرف فرشتۂ موت کی حکمرانی تھی ـــــ اجل کی زبان پر اور زیادہ ـــــ اور زیادہ کی آواز تھی ـــــ تلواروں کی چمک نے رات کی سیاہی کو بھی ضیا بار کردیا اور ہزاروں کی تعداد میں فریقین کے سپاہی موت کی آغوش میں چلے گئے ـــــ "یہ ہے اسلام کی روشن تاریخ"!

یاد رہے کہ یہ جنگ نہ تو اسلام وکفر کی جنگ تھی نہ توحید وشرک کی لڑائی تھی نہ حق وباطل کا معرکہ تھا اور نہ ہی دین ومذہب کے نام پر یہ جہاد تھا۔ ـــــ

البتہ خلافت وملوکیت کا تصادم ضرور تھا اور وہ بھی فریقین کی طرف سے اختلاف رائے کی بنا پر شروع ہوگیا۔ جس میں دوسرے ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت اویسؓ قرنی جیسے اسلام کے عظیم فرزند شہید ہوگئے ـــــ

جنگ زوروں پر تھی اور دونوں فوجیں جان توڑ کر لڑ رہی تھیں کہ اسی دوران حضرت علیؓ بارہ ہزار بہادروں کا دستہ لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ اور انہیں مخاطب ہو کر فرمایا ـــــ کہ اسلامی طاقت کو کمزور کرنے سے کیا فائدہ۔ آؤ

نے دومتہ الجندل میں کافی بحث وتمحیص اور تکرار وغور وخوض کے بعد فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت کا انتخاب مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے پھر جس پر اتفاق رائے ہو جائے۔ اسے بلا چون وچرا خلیفہ مان لیا جائے۔ اس اتفاق رائے کے بعد دونوں حکم اپنا فیصلہ سنانے کیلئے اذرح کے مقام پر آ گئے ——

دونوں طرف کے ہزاروں لوگ صرف امت مسلمہ ہی کا نہیں بلکہ اسلام کی قسمت کا فیصلہ سننے کیلئے مسجد میں جمع ہو گئے

ابو موسیٰ اشعری نے عمرو بن العاص سے کہا۔ اٹھو اور فیصلہ کا اعلان کرو ——
عمرو بن العاص نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے علم وفضل اور تدبر وحکمت میں بڑے ہیں پہلے آپ اٹھیں ——

ابو موسیٰ اشعری کھڑے ہوئے اور حمد و درود کے بعد فرمایا۔ لوگو —— میں اور عمرو بن العاص اس معاملہ میں بہت غور وفکر کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ امت مسلمہ کا اتحاد واتفاق اور دین واسلام کی عظمت اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت و امامت کا انتخاب مجلسِ شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے —— اور آپ لوگوں کو اختیار دیتے ہیں کہ متفقہ طور پر آپ جسے چاہیں اپنا خلیفہ بنا لیں ——

اور میں علیؓ و معاویہؓ دونوں کو معزول کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے بعد عمرو بن العاص اٹھے اور حمد و درود کے بعد کہا:۔

لوگو —— ابو موسیٰ اشعری نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا۔ انہوں نے اپنے راہنما و قائد کو معزول کر دیا ہے اور میں بھی اسے معزول کرتا ہوں۔ اور اپنے راہنما و قائد معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں ——

موسیٰ اشعری غصہ میں آ گئے اور عمرو بن العاص سے کہا خدا تمہارا بُرا کرے تم نے غداری وگناہ کا ارتکاب کیا ہے —— اور تمہاری مثال اس کتے کی ہے۔

جس پر حملہ کرو تو بھی زبان لٹکائے رکھے اور چھوڑ دو تو بھی زبان لٹکائے رکھے ۔

عمرو بن العاص نے جواب دیا ۔ اور تمہاری مثال اس گدھے کی ہے جو اپنی پیٹھ پر کتابوں کے ڈھیر اٹھائے پھرے ـــــ

یہ ہے ان لوگوں کی زبان اور ان ثالثوں کا لب و لہجہ جو مسلمانوں کی تقدیر اور امت مسلمہ کی قسمت کا فیصلہ کرنے کیلئے حکم مقرر ہوتے تھے ۔

اس تحکیم کا الٹا اثر یہ ہوا کہ ان خارجیوں کا جو پہلے شیعان علیؓ تھے ۔ فتنہ اور بھی زور پکڑ گیا ۔ جو تحکیم کو ناجائز تصور کرتے تھے اور دوسرا الٹا اثر یہ ہوا کہ امیر معاویہؓ کے ساتھیوں نے انہیں برملا اور علی الاعلان امیرالمومنین کہنا شروع کر دیا ـــــ

مقام اذرح کے اس قومی سانحہ کے بعد زرعہ بن البرج اور حرقوص بن زہیر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا ـــــ آپ نے خدا اور رسولؐ کے علاوہ کسی انسان کو حکم مان کر غلطی کی ہے ـــ توبہ کیجئے اور ہمارے ساتھ مل کر شام پر حملہ کرو ۔ ورنہ ہم آپ کے خلاف جنگ کریں گے ـــــ

حضرت علیؓ نے صاف انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اب بدعہدی نہیں کر سکتا ـــــ

اب خارجی لوگ جو پہلے محبان علیؓ اور شیعان علیؓ تھے ، بڑی تعداد میں نہروان میں جمع ہو گئے ۔ اور انہوں نے عبداللہ بن وہب کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت علیؓ کے خلاف اعلانیہ طور پر علم بغاوت بلند کر دیا ـــــ

حضرت علیؓ نے انہیں سمجھانے کی سر توڑ کوشش کی مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے اور حضرت علیؓ سے توبہ کا مطالبہ کرتے رہے ۔ آخر حضرت علیؓ نے ان خارجیوں کے خلاف بھی نہروان میں شمشیر حیدری اٹھائی اور انہیں تہس نہس کر دیا

جنگ جمل و جنگ صفین میں مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا اور امت مسلمہ جس طرح پارہ پارہ ہوئی اور عظمت اسلام کو جو نقصان پہنچا اور اسلام کی روح جمہوریت اور

مساوات محمدیؐ جس طرح مجروح ہوئی اس تمام روئداد اور اس غیر معقول روش پر اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ تو اس کا سبب ایک ہی دکھائی دے گا یعنی ـــــ قصاص عثمانؓ کا مطالبہ ـــــ

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قصاص عثمانؓ کے مطالبہ میں جو لوگ پیش پیش تھے کیا حالات سدھر جانے کے بعد انہوں نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے باز پرس کی۔ انہیں کوئی سزا دی اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا؟

تو اسلام کی پوری تاریخ اور کسی روایت میں اس کا کہیں بھی نام و نشان تک نہیں ملتا ـــــ بلکہ حضرت امیر معاویہؓ نے تو مدینہ جا کر اور حضرت عثمان غنیؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کی آہ و بکا سن کر یہ کہہ دیا تھا کہ بھتیجی اب باپ کے غم کو بھول جاؤ۔ لوگوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے۔ اب بہتر ہے کہ تم فسادیوں کے ہاتھوں کھلونا بننے سے محفوظ رہو ـــــ

مصر شام اور مغربی علاقہ حضرت امیر معاویہؓ کے قبضہ میں آگیا۔ اور حجاز عراق اور مشرق کا سارا علاقہ حضرت علیؓ کے حصہ میں آیا اور روز بروز کی افراتفری بدنظمی اور خونریزی سے تنگ آکر دونوں نے ۴۰ھ میں صلح کر لی ـــــ

جنگ نہروان میں خارجیوں کی ذلت آمیز پسپائی اور عبرت ناک شکست کے بعد ان کی نسل پر گویا جھاڑو پھر گیا تھا اور ان کے صرف نو آدمی جان بچا کر بھاگ نکلے تھے ـــــ

انہوں نے اپنی شکست اور بدنامی کا بدلہ لینے کے لئے یہ منصوبہ تیار کیا اسلام کے تینوں سرداروں کو قتل کر کے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کریں۔ چنانچہ طے پایا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم، حضرت علیؓ کو۔ برک بن عبداللہ حضرت امیر معاویہؓ کو اور عمرو بن العاص والیٔ مصر کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت قتل کر ڈالیں ـــــ

امیر معاویہؓ اوچھے وار کے باعث بچ گئے اور دشمن کو قتل کر دیا گیا

عمرو بن العاص بیماری کے باعث مسجد میں نہ آسکے تھے۔ اس لئے ان کی بجائے خارجہ بن حبیبہ شہید ہو گئے۔

حضرت علیؓ پر بھرپور وار ہوا۔ اور وہ زخموں کی تاب نہ لا کر جاں بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

اور اس طرح جس کو دیکھنا عبادت تھا —— جو قرآن کے ساتھ تھا جس کی محبت ایمان اور جس کا بغض کفر ہے —— جو نبیؐ کی تدبیر اور خدا کی تقدیر تھا —— حسنؓ و حسینؓ کا والد اور خاتون جنتؓ کا خاوند تھا اور جو ذوالفقار حیدری کا مالک —— کوثر کا قاسم اور نبی اکرم علیہ السلام کا محبوب تھا اور جو خانہ کعبہ میں پیدا ہوا تھا مسجد میں شہید کر دیا گیا۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت، بمسجد شہادت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
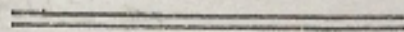
خاتمہ

میں نے آج سے پندرہ۱۵ سال قبل تالیف و تصنیف کا جو پندرہ۱۵ سالہ منصوبہ بنایا تھا۔ اس کے پیش نظر یہ کتاب مقاماتِ صحابہؓ مکتبہ رشد وہدایت کی ایک پیش کش ہے۔

اس سے پہلے اسی منصوبہ کے تحت مقاماتِ نبوّت۔ مقاماتِ اولیاء۔ خاکِ کربلا۔ اللہ کے شیر۔ گُریزپا اور نجمِ سحر لکھی جا چکی ہیں، جو اللہ کے فضل و کرم اور مرشد لاثانی کا صدقہ مقبولِ عام کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔ جن کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اب عنقریب پھر تمام کی تمام چھپ کر بازار میں آجائیں گی۔ اور ان کے ساتھ ہی ایک اور کتاب المعراج کے نام سے بھی زیرِ کتابت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مقاماتِ صحابہؓ لکھ کر میں قلبی راحت محسوس کر رہا ہوں۔ اور انتہائی خوشی و مسرّت کا سمندر میرے دل میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

آخر میں قارئین کرام سے دردمندانہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے حق میں دعائے خیر کریں۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنِ۔

نیاز مند:-

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن

شہزادہ منزل، طارق آباد، فیصل آباد